انتخاب

# تاریخ القرآن

مصنفہ

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور

DATA ENTERED
۲۹۷۶۱۹
۱۲۴۵۳

تعداد طبع ۱۰۰۰
سن اشاعت ۱۹۵۹ء
قیمت پانچ روپے صرف

طابع
ویسٹ پنجاب پریس لاہور

ناشر
ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور

Marfat.co

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱ | نزول قرآن | ۷ |
| ۲ | کتابت قرآن | ۱۲ |
| ۳ | عہد جاہلیت و امی | ۱۶ |
| ۴ | عرب میں سامان کتابت قبل از اسلام | ۱۷ |
| ۵ | قرآن بوقت وفات رسول صلعم | ۲۰ |
| ۶ | جامع قرآن | ۲۶ |
| ۷ | جمع قرآن | ۲۷ |
| ۸ | ترتیب قرآن | ۲۹ |
| ۹ | تعلیم قرآن | ۳۷ |
| ۱۰ | مکی۔مدنی | ۳۹ |
| ۱۱ | تجزیۂ قرآن | ۳۹ |
| ۱۲ | اسماء اجزاء | ۴۱ |
| ۱۳ | شمار | ۴۱ |
| ۱۴ | رموز و اوقاف | ۴۲ |
| ۱۵ | قرارت و تجوید | ۴۶ |
| ۱۶ | ربط | ۴۸ |
| ۱۷ | مصاحف قدیم | ۶۳ |
| ۱۸ | مصاحف عہد خلیفہ اول | ۶۳ |
| ۱۹ | مصاحف عہد خلافت دوم | ۶۵ |
| ۲۰ | مصاحف عہد خلافت سوم | ۶۶ |
| ۲۱ | مصاحف عہد خلافت چہارم | ۶۹ |
| ۲۲ | تواتر | ۷۰ |
| ۲۳ | سبعۃ احرف | ۷۱ |
| ۲۴ | نسخ | ۷۲ |
| ۲۵ | علوم | ۷۷ |

# عرض

تاریخ القرآن مصنفہ عزیزم عبد الصمد صارم کو چونکہ علمائے کرام نے بے حد پسند فرمایا تھا۔ لہٰذا میں نے فائدے کے لئے اس کا خلاصہ کر دیا ہے۔ تاکہ مختصر طور پر عام مسلمان قرآن کے متعلق کچھ ضروری باتوں سے واقف ہو جائیں۔

ناظم سیوہاروی

arfat.com

# نزولِ قرآن

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی دنیا کی عمر میں ایسا خراب اور برا زمانہ تھا کہ اس سے زیادہ قیاس و خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ توحید الٰہی کا تو صفحۂ عالم پر نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ آگ۔ پتھر۔ درخت۔ حیوانات۔ ندی۔ نالے وغیرہ معبود و مسجود خلائق تھے۔ شرم و حیا، دیانت، عدالت، امن و امان، محبت و الفت صفحۂ عالم سے مفقود و معدوم ہو گئی تھی۔ علوم و فنون تجارت، صناعت، زراعت دم توڑ رہی تھیں۔ دنیا کی حکومتیں ظالمانہ، وحشیانہ قوانین نافذ تھے۔ مذاہب عالم کی کتابوں اور تعلیمات میں ایسی تحریف ہو چکی تھی۔ کہ ان کی شکل بھی پہچانی جاتی تھی۔ پیشوایان مذاہب کے حالات مسخ کر کے ان کے دامن تقدس پر بدنما دھبے لگا دئیے گئے تھے۔ عوام کا تو کیا ذکر ہے۔ علماء و فضلاء و ہادیان مذاہب شرمناک افعال کو دلیری کے ساتھ کھلم کھلا کرتے تھے۔ قمار بازی، شراب خواری، لوٹ مار، زنا یہ شرفاء امراء کے شعار تھے اور وہ اپنے ان کارناموں پر فخر کیا کرتے تھے۔ عورتیں بھیڑ بکری کی طرح مردوں کی ملکیت تصور کی جاتی تھیں۔ دختر کشی کا عام دستور تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا راج و رواج تھا۔ ہر طرف آتش جدل و فساد

Marfat.com

شعلہ زن تھی۔ ایسے بھی فرقے تھے جن میں زر زمین زن وقف عام تھے۔ مردم خوری بھی بعض جگہ رائج تھی۔ عورت مرد گھوڑوں گدھوں کی پیشاب گاہیں بھی معبودوں کی فہرست میں شامل تھے۔ ایسے لوگ بھی تھے۔ جو خدا کے وجود ہی سے انکار کرتے تھے۔

ہم زیادہ تفصیل کرنا نہیں چاہتے۔ تاریخ عالم ان واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ چند مورخین کی رائیں پروفیسر قاضی عبدالصمد صارم کی کتاب تاریخ القرآن مطبوعہ برقی پریس دہلی ۱۳۵۹ھ ہجری سے نقل کرتے ہیں۔ تاریخ القرآن

۱۔ سنہ ۶۱۰ء اپنی آخری سانسوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر خون رو رہی تھی۔ یہودیت بدنما اور گمراہ ہو چکی تھی۔ عیسائیت نے دنیائے نفسانیت کی راہ اختیار کر رکھی تھی۔ اور ایک مجہول صورت میں باقی تھی۔ (ڈی۔ ایم۔ کے۔ اڈ بنرا)

۲۔ حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ ہر سمت بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ (جان ڈیون پورٹ)

۳۔ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جدال و قتال سے بے چینی بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ وڈن نام ایک بت کی پرستش ہوتی تھی۔ جو نائب خدا سمجھا جاتا تھا۔ فارس میں زر زمین زن کے جھگڑے بپا تھے۔ آگ پوجی جا رہی تھی۔ ہندوستان میں پتھر، سورج، گائے وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عقیدہ تھا۔ کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں بادشاہ

arfat.com

خدا سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت کے جھگڑے تھے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ)

اشرف المخلوقات کی اس زبوں حالی پر خداوند ذوالجلال کو رحم آیا۔ اور اس نے اصلاح خلق کے لئے حضور رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک عرب کے شہر مکہ میں مبعوث برسالت فرمایا۔ عرب میں ہادی عالم کی ماموری پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہادی کی ماموری ہر حال ضروری تھی۔ اور وہ کسی ایک ہی جگہ ہوتی یہی اعتراض قائم رہتا۔ عرب اور مکہ کو اس امر کے لئے خاص کرنے کے بہت سے وجوہ ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ عرب، ایشیا، یورپ، افریقہ ان براعظموں کے وسط میں واقع ہے۔ وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی ملک میں ایک مذہب تھا۔ کسی میں دو مذہب تھے۔ ایران میں آتش پرستی روم و حبشہ میں مسیحیت۔ یورپ اور افریقہ کے بعض حصص میں یہودیت و نصرانیت باقی وحشی اقوام چین و ہندوستان میں بت پرست تھے۔ عرب میں تمام مذاہب جمع تھے۔ اور جس قدر ظالمانہ رسوم اور جاہلانہ عقائد مختلف طور پر مختلف ممالک میں رائج تھے وہ سب عرب میں رائج تھے۔ اور اہل عرب دنیا کی تمام اقوام سے زیادہ سخت اور لڑاکے اور جھگڑالو تھے۔ اس لئے سب کے ایک ساتھ تبلیغ کے لئے یہی خطہ موزوں تھا۔ تیسرے یہ کہ اہل عرب تاریخ کی یاد سے پہلے سے تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ ممالک عالم میں ان کی تجارت تھی۔ ان کے جہاز سمندروں میں تیرتے پھرتے تھے۔ اس لئے یہی قوم ایسی تھی جس کے

ذریعہ پیغام الٰہی تمام دنیا میں پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اشاعت قرآن میں سوداگروں نے بڑا حصہ لیا ہے۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں۔ ایک سبب ترقی اسلام کا یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا۔ اس واسطے جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ کتاب ان بادشاہوں تک پہنچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ (پریچنگ آف اسلام)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہوش سنبھالا اور انہوں نے لوگوں کے عقائد و رسومات کو دیکھا۔ تو آپ کو ان سے تنفر پیدا ہوا۔ اور آپ صحیح راستے کی تلاش میں مضطرب رہتے تھے۔ اسی اضطراب کے رفع کرنے اور راہ مستقیم کی جستجو میں آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ غار حرا میں جاکر کئی کئی دن معتکف اور خلوت گزیں رہتے اور غور و فکر کرتے۔ جب آپ کی عمر شریف قمری حساب سے چالیس سال سات مہینے کی ہوئی (شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ ماہ ۱۶ دن) تو آپ حسب دستور سابق غار حرا میں تھے۔ کہ سامنے جبریل علیہ السلام فرشتہ آیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ اے محمد! استعاذہ کر (یعنی اعوذ پڑھ) پھر بسم اللہ اور سورہ علق کی ابتدائی آیات (اقراء سے مالم یعلم) تک پڑھائیں۔ یہ رمضان کی سترہویں تاریخ مطابق ۲۰ جولائی ۶۱۰ء بروز دوشنبہ کو واقعہ ہے۔ اس سال کو ہم سال نبوی کہتے ہیں۔ اس پہلی وحی میں تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ ڈھائی برس کے بعد دوشنبہ ربیع الاول ۳ نبوی کو دوسری وحی نازل ہوئی۔ سورہ مدثر

arfat.com

کی ابتدائی آیات اس وحی میں تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا وہ اسی وقت ایمان لے آئیں۔ اگلے دن سہ شنبہ کو علی زید بن حارثہ ابو بکر مسلمان ہوئے۔ پنجشنبہ کو خالد بن سعید ایمان لائے۔ پھر قرآن بتدریج نازل ہوتا رہا۔ ایک ایک آیت بھی ایک ایک سورت بھی بعض دفعہ کئی کئی سورتوں کی آیتیں ساتھ ساتھ نازل ہوتی تھیں یہ سلسلہ دس برس تک مکہ میں اور تیرہ برس تک مدینہ میں جاری رہا۔ آپ کی وفات سے نو دن پہلے یعنی ۳ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم شنبہ کو سورہ نساء کی آخری آیات (لیستفتونک الخ) نازل ہوئی۔ اس تدریجی نزول کی حکمتوں سے آگاہ نہ تھے۔ تاریخ عالم پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ جو جو مراسم بد اور ذمایم اخلاق اس زمانے میں رائج تھے۔ اور جو لوگ شدت و کثرت سے اُن پر عمل پیرا تھے وہ ان کی گھٹی میں پڑے تھے۔ پشتینی عیوب تھے۔ جو فطرت ثانیہ بن گئے تھے۔ ان کی بیخ کنی آسان نہ تھی نہ کوئی اُن کو اکدم چھوڑنے پر راضی ہوتا۔ اگر اصلاحات کا انبار اکدم اُن کے سامنے رکھ دیا جاتا تو گھبرا اُٹھتے۔ جنہوں نے نقرات کو سننا گوارا نہ کیا۔ جو رفتہ رفتہ ہدایات سے بھاگتے تھے۔ وہ کسی طرح بھی پورے مجموعہ کو قبول نہ کرتے۔ اصلاحات کا قاعدہ ہی یہ ہے۔ کہ رفتہ رفتہ پیش کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی علم خداوندی میں تھا۔ کہ کلام پر سوالات بھی پیدا ہوں گے۔ لہذا اگر سلسلہ کلام ختم کر دیا جاتا تو اُن کے جوابات کیونکر ممکن تھے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ ان نصائح کے پیش ہونے پر معاندین رسول کو ایذا دیں گے۔ اس لئے ضرورت تھی۔ کہ وقتاً فوقتاً رسول کو تسلی دی جائے۔ اس کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور قرآن مجید کے پڑھنے کے فوائد میں

ہر حرف کے ادا کرنے کا خاص طریقہ ہے۔ وحی اس طرح نازل ہوتی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حرف کے صحیح ادا کرنے پر قادر ہو جاتے تھے۔ اور پھر اسی طرح ادا کرنے کی تعلیم صحابہ کو کی جاتی تھی۔ یہ ایک بڑی مشقت کی مشق تھی۔ قراء اس طرح شاگردوں کو سکھاتے ہیں۔ کہ گویا وہ خود اُن کے حلق میں اتار رہے ہیں جس طرح کبوترا اپنے بچوں کو بھراتا ہے۔

یہ محنت اور یہ مشق بغیر تدریجی نزول کے ممکن نہ تھی اور بغیر اس کے کلام کے صحت کے پایہ سے گر جانے کا خطرہ تھا۔ قرآن مجید میں خود ارشاد ہے۔ (ورتلنہ ترتیلا) یعنی قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ اس کے علاوہ یہ بھی رسول کریم کو حکم ہے۔ کہ ہم نے یہ کلام تم پر اس لئے نازل کیا ہے۔ کہ تم خوب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دو۔ یہ صورت بھی بغیر تدریجی نزول کے مشکل تھی۔ اس کے لئے ایک مدرسہ کھولنا پڑتا۔ مدرسہ میں کون آتا۔ لوگوں کو تو کھڑے کھڑے ایک فقرہ سننا بھی گوارا نہ تھا۔ یہ بھی ارشاد ہے۔ کہ کلام تم پر اس لئے بتدریج نازل کیا جاتا ہے۔ (تاکہ ہم اس سے تمہارے دلوں کو مضبوط کرتے رہیں۔ اور اس کو باقاعدہ سنایا ہے) اصلاحات پر استقامت آسان کام نہیں ہے۔ یہ مشق اور تاکید سے بتدریج ہی ممکن ہے۔

# کتابتِ قرآن

دوشنبہ ربیع الاوّل سنہ نبوی کو دوسری وحی اور تبلیغ کا حکم ہوا۔ پنجشنبہ کو خالد بن سعید مشرف باسلام ہوئے۔ ان سے حضورؐ نے کتابت شروع کرائی

خالد بن سعید کاتب... خاص کہا

ان کی دختر ام خالد بنت سعید نے بیان کیا ہے۔ کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے باپ نے لکھی (استیعاب) گویا نزول وحی سے چوتھے دن کتابت شروع ہوئی بہت سے اصحاب تھے جن سے کتابت وحی کا کام لیا جاتا تھا۔ سب کے پاس علیحدہ علیحدہ تختیاں تھیں جن پر سورتیں علیحدہ علیحدہ لکھی جاتی تھیں حضرت براء سے روایت ہے۔ کہ جب آیت (لا یستوی القاعدون) نازل ہوئی۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ فلاں کاتب کو بلاؤ وہ کاتب تختی اور قلم دوات لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو۔ (بخاری)

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی حضور مجھ کو بلاتے تھے۔ میں تختی دوات قلم لے کر حاضر ہوتا آپ لکھاتے لکھا کر پھر سنتے۔ اگر غلطی ہو جاتی تو صحیح کرا دیتے تھے۔ (مجمع الزوائد) قرآن مجید کی اندرونی شہادت سے بھی کتابت قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔ ارشاد ہے۔ (یہ کافر کہتے ہیں۔ کہ یہ تو پرانے قصے ہیں۔ جن کو یہ رسول لکھاتا ہے۔ اور لکھنے والے لکھتے ہیں۔)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ ہم حضور کے گرد حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے۔ (دارمی) جب آخری وحی یعنی سورہ نساء کی آخری آیات نازل ہوئیں۔ تو اُن کو حضرت ابی بن کعب نے لکھا۔

حضور کے عہد میں وحی کو لکھنے کے مختلف طریقے تھے۔ ایک تو وہ کہ جو رسول کریم کے لئے لکھا جاتا تھا۔ جس کو ہم سرکاری جلد کہیں گے اس کے تو ہر حصہ کے کاتب اور تختیاں جدا جدا تھیں۔ وہ تو اسی قدر اور اسی ترتیب

Marfat.com

سے لکھا جاتا تھا۔ جو حضورؐ فرماتے تھے۔ لیکن اور صحابہ جو اپنے لئے لکھتے تھے۔
ان کے طریقے مختلف تھے۔

۱۔ بعض ایسے تھے۔ کہ ان کی موجودگی میں وحی نازل ہوئی۔ حضورؐ نے اپنے کاتبوں سے لکھائی۔ انہوں نے بھی اپنے لئے لکھ لی۔ اور اس کے ساتھ جو حضورؐ نے کچھ تفسیری جملے ارشاد فرمائے وہ بھی بطور یادداشت لکھ لئے۔ جب حضورؐ کو ایسے لوگوں کا حال معلوم ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ مجھ سے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو اور جس نے کچھ لکھا ہو اس کو مٹا دے۔

۲۔ وہ جو اپنی ضرورت اور شوق کے موافق کوئی سورت یا آیات نماز میں پڑھنے یا ورد کے لئے لکھتے تھے۔ اس میں نہ ترتیب ہوتی تھی۔ نہ ہو سکتی تھی چنانچہ حضرت عمرؓ کے بہنوئی نے چند آیات لکھیں جن کو سن کر حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے وہ مختلف سورتوں کی تھیں۔ (تفسیر الجواہر للطنطاوی)

۳۔ جو اپنی معلومات کے موافق بہ ترتیب نزول لکھتے تھے۔ اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ تمام سورتوں کی ترتیب نزولی پر کسی کو عبور ہی نہ تھا۔

۴۔ جو بڑی سورتیں علیحدہ لکھتے تھے اور چھوٹی علیحدہ لکھتے تھے۔

۵۔ بعض ان سورتوں کو نہ لکھتے تھے۔ جو ہر وقت پڑھنے میں آتی تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورہ فاتحہ نہ لکھی۔ جب اُن سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا یہ تو سب کو یاد ہوتی ہے۔

۶۔ ایک وہ جو سرکاری جلد کے موافق بہ ترتیب آیات و سورہ قرآن لکھتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے۔ (نؤلف القرآن من الرقاع)

یعنی ہم حضورؐ کی حیات میں قرآن کو پرزوں سے لکھ رہے تھے یعنی ان متفرق تختوں سے نقل کر رہے تھے۔ جو سرکاری جلد کی تھیں۔ تالیف سے مطلب ترتیب ہی ہو سکتا ہے۔ غرض حضورؐ کے عہد میں بہت سے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے قرآن تھے۔ ایک شخص نے ایک سفر میں مکہ مدینہ کے درمیان حضورؐ سے آکر عرض کیا کہ میرے قرآن کا ایک جزو گم ہو گیا۔ (کتاب المصاحف)

حضورؐ نے ایک جگہ قرآن لٹکے ہوئے دیکھے (کنز العمال) حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن کو دشمنوں کے ملک میں نہ لے جاؤ (بخاری باب الجہاد) اس مضمون کی بہت سی حدیثیں مختلف کتابوں میں ہیں۔ کہ قرآن دیکھ کر پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن کی کتابت مسلسل جاری تھی۔

مشہور مخالف اسلام سر ولیم میور نے لکھا ہے۔ "اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ موجود ہیں۔ کہ رسول کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے۔ اور ان نسخوں میں پورا قرآن یا تقریباً تمام قرآن لکھا ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ محمدؐ کے دعوٰے نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا۔ اور مدینہ میں جا کر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کے لئے کئی کئی صحابہ مقرر کئے تھے۔ مدینہ میں بھی ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے۔ (دیباچہ لائف آف محمدؐ)

ڈاکٹر راڈویل لکھتے ہیں۔ قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہد رسول میں عام طور پر زیر استعمال تھے۔ (دیباچہ انگریزی ترجمہ قرآن)

بعض ناواقف معاند کہہ دیتے ہیں کہ عرب جاہل تھے۔ نہ وہ لکھنا پڑھنا

جانتے تھے۔ نہ وہاں سامانِ کتابت موجود تھا۔ اس لئے ہم علیحدہ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

# عہد جاہلیّت و امی

مسلمان عرب کے زمانۂ قبل از اسلام کو عہد جاہلیت اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ اس میں وحشیانہ جاہلانہ مراسم وعقائد و اعمال رائج تھے اس سے یہ مطلب ان کا تھا کہ عرب میں کوئی پڑھا لکھا آدمی تھا ہی نہیں۔ غلط ہے۔ ایسا خیال وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو عقل و علم تاریخ سے بے بہرہ ہوگا۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ عرب تمام دنیا سے تجارت کرتے تھے۔ اُن کے جہاز سمندروں میں تیرتے پھرتے تھے۔ عرب میں ریاستیں اور حکومتیں بھی قائم تھیں۔ ایران۔ قسطنطنیہ۔ حبشہ دنیا کی ان تین بڑی طاقتوں اور حکومتوں سے ان کا ہر وقت کا واسطہ تھا۔ تو کیا کوئی عقل قبول کرے گی کہ وہ ملک نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ ہوگا۔ عرب میں بھی ایسے ہی تعداد میں خواندہ لوگ تھے۔ جیسے اُس زمانے میں دیگر ممالک میں تھے۔ اور انشا پردازی میں وہ سب سے فائق تھے۔ تاریخوں میں مذکور ہے۔ کہ تقریباً ۵۰۰ء میں اہل عرب نے قصاید سبعہ معلقہ کو لکھ کر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا۔ امرء القیس عرب کے ملک الشعراء کو لوگ خلاق المعانی کہتے تھے۔ اس نے کچھ قواعد عروض بھی ایجاد کئے تھے۔ یہ نزول قرآن سے کم و بیش دو صدی قبل گذرا ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت کتب سابقہ کا مشہور فاضل ورقہ بن نوفل مکہ میں موجود تھا۔ آثارِ قدیمہ میں جد رسولِ اکرم عبد المطلب کی لکھی ہوئی ایک دستاویز قرمنہ

۵۶۸ھ کی مرقومہ برآمد ہوئی ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ کہ مکہ میں صرف خاندان قریش میں سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے۔ بخاری میں روایت ہے۔ کہ ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ لکھنا جانتے تھے۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے۔ کہ محمدؐ کے دعوٰے نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر رواج تھا۔ (دیباچہ لائف آف محمدؐ) حضرت اسماعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں ایک خط ایجاد کیا۔ جس میں اصلاحات ہوتی رہیں۔ آخری اصلاح قیرا ابن مرز نے کی۔ یہ خط قیرا موز مشہور ہوا۔ یہ خط کچھ اصلاح کے بعد خط عراقی مشہور ہوا۔ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ کہ مسلمان لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ارشاد ہے۔ (اے مسلمانوں لین دین کے معاملہ اور دعوٰے کو لکھ لیا کرو) حضورؐ کے دعوٰے نبوت کے بعد ابتدا میں جس قدر لوگ مسلمان ہوئے ان میں کثرت سے خواندہ اشخاص تھے۔ ابوبکرؓ، عثمانؓ، عمرؓ، خالد بن سعید وغیرہ وغیرہ

## امی

قرآن مجید میں اہل عرب کو امی یعنی ان پڑھ بھی کہا گیا ہے۔ یہ باعتبار اکثریت کے ہے۔ اس زمانہ میں بھی بہ نسبت دیگر ممالک کے اہل عرب امی ہیں ورنہ عرب بالخصوص مکہ مدینہ میں ہمیشہ خواندہ اشخاص موجود رہے ہیں۔

# عرب میں سامان کتابت قبل از اسلام

مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے۔ کہ اہل عرب ایک کپڑے کو روغن دے کر لکھنے کے لئے بناتے تھے۔ (صناجۃ الطرب) لکھنے کے لئے بہت سی

چیزیں مستعمل تھیں۔ چمڑے کا ورق اس کو رق کہتے تھے۔ اونٹ یا بکرے کے شانے کی چوڑی ہڈی کو صاف کر کے تختی بناتے تھے۔ اس کو کتف کہتے تھے۔ پتھر کی تپلی تپلی تختیاں بناتے تھے۔ ان کو لخفہ کہتے تھے۔ پالان کی لکڑی کی تختی بناتے تھے۔ اس کو قتب کہتے تھے۔ کھجور کے درخت کی شاخوں کی جڑ کے پاس مثل چمڑے کے ایک کھال ہوتی ہے۔ اس کو گوند وغیرہ سے چکنا کر کے ورق بناتے تھے۔ اس کو عسیب کہتے تھے۔ ہرن کی جھلی کو درست کر کے اس پر لکھتے تھے۔ ان چیزوں کی اچھی بڑی بڑی تختیاں اور اوراق بناتے تھے انہیں پر قرآن مجید لکھا ہوا تھا جس کو حضور نے لکھایا تھا۔ یہ نہیں کہ انچ انچ کے پرزوں پر تھا۔ عرب میں بزمانہ نزول قرآن قرطاس کا بھی رواج تھا۔ قرآن مجید میں کتاب کے ساتھ یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ بعض صحابہ نے اپنے قرآن قرطاس ہی پر لکھے تھے۔ قلم کا ذکر بھی قرآن میں ہے۔ روشنائی کو مداد، دوات کو نون کہتے تھے۔ اور کاتبین لکھنے والوں کو کہتے تھے۔ قدیم صحف اب تک موجود ہیں۔ وہ چمڑے اور ہرن کی جھلیوں وغیرہ ہی پر لکھے ہوئے ہیں۔

## کاتبانِ وحی

چالیس صحابہ سے کتابت وحی کی خدمت متعلق تھی۔ (روضۃ الاحباب)

کاتبان وحی میں زیادہ مشہور ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت، عبداللہ بن سعد، زبیر بن العوام، خالد بن سعید، عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ (طبقات ابن سعد و تاریخ طبری)

٭

## قرآن کا خط

مکہ میں بنی ہاشم میں جو خط رائج تھا۔ اس کو خط قیر امور کہتے تھے۔ مکہ میں اسی خط میں کتابت ہوئی۔ (ابن الندیم) مدینہ میں خط حیری رائج تھا یہاں اس میں کتابت ہوئی۔ سنہ ۱۶ ہجری سے خط کوفی میں کتابت ہونے لگی سنہ ۳۱۶ سے خط نسخ میں کتابت ہونے لگی اور اسی پر اجماع امت ہو گیا۔ اب اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں۔

## قرآن کا رسم الخط

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی ہے۔ جو عہد رسالت میں تھا۔ یہ رسم الخط بھی توقیفی ہے یعنی جبریل کا تعلیم کردہ ہے۔ یہ رسم دنیا کے تمام خطوں سے علیحدہ ہے۔ نہ اس سے پہلے کسی خط کا یہ رسم تھا۔ نہ اس کے بعد ہوا۔ ایک جگہ ایک لفظ کو دراز تا سے لکھا ہے۔ دوسری جگہ گول تا سے لکھا ہے۔ جیسے فطرت فطرۃ۔ رحمت رحمۃ۔ سنت سنۃ۔ بعض جگہ ایک لفظ کو ملا کر لکھا ہے۔ اس کو موصول کہتے ہیں۔ دوسری جگہ جدا جدا لکھا ہے۔ اس کو مقطوع کہتے ہیں جیسے۔ کلما کل ما۔ بئسما بئس ما۔ فی ما فیما۔ یہ رسم الخط ایسا ہے۔ کہ اس میں اختلاف قرات بند ہو جاتا ہے۔ جیسے سورہ فاتحہ میں ملک یوم الدین میں کلمہ ملک میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک باثبات الف یعنی صیغہ اسم فاعل۔ دوسری باسقاط الف اس کو ایسے طریقے سے لکھا گیا کہ دونوں طرح پڑھا جا سکے صاحب تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن و صاحب فوائد کلمہ نے لکھا ہے۔ کہ زید بن ثابت نے بعہد خلافت سوم قرآن کو اسی رسم الخط پہ لکھا ہے۔ جو آخری پیشکش میں اللہ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے پہنچی تھی۔

Marfat.com

الفاظ رسول اور تمائے دراز سے معنی میں زور اور تاکید پیدا ہوتی ہے۔

## قرآن بوقت وفات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ نے جب رحلت فرمائی تو صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی۔ اور دور دراز ممالک میں اسلام پہنچ گیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضورؐ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس تھے۔ نماز میں پنجگانہ قرآن پڑھنا ضروری تھا۔ اس لئے تھوڑا بہت قرآن توسبھی کو یاد تھا۔ اس طرح اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر قرآن کی تلاوت جاری تھی۔ ہزاروں حافظ تھے مشہور حفاظ کی تعداد دس ہزار تھی عورتیں بھی حافظ تھیں، غلام بھی حافظ تھے، اور ایسے ایسے پڑھنے والے تھے جو ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ حضورؐ قرآن ترتیب و تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اسی طرح صحابہ کو سکھایا تھا۔ ہزاروں نسخے لکھے ہوئے تھے۔ یہ حدیث ہم نے کسی بیان میں نقل کی ہے۔ کہ حضورؐ نے ایک جگہ بہت سے قرآن لکھے ہوئے دیکھے۔ اور یہ روایت بھی ہے۔ کہ حضورؐ نے قرآن کو دشمنوں کے ملک میں پہنچانے سے منع فرمایا۔ یہ صورت بغیر کتابت کے ممکن نہیں۔ قرآن مجید کی اندرونی شہادتوں سے بھی ثابت ہے۔ کہ قرآن لکھا جاتا تھا۔ (اکتتبھا فہی تملیٰ علیہ بکرۃ واصیلا یعنی کافر کہتے ہیں۔ یہ تو پرانے قصے ہیں جن کو نبی لکھاتا ہے۔ اور لوگ لکھتے ہیں۔)

یہ بھی قرآن میں ارشاد ہے۔ کہ قرآن کو پاک آدمی ہاتھ لگائیں۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ کتاب لکھے ہوئے

صحیفہ ہی کو کہا جاتا ہے اور حدیثیں تو اس قسم کی بہت ہیں جن سے کتابت قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ اور جسے خدا اور رسول سے محبت ہو وہ قرآن دیکھ کر پڑھے (کنز العمال جلد اوّل)

ہم نے کتابت کے بیان میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کی کتابت کا التزام حضور نے ابتداہی سے فرمایا تھا۔ ایک تو وہ قرآن تھا جس کو حضور لکھاتے تھے یعنی سرکاری۔ باقی مختلف طور پر لوگ اپنے لئے لکھتے تھے اور جمع کرتے تھے ان لکھنے والوں کے انداز مختلف تھے۔ مثلاً کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی۔ آپ نے کاتبان وحی کو بلا کر لکھا دی۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان میں سے بھی بعض نے اپنے لئے لکھ لی۔ ان لکھنے والوں میں بعض ایسے بھی تھے کہ اس وحی کے متعلق اگر حضور نے کچھ ارشاد فرمایا تو بطور یادداشت انہوں نے اس کو بھی لکھ لیا۔ ان لکھنے والوں میں مختلف قبائل کے لوگ تھے اس لئے اپنے اپنے طرز و انداز پر لکھتے تھے۔ ایک وہ تھے جو آیات کو بترتیب سورۃ لکھتے تھے۔ بعض نے چند سورتیں اپنے یاد کرنے یا ورد کے لئے لکھی تھیں۔ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے مکمل قرآن لکھ لیا تھا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود۔ لیکن انہوں نے اس طرح لکھا تھا کہ بڑی بڑی سورتیں اول اس کے بعد چھوٹی چھوٹی سورتیں۔

بعض نے بہ ترتیب نزول کچھ آیات اور سورتیں لکھی تھیں لیکن اس میں اختلاف تھا کیونکہ حضور نے نہ بہ ترتیب نزول جمع کرایا۔ نہ اس طرح پڑھایا اور نہ تمام آیات و سور کی ترتیب نزول تمام صحابہ کو معلوم تھی۔ بعض نے اسی ترتیب سے

لکھا تھا۔ جس ترتیب سے حضورؐ نے لکھایا اور پڑھایا تھا۔ جو آج تک رائج ہے۔
جیسے حضرت عثمان وغیرہ اصحاب کہ انہوں نے حسب ترتیب و تعلیم رسول
لکھا۔ اس قسم کے لکھنے والوں کے قرآن بین الدفتین تھے۔ لیکن سرکاری جلد
بین الدفتین نہ تھی۔ ۱۲ ھ سلطان عمریہ

حضورؐ کی وفات کے بعد عرب میں فتنے اُٹھنے شروع ہوئے مدعیان
نبوت زور پکڑ گئے۔ بعض قبائل میں ارتداد پھیل گیا۔ اسلام کے خلاف ہر قسم کی
جدوجہد اور سازشیں ہونے لگیں۔ ادہر احد میں جنگ ہوئی۔ اس میں بہت سے
حفاظ شہید ہوئے۔ حضورؐ نے جو قرآن لکھایا تھا جس کو ہم نے سرکاری جلد
کہا ہے۔ وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ اور مختلف کاتبوں کا لکھا ہوا مختلف تختیوں پر
تھا۔ وہ ایک جلد میں مرتب نہ تھا۔ حضورؐ نے تعلیم و تلاوت میں ترتیب کرادی
تھی۔ چونکہ حضورؐ حیات تھے۔ اور سلسلہ وحی جاری تھا۔ کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔
کہ سلسلہ کلام کب تک جاری رہے گا۔ اس لئے حضورؐ نے سرکاری جلد کو بہ ترتیب
بین الدفتین جمع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ چونکہ حضورؐ کے بعد کثرت سے فتنے
برپا ہوگئے۔ اور حفاظ بھی بہ تعداد کثیر شہید ہوگئے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ ایسے حادثات کی صورت میں قرآن مجید کا اکثر حصہ تلف
ہو جائے گا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر سے کہا۔ کہ میری رائے ہے۔ کہ آپ قرآن
کے جمع کرنے کا حکم دیں۔ کچھ بحث و مباحثہ کے بعد اس پر اتفاق ہوگیا۔ ممکن تھا۔
کہ ایک یا چند اصحاب لکھ لیتے۔ یا جن اصحاب کے پاس قرآن جمع تھا۔ اُن کی
نقول کرا لیتے۔ اس قسم کی صورتوں میں اشرار کو شبہات پھیلانے کی گنجائش

ہوتی کہ کہہ دیتے کہ چند آدمیوں نے مل کر لکھ لیا ہے۔ یا اپنے خانگی نسخے کی نقل کی ہے۔ اور اس طرح قرآن میں کمی بیشی کی ہے۔ اس لیے بغرض اطمینان عام یہ منادی کرادی گئی۔ کہ جس شخص کے پاس حضورؐ کے سامنے کا لکھا ہوا کچھ ہے۔ وہ معہ دو گواہوں کے پیش کرے۔ اس کے لکھنے اور جمع کرنے پر حضرت زید بن ثابت معہ چند صحابہ کے مامور کئے گئے۔ چنانچہ اسی طرح جمع ہوتا رہا۔ حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے۔ کہ سورہ احزاب اور سورہ توبہ کی آخری آیات کوئی نہیں لایا۔ اور وہ مجھ کو یاد تھیں۔ پھر ان کو ابو خزیمہ لائے۔ جب ان کو لکھا گیا۔ یہ کارروائی خود بتاتی ہے۔ کہ سب کچھ بغرض اطمینان عام کیا جا رہا تھا۔ ورنہ زید عمر اور صحابہ جو شریک کار تھے سب حافظ تھے۔ خود لکھ سکتے تھے۔ لیکن جو شرط بغرض اطمینان عام مقرر کی گئی تھی۔ اس کے خلاف نہیں کیا گیا۔ جب ابو خزیمہ لائے۔ تو اس کو قبول کیا گیا۔ ابو خزیمہ سے شہادت نہیں طلب کی گئی۔ اس کی وجہ خود زید نے بیان کردی۔ حضورؐ نے ان کو ذو شہادتین (دو گواہی والا) قرار دیا تھا۔ اس لئے یہ نسخہ صرف ان تحریرات سے جمع کیا گیا۔ جو صحابہ نے خود حضورؐ کے سامنے لکھی تھیں کسی کے گھر کی لکھی ہوئی تحریر یا یاد سے جمع نہیں کیا گیا۔ اور اسی پر گواہی لی جاتی تھی۔ کہ انہوں نے یہ آیت حضورؐ کے سامنے لکھی ہے۔ یہ قرآن کپڑے کے ورق پر خط حیری میں لکھا گیا۔ اس نسخہ کو ام کہتے تھے۔

مرتب ہونے کے بعد وہ خلیفہ کے پاس رہا۔ کسی کا اس کو نقل کرنا یا اس میں تلاوت کرنا مذکور نہیں۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کے پاس لکھے ہوئے مرتب نسخے قرآن کے تھے۔ اگر نہ ہوتے تو لوگ اس کی نقلیں حاصل کرنے کو دوڑتے

Marfat.com

حضرت عثمان کے عہد خلافت تک کسی نے اس کو چھوا بھی نہیں۔ حضرت ابوبکر کے
بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی کے پاس رہا
اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ چونکہ حضرت عثمان کے پاس ذاتی نسخہ موجود
تھا۔ اس لئے انہوں نے طلب کرنا ضروری خیال نہ کیا۔

اس ترتیب و جمع کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ یہ تمام کتب حدیث و
تفاسیر میں موجود ہے۔ اس لئے کسی خاص حوالے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔
عہد خلافت سوم میں جب فتوحات اسلامی کی تکمیل ہو گئی۔ اور بہت سے نئے
بلاد زیر نگین خلافت آ گئے اس لئے اسلام و قرآن تمام ممالک میں پھیل گیا صحابہ
میں سے بھی بہت سے حضرات مختلف ممالک میں جا بسے اس لئے تابعین ہر جگہ
کثرت سے پیدا ہو گئے۔ جو مختلف اقوام و مختلف قبائل و ممالک کے تھے
قرآن حفظ کرنے والوں، پڑھنے والوں، لکھنے والوں کی تعداد لاکھوں سے
گذر گئی۔ خاص خطۂ عرب کے اقطاع و قبائل کی زبان میں مثل دیگر ممالک و السنہ
کے بعض الفاظ و محاورات میں اختلاف تھا۔ لیکن یہ ایسا اختلاف تھا۔ کہ اس
سے معنی و مفہوم میں فرق نہیں آتا تھا۔ مثلاً زید بن ثابت (تابوہ) کہتے تھے۔
قریش (تابوت) کہتے تھے۔ اہل یمن (س) کو (تا) سے بدل دیتے تھے۔
بجائے (الناس) کے (النات) بولتے تھے۔ اور "ک" کو "ش" سے بدل
دیتے تھے: "کلام" کو "شلام" کہتے تھے۔ اہل قبیلہ بنو ہذیل "ح" کو "ع"
سے بدل کر "حتی" کو "عتی" بولتے تھے۔ اہل قبیلہ حمیر "لام" تعریف کو "میم"
سے بدل کر بجائے "الشمس والقمر" کے "امشمس وامقمر" پڑھتے تھے۔

arfat.com

اہل قبیلہ قضاعہ یائے مشددہ یا مخففہ یا مفتوحہ کو جیم سے بدل لیتے تھے۔
"عشی" کی جگہ "عشج" بولتے ہیں بنو تمیم ہمزہ ابتدا کو "ع" بولتے تھے "اسلم"
کو "عسلم" کہتے تھے بعض قبائل مضارع کو مفتوح پڑھتے تھے بعض مکسور قریش
اور بنو اسد مضارع کی "ی" کو ضمہ یا فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ جیسے یفعل
یفعل۔ دیگر قبائل کے لوگ کسرہ کے ساتھ یفعل کہتے تھے۔ بنو اسد "ع" کو
"ن" سے بدل لیتے تھے "اعمی" کو "انمی" بولتے تھے (الافراد مطبوعہ بیروت
صفحہ ۵۶) اس اختلاف سے معنی و مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسے دہلی اور لکھنؤ
والے اردو میں "نہیں" بولتے ہیں۔ حیدرآباد دکن والے "نکو" کہتے ہیں۔ "قلم" کو
پنجابی "کلم" اور دکنی "خلم" کہتے ہیں۔ اہل دکن "ق" کو "خ" اور "خ" کو "ق" بولتے ہیں
قانون کو خانون اور خبر کو قبر بولتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں معنی و مطلب وہی
ایک ہے۔ قبائل کی زبان و تلفظ سے یہ اختلاف قرآن میں بھی رائج تھا۔ اور روز
بروز مختلف ممالک میں پڑھا جاتا تھا۔ ترمذی شریف میں حدیث ہے جس کا
یہ مفہوم ہے۔ کہ جب حضرت حذیفہ جنگ آذربائیجان سے واپس آئے (۲۵)
تو حضرت عثمان سے کہا۔ کہ قرآن کی قراءت میں لوگوں میں بہت اختلاف
ہے۔ قبل اس کے کہ لوگ گمراہ ہوں۔ آپ اس کا انتظام کر دیجئے۔ حضرت عثمان
نے ام المومنین حفصہ کے پاس سے وہ قرآن منگایا۔ جو عہد خلافت اول میں
جمع کیا گیا تھا۔ اور حضرت زید بن ثابت کو معہ چند صحابہ کے اس کی نقل پر مامور
کیا۔ زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی انتظام کیا جیسا کہ عہد خلافت اول میں کیا
تھا۔ اور اس نسخے کو بھی پیش نظر رکھا۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عمر سے فرمایا تھا۔ کہ ایک مہینے میں قرآن ختم کیا کرو۔ تو حضرت عثمان نے اس نسخہ کو تیس جزو پہ مرتب کرایا۔ (اس زمانہ میں جزو دس ورق کا مانا جاتا تھا۔) اس میں سورتوں کے نام اور دس آیتوں کے بعد نشان قائم کئے گئے اس نسخہ کا نام مصحف الامام ہوا۔ اس کی سات نقلیں کرا کر ایک مدینہ میں رکھ لی۔ دوسری عبداللہ بن سائب کے ہاتھ مکہ کو، مغیرہ بن شہاب کے ہاتھ شام کو، ابو عبدالرحمٰن سلمی کے ہاتھ کوفہ کو، عامر بن قیس کے ہاتھ بصرہ اور دو حاجیوں کے ہاتھ یمن و بحرین کو بھیجیں۔ مستدرک حاکم میں روایت ہے۔ کہ یہ قرآن کی تیسری تدوین تھی۔ یعنی قرآن تین مرتبہ مدون ہوا۔ ایک دفعہ عہد رسالت میں دوبارہ عہد خلافت اوّل میں۔ تیسری بار عہد خلافت سوم میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت۔ حضرت ابی بن کعب کے مصاحف کے متعلق بعض روایتوں میں ہے۔ کہ یہ مصاحف مصحف عثمانی کے خلاف تھے۔ اس سے مطلب وہی اختلاف قراءت ہے۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات قریشی نہ تھے۔ اس وجہ سے لغت قریش پر جمع کرنے کی انہوں نے اوّل مخالفت کی پھر سمجھ کر متفق ہو گئے۔ اور کوئی اختلاف نہ تھا۔ مصحف ابن مسعود موجود ہے۔ بعینہٖ یہی ہے۔ حضرت ابی کے نسخے کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے۔ ابی کے نسخے میں بھی وہی تھا۔ جو موجودہ قرآن میں ہے۔

## جامع قرآن

یہ لقب قدیم سے حضرت عثمان کا ہے۔ اس کے کئی وجوہ ہیں۔ اوّل یہ

arfat.com

کہ یہ قدیم الاسلام صحابی تھے۔ انہوں نے بہمہ وجوہ حضورؐ سے قرآن حاصل کر لیا تھا۔ دوم یہ کہ یہ کاتبان قرآن میں سے تھے اور اپنے لیے علیحدہ قرآن لکھتے تھے۔ سب سے پہلے عہد حضورؐ میں انہوں نے اپنا نسخہ مکمل کیا۔ تیسری یہ کہ انہوں نے تمام قرآن و امت کو لغت قریش پر جمع کر دیا۔

# جمع قرآن

جمع قرآن سے یہ مطلب ہے۔ کہ جن اصحاب نے جمیع وجوہ لغات و حروف قرارت خود حضورؐ سے قرآن یاد کیا۔ اور لکھا۔ (عمدۃ القاری) اصحاب کی تعداد لاکھوں تھی۔ اب کون بتا سکتا ہے۔ کہ ان میں کس قدر حفاظ تھے۔ جنہوں نے قرآن جمع کیا۔ انہیں کا شمار معلوم نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے۔ ان لوگوں نے حضورؐ کے عہد میں قرآن جمع کیا۔ ان کا کوئی شمار نہیں۔ (عمدۃ القاری) حدیثوں میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں صرف مشاہیر کا ذکر ہے۔ جن کی تعداد تیس ہے۔ ان میں سے ایک صاحب کے جمع میں بوقت وفات حضورؐ ایک یا دو سورتیں رہ گئی تھیں۔

حدیث کے ہر راوی نے اپنی اپنی معلومات کے موافق جمع کرنے والوں کے نام بتائے ہیں۔ ان میں سے چند روایات یہاں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ (ازالۃ الخفا، جلد دوم)

۲۔ معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو الدرداء، ابو زید، سعد

بن عبید، یہ سب انصار تھے، انہوں نے مکمل قرآن جمع کر لیا تھا۔ مجمع انصاری نے بھی جمع کیا۔ لیکن ایک یا دو سورتیں رہ گئی تھیں کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی۔

۳۔ ابی بن کعب، عثمان بن عفان، زید بن ثابت، تمیم الداری۔

۴۔ معاذ بن جبل، عبادہ بن الصامت، ابی بن کعب، ابو ایوب انصاری ابوالدرداء، (۲، ۳، ۴ یہ روایتیں طبقات ابن سعد جلد دوم میں ہیں۔)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چار اصحاب کا ذکر کیا ہے۔ ابوالدرداء معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت، ابوزید اور کہا۔ کہ ابوزید کے قرآن کا میں وارث ہوں۔ (بخاری باب فضائل قرآن) ابوزید لاولد تھے۔ انس ان کے بھتیجے تھے۔

۶۔ حضرت عثمان نے فرمایا حضورؐ کی حیات میں میں نے قرآن جمع کیا۔ (الریاض)

۷۔ عقبہ بن عامر نے قرآن جمع کیا۔ (تہذیب التہذیب)

۸۔ ابو موسیٰ اشعری، قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکنی، عبداللہ بن عمر بن العاص، عبداللہ بن حارث، ثابت بن بشیر بن ابی (عمدۃ القاری تاریخ خطیب بغدادی)

۹۔ صحابیات میں ام ورقہ بن نوفل نے قرآن جمع کیا (عمدۃ القاری)
غرض مختلف کتابوں میں مختلف روایات ہیں۔ سب کا نقل کرنا طوالت ہے۔

arfat.com

# ترتیب قرآن

ترتیب کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب نزولی یعنی جو آیت جس آیت کے بعد نازل ہوئی یا جو سورت جس سورت کے بعد نازل ہوئی آیات کی ترتیب نزولی سے کوئی قرآن نہیں لکھا گیا بعض صحابہ نے کچھ آیات ضرور لکھی تھیں۔ جو اُن کی موجودگی میں نازل ہوئی تھیں۔ نہ اس ترتیب سے کوئی قرآن مرتب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آیات میں باہم ربط ہے۔ اگر یہ ترتیب نزول لکھا جائے۔ تو کلام بے ربط ہو جائے۔ بعض نے کچھ سورتوں کو بہ ترتیب نزول لکھا تھا۔ لیکن اس میں اختلاف تھا۔ کیونکہ تمام اصحاب کو ترتیب نزول معلوم نہ تھی۔ حضور نے اس ترتیب پر نہ تعلیم کی نہ اس ترتیب سے پڑھا۔

دوسری قسم ترتیب رسولی ہے۔ یعنی جو ترتیب حسب تعلیم جبریل حضور نے تعلیم فرمائی۔ اس ترتیب سے قرآن جمع ہوا۔ اسی ترتیب سے لکھا گیا۔ اس ترتیب سے ربط آیات و سور قائم رہتا ہے۔ امام ابوبکر انباری فرماتے ہیں۔ کہ جبریل رسول کریم کو آیات و سور کے موقع بتا دیتے تھے سورتوں کا باہم اتصال ایسا ہی ہے۔ جیسے آیات و حروف کا یہ سب آنحضرت کی طرف سے ہے۔ (اتقان) سورتوں کی ترتیب وہی ہے۔ جو لوح محفوظ پر خدا کے نزدیک ہے (برہان کرمانی)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ کہ جب آیت (واتقوا یوما ترجعون فیہ) نازل ہوئی تو جبریل نے کہا اس کو سورہ بقر کی ۲۸۰ آیت ...

کے بعد لکھو (خازن)

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے جبریل نے کہا۔ کہ آیت (ان اللہ یامرکم بالعدل) فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد لکھو (اتقان) حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی حضورؐ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس کو فلاں سورت میں لکھو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ عباس۔ مسند امام احمد حنبل۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ابن حبان)

روایت ہے۔ کہ حضورؐ کے عہد میں سورہ انفال و سورہ برات کو قرینتین کہتے تھے۔ (روح المعانی جلد نہم) انفال کے بعد برات ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے بلال کو دیکھا کہ انہوں نے کچھ آیتیں ایک سورت کی پڑھیں کچھ دوسری سورت کی پڑھیں۔ آپ نے منع کیا۔ اور فرمایا قرآن کی ہر سورت کو اس کی ترتیب پہ پڑھو (ہدایۃ الترتیل صـ۲۸۳)

قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کی تصدیق ہوتی ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے (فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ ایسی ایک ہی سورت بنا لاؤ) بقر دوسری سورت ہے۔ اس سے پہلے سورہ فاتحہ ہے۔ اور ارشاد ہے۔ (قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات۔ تم ایسی دس سورتیں ہی گھڑ لاؤ) یہ آیت سورہ ہود میں ہے۔ جو گیارہویں سورت ہے۔

غرض حدیثوں میں اس ترتیب کی تصدیق کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ اور اس ترتیب کی خوبی ربط کے بیان سے واضح ہوگی۔ ترتیب نزدلی

Marfat.cc

پر اول تو سب کا اتفاق نہیں۔ دوسرے ربط کا کلام باقی نہیں رہتا۔ ہم ترتیب نزولی کو لکھتے ربط کے بیان سے مقابلہ کرنے سے موجودہ ترتیب کی عمدگی ظاہر ہوگی۔

## ترتیب سور قرآن مجید

| نام سورت | بقول ابن عباس بترتیب نزولی | بقول عکرمہ | بقول الحسین بن الحسین | بقول جابر بن زید | نمبر ترتیب مصحف عثمانی ترتیب موجودہ مروجہ |
|---|---|---|---|---|---|
| علق | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۹۶ |
| ن | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۶۸ |
| مزمل | ۳ | ۳ | ۳ | ۳ | ۷۳ |
| مدثر | ۴ | ۴ | ۴ | ۴ | ۷۴ |
| فاتحہ | ۰ | ۰ | ۰ | ۵ | ۱ |
| لہب | ۵ | ۵ | ۵ | ۶ | ۱۱۱ |
| کوّرت | ۶ | ۶ | ۶ | ۷ | ۸۱ |
| اعلیٰ | ۷ | ۷ | ۷ | ۸ | ۸۷ |
| لیل | ۸ | ۸ | ۸ | ۹ | ۹۲ |
| فجر | ۹ | ۹ | ۹ | ۱۰ | ۸۹ |
| ضحیٰ | ۱۰ | ۱۰ | ۱۰ | ۱۱ | ۹۳ |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| الم نشرح | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۲ | ۹۴ |
| عصر | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۳ | ۱۰۳ |
| عادیات | ۱۳ | ۱۳ | ۱۳ | ۱۴ | ۱۰۰ |
| کوثر | ۱۴ | ۱۴ | ۱۴ | ۱۵ | ۱۰۸ |
| تکاثر | ۱۵ | ۱۵ | ۱۵ | ۱۶ | ۱۰۲ |
| ماعون | ۱۶ | ۱۶ | ۱۶ | ۱۷ | ۱۰۷ |
| کافرون | ۱۷ | ۱۷ | ۱۷ | ۱۸ | ۱۰۹ |
| فیل | ۱۸ | ۱۸ | ۱۸ | ۱۹ | ۱۰۵ |
| فلق | ۱۹ | ۱۹ | ۱۹ | ۲۰ | ۱۱۳ |
| ناس | ۲۰ | ۲۰ | ۲۰ | ۲۱ | ۱۱۴ |
| اخلاص | ۲۱ | ۲۱ | ۲۱ | ۲۲ | ۱۱۲ |
| نجم | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۳ | ۵۳ |
| عبس | ۲۳ | ۲۳ | ۲۳ | ۲۴ | ۸۰ |
| قدر | ۲۴ | ۲۴ | ۲۴ | ۲۵ | ۹۷ |
| والشمس | ۲۵ | ۲۵ | ۲۵ | ۲۶ | ۹۱ |
| بروج | ۲۶ | ۲۶ | ۲۶ | ۲۷ | ۸۵ |
| تین | ۲۷ | ۲۷ | ۲۷ | ۲۸ | ۹۵ |
| قریش | ۲۸ | ۲۸ | ۲۸ | ۲۹ | ۱۰۶ |
| قارعہ | ۲۹ | ۲۹ | ۲۹ | ۳۰ | ۱۰۱ |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| قیامہ | ٣٠ | ٣٠ | ٣٠ | ٣١ | ٧٥ |
| ذیل لکل | ٣١ | ٣١ | ٣١ | ٣٢ | ١٠٤ |
| موسلات | ٣٢ | ٣٢ | ٣٢ | ٣٣ | ٧٧ |
| ق | ٣٣ | ٣٣ | ٣٣ | ٣٤ | ٥٠ |
| ق | ٣٤ | ٣٤ | ٣٤ | ٣٥ | ٩٠ |
| طارق | ٣٥ | ٣٥ | ٣٥ | ٣٦ | ٨٦ |
| اقتربت الساعۃ | ٣٦ | ٣٦ | ٣٦ | ٣٧ | ٥٤ |
| ص | ٣٧ | ٣٧ | ٣٧ | ٣٨ | ٣٨ |
| اعراف | ٣٨ | ان دو نے اس کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی | | ٣٩ | ٧ |
| جن | ٣٩ | ٣٨ | ٣٨ | ٤٠ | ٧٢ |
| یسین | ٤٠ | ٣٩ | ٣٩ | ٤١ | ٣٦ |
| فرقان | ٤١ | ٤٠ | ٤٠ | ٤٢ | ٢٥ |
| فاطر | ٤٢ | ٤١ | ٤١ | ٤٣ | ٣٥ |
| مریم | ٤٣ | ٠ | ٠ | ٤٤ | ١٩ |
| طٰہ | ٤٤ | ٤٢ | ٤٢ | ٤٥ | ٢٠ |
| واقعہ | ٤٥ | ٤٣ | ٤٣ | ٤٦ | ٥٦ |
| شعراء | ٤٦ | ٤٤ | ٤٤ | ٤٧ | ٢٦ |
| نحل | ٤٧ | ٤٥ | ٤٥ | ٤٨ | ١٦ |
| قصص | ٤٨ | ٤٦ | ٤٦ | ٤٩ | ٢٨ |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| بنی اسرائیل | ۴۹ | ۴۶ | ۴۷ | ۵۰ | ۱۷ |
| یونس | ۵۰ | ۴۸ | ۴۸ | ۵۱ | ۱۰ |
| هود | ۵۱ | ۴۹ | ۴۹ | ۵۲ | ۱۱ |
| یوسف | ۵۲ | ۵۰ | ۵۰ | ۵۳ | ۱۲ |
| حجر | ۵۳ | ۵۱ | ۵۱ | ۵۴ | ۱۵ |
| انعام | ۵۴ | ۵۲ | ۵۲ | ۵۵ | ۶ |
| صافات | ۵۵ | ۵۳ | ۵۳ | ۵۶ | ۳۷ |
| لقمان | ۵۶ | ۵۴ | ۵۴ | ۵۷ | ۳۱ |
| سبا | ۵۷ | ۵۵ | ۵۵ | ۰ | ۳۴ |
| زمر | ۵۸ | ۵۶ | ۵۶ | ۵۸ | ۳۹ |
| مومن | ۵۹ | ۵۷ | ۵۷ | ۵۹ | ۴۰ |
| فصلت | ۶۰ | ۵۹ | ۵۹ | ۶۰ | ۴۱ |
| شوری | ۶۱ | ۶۰ | ۶۰ | ۶۸ | ۴۲ |
| زخرف | ۶۲ | ۶۱ | ۶۱ | ۶۱ | ۴۳ |
| دخان | ۶۳ | ۵۸ | ۵۸ | ۶۲ | ۴۴ |
| جاثیه | ۶۴ | ۶۲ | ۶۲ | ۶۳ | ۴۵ |
| احقاف | ۶۵ | ۶۳ | ۶۳ | ۶۴ | ۴۶ |
| ذاریات | ۶۶ | ۶۴ | ۶۴ | ۶۵ | ۵۱ |
| غاشیه | ۶۷ | ۶۵ | ۶۵ | ۶۶ | ۸۸ |

Marfat.cc

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کہف | ۶۸ | ۶۶ | ۶۶ | ۶۷ | ۱۸ |
| نحل | ۶۹ | ۶۷ | ۶۷ | ۷۱ | ۱۶ |
| نوح | ۷۰ | ۶۸ | ۶۸ | ۷۲ | ۷۱ |
| ابراہیم | ۷۱ | ۶۹ | ۶۹ | [illegible] | ۱۴ |
| انبیاء | ۷۲ | ۷۰ | ۷۰ | ۷۱ | ۲۱ |
| مومنون | ۷۳ | ۷۱ | ۷۱ | ۷۲ | ۲۳ |
| سجدہ | ۷۴ | ۷۲ | ۷۲ | ۶۹ | ۳۲ |
| طور | ۷۵ | ۷۳ | ۷۳ | ۷۳ | ۵۲ |
| ملک | ۷۶ | ۷۴ | ۷۴ | ۷۵ | ۶۷ |
| حاقہ | ۷۷ | ۷۵ | ۷۵ | ۷۶ | ۶۹ |
| معارج | ۷۸ | ۷۶ | ۷۶ | ۷۷ | ۷۰ |
| نبا | ۷۹ | ۷۷ | ۷۷ | ۷۸ | ۷۸ |
| نازعات | ۸۰ | ۷۸ | ۷۸ | ۷۹ | ۷۹ |
| اذا السماء انفطرت | ۸۱ | ۸۰ | ۸۰ | ۸۰ | ۸۲ |
| اذا السماء انشقت | ۸۲ | ۷۹ | ۷۹ | ۸۱ | ۸۴ |
| روم | ۸۳ | ۸۱ | ۸۱ | ۸۲ | ۳۰ |
| عنکبوت | ۸۴ | ۸۲ | ۸۲ | ۸۳ | ۲۹ |
| تطفیف | ۸۵ | ۸۳ | ۸۳ | ۸۴ | ۸۳ |
| بقر | ۸۶ | ۸۴ | ۸۵ | ۸۵ | ۲ |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| انفال | ۸۷ | ۸۶ | ۸۶ | ۸۷ | ۸ |
| آل عمران | ۸۸ | ۸۵ | ۸۵ | ۸۶ | ۳ |
| احزاب | ۸۹ | ۸۷ | ۸۷ | ۸۸ | ۳۳ |
| ممتحنه | ۹۰ | ۸۹ | ۸۹ | ۹۰ | ۶۰ |
| نساء | ۹۱ | ۹۰ | ۹۰ | ۰ | ۴ |
| اذا زلزلت | ۹۲ | ۹۱ | ۹۱ | ۰ | ۹۹ |
| حدید | ۹۳ | ۹۲ | ۹۲ | ۰ | ۵۷ |
| محمد | ۹۴ | ۹۳ | ۹۳ | ۰ | ۴۷ |
| رعد | ۹۵ | ۹۴ | ۹۴ | ۰ | ۱۳ |
| رحمن | ۹۶ | ۹۵ | ۹۵ | ۰ | ۵۵ |
| دهر | ۹۷ | ۹۶ | ۹۶ | ۰ | ۷۶ |
| طلاق | ۹۸ | ۹۷ | ۹۷ | ۰ | ۶۵ |
| بینه | ۹۹ | ۹۸ | ۹۸ | ۰ | ۹۸ |
| حشر | ۱۰۰ | ۹۹ | ۹۹ | ۰ | ۵۹ |
| نصر | ۱۰۱ | ۱۰۰ | ۱۰۰ | ۹۱ | ۱۱۰ |
| نور | ۱۰۲ | ۱۰۱ | ۱۰۱ | ۹۲ | ۲۴ |
| حج | ۱۰۳ | ۱۰۲ | ۱۰۲ | ۹۳ | ۲۲ |
| منافقون | ۱۰۴ | ۱۰۳ | ۱۰۳ | ۹۴ | ۶۳ |
| مجادله | ۱۰۵ | ۱۰۴ | ۱۰۴ | ۹۵ | ۵۸ |

Marfat.cc

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| حجرات | ۱۰۶ | ۱۰۵ | ۱۰۵ | ۹۶ | ۴۹ |
| تحریم | ۱۰۷ | ۱۰۶ | ۱۰۶ | ۹۷ | ۶۶ |
| جمعہ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۹۸ | ۶۲ |
| تغابن | ۱۰۹ | ۱۰۹ | ۱۰۹ | ۹۹ | ۶۴ |
| صف | ۱۱۰ | ۱۰۷ | ۱۰۷ | ۱۰۰ | ۶۱ |
| فتح | ۱۱۱ | ۱۱۰ | ۱۱۰ | ۱۰۱ | ۴۸ |
| مائدہ | ۱۱۲ | ۸۸ | ۸۸ | ۰ | ۵ |
| توبہ | ۱۱۴ | ۰ | ۰ | ۰ | ۹ |

# تعلیم قرآن

حضورؐ صحابہ کو قرآن یاد کراتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا مجھ کو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) حضرت ابو سعید نے کہا۔ کہ قرآن ہم سے اسی طرح حفظ کرو۔ جیسے ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا (دارمی) حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم سے ستر سے زیادہ سورتیں یاد کیں۔ (بخاری) حضرت ابوالدرداء نے فرمایا میں نے قرآن رسول کریم سے پڑھا (تذکرۃ الحفاظ) حضرت زید بن ثابت نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول کریم سے ان کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے سترہ سورتیں یاد

کر لی تھیں۔ اس وقت میری عمر گیارہ برس کی تھی۔ (ابن خلدون۔ کامل ابن اثیر) جب کوئی نیا مسلمان ہوتا۔ حضورؐ اس کو کسی مہاجر کے سپرد کر دیتے۔ کہ اس کو قرآن پڑھاؤ (کنز العمال) جو جو قبائل مسلمان ہوتے۔ وہاں آپ تعلیم دینے کے لئے صحابہ کو مامور فرماتے اور اکثر اہل وفود مدینہ ہی سے تعلیم پاکر جاتے۔ (طبقات ابن سعد۔ استیعاب۔ زاد المعاد)

مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا جس پر مساکین صحابہ رہتے تھے وہاں روزانہ تعلیم قرآن ہوتی تھی۔ اس کو صفہ کہتے تھے۔

## سورتوں کے نام

سورتوں کا تعین اور ان کے اسماء یہ بھی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ (ایک ہی سورت ایسی بنا لاؤ) بخاری۔ ترمذی دارمی۔ نسائی۔ مسند امام احمد حنبل۔ مشکوٰۃ وغیرہ کتابوں میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں۔ جن پر سورتوں کے نام مذکور ہیں۔ ایک حدیث میں ہے۔ (ہر شئے کا قلب ہے۔ قرآن کا قلب یٰسین ہے) اور (ہر شئے کی زینت ہے قرآن کی زینت الرحمٰن ہے) حضرت عقبہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ (کیا میں سورت ہود اور سورہ یوسف پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا سورہ فلق ان سے مطیع ہے۔) اس طرح اور بہت سی سورتوں کے نام حدیثوں میں آئے ہیں۔ امام سیوطی فرماتے ہیں۔ کہ تمام سورتوں کے نام احادیث اور آثار سے ثابت ہیں کہ توقیفی ہیں۔ (اتقان)

# مکی - مدنی

بعثت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل قیام دو جگہ رہا۔ اوّل مکہ میں بارہ برس پانچ مہینے اکیس دن اس کے بعد آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی دس برس چھ مہینے نو دن گذرنے پر وفات پائی۔ اس کل زمانے میں جو سورتیں بحالت مقام مکہ نازل ہوئیں۔ وہ مکی ہیں اور جو قیام مدینہ کے زمانے میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ زمانہ قیام مکہ و مدینہ میں حضورؐ نے سفر بھی فرمائے ہیں۔ اور بحالت سفر بھی وحی نازل ہوئی ہے۔ زمانہ سفر کی وحی اسی مقام سے متعلق ہے جہاں حضورؐ کا مستقل قیام تھا۔

بعض سورتوں کے مکی و مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ بعض سورتوں کا نزول مکہ سے شروع ہوا۔ اور تکمیل مدینہ میں ہوئی۔ اس لئے ایسی سورتوں کے متعلق جنہوں نے آغاز نزول کا اعتبار کیا ہے۔ انہوں نے ان کو مکی قرار دیا ہے۔ اور جنہوں نے اختتام کا اعتبار کیا ہے۔ انہوں نے مدنی ٹھہرایا ہے۔

# تجزیہ قرآن

قرآن آٹھ اجزا پر منقسم ہے۔ منزل[۱]۔ سیپارہ[۲] یا جزو[۳]۔ ثلث[۴]۔ نصف[۵]۔ ربع[۶]۔ سورت[۷]۔ رکوع[۸]۔ آیت

منزل[۱]۔ سُور[۲]۔ آیت[۳]۔ یہ تین تو حضورؐ کی فرمودہ ہیں۔ [illegible]

احیاء العلوم جلد سوم) اس کے متعلق روائتیں سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و مسند امام احمد حنبل و طبقات ابن سعد میں ہیں۔

## سیپارہ یا جزو

سیپارہ فارسی لفظ ہے۔ عربی میں جزو کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا۔ کہ قرآن کو تراویح میں ختم کیا کرو۔ (شرح احیاء العلوم) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھایا تھا۔ وہ تیس جزو پر ہے (مفید القاری) اس لئے یہ تقسیم باعتبار حروف ہے۔ اس میں یہ لحاظ بھی ہے۔ کہ آیت پوری ہو جائے۔ اور مطلب میں ایسی کمی نہ رہے۔ جس سے تلاوت میں نقص واقع ہو سیپارہ پنجم (والمحصنٰت) میں بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت ختم نہیں ہوئی۔ لیکن یہاں آیت بالاجماع ہے۔ چونکہ مابعد ماقبل سے لفظی و معنوی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وقف تام نہیں وقف صالح ہے۔ اور مطلب بھی پورا ہو گیا ہے۔

چونکہ شمار حروف میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض سیپاروں کے آغاز و اختتام میں اختلاف ہے۔ جو مصر و مغرب میں رائج ہے۔

ہندوستان میں ہر سیپارہ ربع نصف ثلث پر تقسیم ہے مصر و مغرب میں ہر جزو دو حزبوں پر تقسیم ہے۔ اور ہر حزب ربع نصف ثلث پر تقسیم ہے۔ حزب کے ان حصوں کو مقرا بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں تقسیمیں باعتبار شمار حروف ہوئی ہیں۔ جو مجلس قرا نے عہد حجاج بن یوسف میں کی ہیں۔ جن میں امام حسن بصری یحیٰ بن معمر وغیرہ تھے۔

arfat.com

## رکوع

یہ بھی حضرت عثمان نے مقرر کئے ہیں۔ (رسالہ وقف)

---

# اسمائے اجزا

قرآن تیس سیپاروں پر منقسم ہے۔ ہر سیپارہ پر اس کا شمار لکھا ہوا ہے۔ جزو اوّل جزو دوم وغیرہ سیپاروں کے نام مقرر نہیں ہیں۔ ہر سیپارہ کی ابتدائی آیات کو جلی قلم سے اس لئے لکھا ہے۔ کہ تلاوت کرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سیپارہ شروع ہوا۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ ابتدائی لفظ سیپارہ کا نام ہے۔

# شمار

قرآن مجید کے نقاط حرکات حروف کلمات آیات سور سب کا شمار ہو چکا ہے۔

## نقاط

نقاط ۱۰۵۶۸۴ ہیں۔ نقاط و اعراب کا وجود لکھنے پڑھنے میں زمانہ قدیم میں تھا۔ (ادب العرب جلد اوّل) لیکن بعثت سے بہت پہلے پڑھنے میں تو رواج رہا لکھنے میں ترک کر دیا گیا۔ کیونکہ اہل عرب کے نفوس میں اس قدر ملکہ تھا۔ کہ ان کی زبان اغلاط سے محفوظ رہتی تھی۔ (اتقان) [illegible] ہجری میں شیخ یحییٰ بن یعمر نے قرآن میں نقطے لگائے۔ (نقط القرآن۔ الجامع لاحکام القرآن)

سب سے پہلے وضع قواعد نحو اور اعراب و نقاط کا حکم حضرت عمر نے ابوالاسود کو دیا تھا۔ لیکن یہ کام اس عہد میں نہیں ہو سکا کیونکہ حضرت عمر شہید ہو گئے اور ابوالاسود دوسرے کاموں میں مشغول رہے۔ (استذکار فی افضل الاذکار لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی)

## حرکات

حضورؐ نے فرمایا قرآن کو اعراب سے پڑھو۔ (جامع صغیر۔ تاریخ خطیب بغدادی) میں بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اعراب سب سے پہلے ابوالاسود دؤلی ۶۲ھ نے بصورت نقاط لگائے (رسوم المصحف۔ کتاب الطبقات) زیر زبر پیش، غنہ، تنوین یہ ابوالاسود کی ایجاد ہیں۔ خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے ہمزہ کے لئے سر عین (ء) تشدید کے لئے سر سین (ـّ) جزم کے لئے سر جیم (ـْ) مد کے لئے ایک خط (ـٓ) ایجاد کیا۔

## شمار حرکات

فتحات ۵۳۲۴۳۔ کسرات ۳۹۵۸۲۔ ضمات ۸۸۰۴۔ مدات ۱۷۷۱۔ تشدید ۱۲۷۴۔

## حروف

عہد خلافت اوّل میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے حروف کا شمار کیا۔ ۳۲۲۶۷۱ پھر تابعین میں مجاہد وغیرہ نے شمار کئے۔ اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ بعض نے حرف مشدد کو ایک قرار دیا ہے۔ بعض نے دو شمار کیا ہے۔

پ

arfat.com

## کلمات

کلمات کا شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بھی اختلاف ہے
اس کی بھی وہی وجہ ہے۔ جو اختلاف حروف کی ہے۔
مجاہد کا شمار ۷۶۲۵۰ ۔ حمید اعرج ۷۶۴۳۰ ۔ عبدالعزیز بن
عبداللہ ۷۰۴۳۹ ۔ اقوال عامہ ۸۶۴۳۰ ۔

## آیات

بعض سورتوں کی آیات کی تعداد حضورؐ نے بیان فرمائی ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ
کے متعلق فرمایا۔ وہ سات آیتیں ہیں۔ سورہ ملک کے متعلق فرمایا وہ تیس ۳۰
آیتیں ہیں۔ (اتقان) آیتوں کے شمار میں بھی اختلاف ہے۔ کیونکہ حضورؐ بعض
دفعہ آیتوں کے سرے پر ٹھہرتے تھے۔ اور بعض دفعہ وصل بھی فرمایا کرتے
تھے۔ لہٰذا بعض نے وصل کا اعتبار کیا ہے بعض نے فصل کا اعتبار کیا ہے۔
آیات کا شمار عہد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ہوا۔ کیونکہ انہوں نے
حکم دیا تھا۔ کہ تراویح میں فی رکعت تیس آیتیں پڑھی جائیں۔ حضرت عثمان۔
حضرت علی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت انس بن مالک۔ حضرت
ابوالدرداء حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عائشہ
نے آیتیں شمار کیں۔ حضرت عثمان کا شمار شامی مشہور ہے۔ اور عبداللہ بن
عامر الحصیبی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت علی کا کوفی۔ حضرت عبداللہ بن
مسعود کا مدنی اول حضرت عائشہ کا مدنی دوم۔ (فنون الافنان فی عجائب
القرآن لابن جوزی) بصری ۶۲۱۶ ۔ عراقی ۶۲۱۴ ۔ اہل طرز ۶۲۱۲

Marfat.com

شامی ۶۲۲۵۰ - کوفی ۶۲۳۶ - مدنی اوّل ۶۲۱۸ - مدنی دوم ۶۶۶ - اقوال عامہ کے موافق ۶۶۶۶ - اسماعیل بن جعفر مدنی ۶۲۱۴ ہے۔ امام جعفر صادق نے شمار کر کے آیات کی قسم وار تقسیم کی ہے۔ ان کی شمار حضرت عائشہ یعنی مدنی دوم کے برابر ہے۔ مقصود القاری میں ہے۔ (منقول است از امام جعفر صادق علیہ السلام کہ جملہ آیات قرآن مجید کہ شش ہزار و شش صد و شش اند۔ چہار صد آیت در تعویذ است و یک ہزار و دو صد در شرائع اسلام و یک ہزار در ترتیب سلطنت و شش صد در قصص و چہار صد در معاملات است و یک ہزار در عذر جرائم و یک ہزار در ضمان رزق و ہفت صد در جہاد و پنج صد در حج و باقی در حکم طلاق و نکاح)

جن آیات میں صراحت سے احکام کا بیان ہے۔ وہ ۱۵۰ ہیں۔ اور استنباط کے لحاظ سے کل احکامی آیات کی تعداد پانسو ہے۔ وہ آئتیں جن میں علوم کا ذکر آیا ہے۔ یا ان کی طرف اشارہ ہے۔ ۷۵۰ سے زیادہ ہیں چونکہ انسان کو باعتبار روحانیت کے مادیات سے زیادہ تعلق ہے۔ اس لئے وہ آئتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔

## رموز و اوقاف

بروقت وحی جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع آیت پہ وقوف کی ہدایت کرتے تھے۔ حضور اوقاف کی تعلیم فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان مقامات

Marfat.cc

کو معلوم کرتے تھے۔ جہاں قراءت میں ٹھہرنا منع ہے (اتقان) جہاں ٹھہرنا چاہیے اور جہاں ملا کر پڑھنا چاہیے۔ یہ سب حضورؐ کے ارشاد سے ہے لیکن زبانی تعلیم تھی۔ تحریر میں کوئی نشان مقرر نہ تھا۔ صحابہ کے عہد میں آیت کا نشان (۰۰۰) تین نقطے قرار پایا (اتقان نوع ۷۶) حضرت عثمان کے عہد میں دس آیتوں کے بعد (۵) یہ نشان لگایا گیا۔ اور آیتوں کے آخر میں نقطے دیے گئے۔ ابوالاسود نے آیت کا نشان (۰) گول دائرہ مقرر کیا۔ (۰) جملہ تمام ہونے کی علامت ہے۔ ذرا ٹھہرنا چاہیے اس کو آیت کہتے ہیں۔ اگر اس کے اوپر "لا" لکھا ہوا ہے تو یہ مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنے کا اختیار ہے۔ "م" لفظ لازم کا مختصر ہے۔ یہ مطلب ہے کہ ٹھہرنا ضروری ہے۔ "ط" مطلق کا مخفف ہے۔ مطلب یہ کہ آیت پوری ہو گئی۔ "ج" جائز کا مخفف ہے۔ یہ مطلب ہے کہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ نہ ٹھہرنے میں کچھ حرج نہیں۔ "ز" مجوز کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں سے گزر جانا چاہیے۔ "ص" علامت وقف مرخص ہے یعنی ملا کر پڑھنا چاہیے۔ ٹھہر گیا تو کچھ حرج نہیں۔

"ق" قیل علیہ الوقف کی علامت ہے۔ یعنی قول مرجح یہ ہے کہ یہاں ٹھہرنا چاہیے۔ مگر نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ "صلی" قد یوصل کی علامت ہے۔ یعنی یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔ "قف" صیغہ امر ہے یعنی ٹھہر جا۔ "ک" کذالک کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں ہے۔ "س" سکتہ کی علامت ہے یعنی یہاں اس قدر کم ٹھہرے کہ سانس نہ ٹوٹے۔ "وقفہ" سکتہ طویلہ کی علامت ہے۔ یعنی وقفہ زیادہ میں سانس لینے میں اس سے کم ٹھہرے۔ وقفہ اور سکتہ میں فرق یہ ہے کہ سکتہ اقرب بوصل ہے۔ اور وقفہ اقرب بوقف ہے۔

لا بغیر" ○ گول آیت کے یہ مطلب ہے۔ کہ یہاں ٹھہرنا جائز ہے۔ جہاں دو علامتیں لکھی ہوں۔ وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہوتا ہے۔ (ع) "ع" رکوع کی علامت ہے۔ عین کے اوپر کا ہندسہ سورت کے رکوع کا نمبر ہے۔ اور عین کے نیچے کا ہندسہ سیپارہ کے رکوع کا نمبر ہے۔ اور عین کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع ہے۔ بعض جگہ حاشیہ پر "مع" لکھا ہوتا ہے۔ یہ معانقہ کی علامت ہے۔ رموز و اوقاف تو قدیم سے ہیں لیکن زبانی تعلیم میں ملتے۔ گول دائرہ علامت آیت تو ابوالاسود متوفی ۶۹ھ ہجری کی ایجاد ہے باقی اکثر علامات ابوعبداللہ محمد بن محمد سجاوندی (آخر صدی ششم) کی ایجاد ہیں

## قرٔت و تجوید

علم تجوید کہ جس میں طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم میں آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو ادائے قرآن سے متعلق ہے۔ محصور کر لیا گیا ہے۔ چونکہ بعض قبائل کے لب و لہجہ میں کچھ فرق تھا۔ اس لئے حضورؐ نے اُن کے طریق پر بھی پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے قرائتیں بہت سی تھیں۔ علامہ ابو محمد مکی نے لکھا ہے۔ کہ کتابوں میں ستر ائمہ صاحب اختیار قرارت کی قرائتیں مذکور ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے۔ کہ قرائتیں بہت تھیں۔ جب ہمتیں پست ہو گئیں۔ توسبعہ قرارت کا رواج رہ گیا۔ قاریوں کے علمائے سلف نے دو گروہ قرار دئے ہیں۔ ایک وہ جن کی قرائتیں رواج پاکر کچھ عرصہ بعد معدوم ہو گئیں۔ صرف قدیم ضخیم کتابوں میں رہ گئیں۔ اس جماعت میں بھی صدہا بزرگ امام حسن بصری سلیمان بن

arfat.com

اعمش۔ ابو جعفر مدنی وغیرہ ہیں۔ دوسرے شمویں اس گروہ کی قرائتیں رائج ہیں قراء سبعہ عبد اللہ بن عامر ۱۱۸ھ عبد اللہ بن کثیر ۱۲۰ھ عاصم ۱۲۸ھ ابو عمر بن العلاء ۱۵۴ھ ابو عمارہ حمزہ ۱۵۶ھ نافع ۱۶۹ھ کسائی ۱۸۹ھ اسی جماعت میں سے ہیں۔ اختلاف قرات کا خاص سبب یہ تھا۔ کہ قرآن مجید کے کلمات دو قسم کے ہیں۔ ایک متفق علیہ یعنی وہ آیات جن کو صحابہ نے ایک ہی طرح پڑھا۔ اور ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرے مختلف فیہ جن کو صحابہ نے لغوی اختلاف یا لغوی وجوہ کی بنا پر مختلف طور پر پڑھا ہے۔ دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ ہیں۔ اور حضورؐ کے تعلیم کردہ ہیں مثلاً ایک صحابی نے صلہ اظہار تسہیل اور فتح سیکھا۔ دوسرے نے بغیر صلہ اظہار تسہیل فتح کے سیکھا تیسرے نے بغیر صلہ اتمام تسہیل اور امالہ کے سیکھا۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہ تھی۔ اور نہ اس سے کوئی ظاہری و معنوی نقص عائد ہوتا تھا۔ لہذا تابعین و تبع تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی قرات سے بپابندی شرائطی ترتیب سے قرات اختیار کر لی۔ اسی وجہ سے صدر اول کی قراتوں کا شمار نہیں ہے اور بعض الفاظ حضورؐ کے سامنے مختلف قراتوں سے پڑھے گئے بعض کو حضورؐ نے بھی بلحاظ وسعت کلام مختلف طریق سے پڑھا ہے تاکہ تمام معانی کا احاطہ ہو جائے۔ اس اختلاف کو قرات سبعہ متواترہ کہتے ہیں۔

قرات و تجوید کے متعلق سب سے پہلے ابو منصور محمد بن احمد الازہری ۲۲۰ھ اور امام شافعی نے کتاب ...

Marfat.com

# ربط

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں میں ربط ہے۔ لیکن اس کے سمجھنے کے لئے
وسیع علم کی ضرورت ہے۔ ربط کی بہت سی قسمیں ہیں عام، خاص، حسی، عقلی،
خیالی، تلازم ذہنی، جیسا کہ سبب و مسبب علت و معلول نظیرین و ضدین۔
وغیرہ علاقات میں ہوا کرتا ہے۔ جب اس قاعدہ کلیہ کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ تو
مناسبت کا اصول معلوم ہو جائے گا۔ اب ایک آیت کے بعد دوسری آیت
کو دیکھئے اگر وہ پہلی آیت کا تکملہ یا تتمہ ہے۔ خواہ احکام میں خواہ قصص میں
خواہ استدلال میں تو ارتباط ظاہر ہے۔ اور اگر ایک دوسرے کی تفسیر و شرح
یا تاکید ہے۔ یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب یا کسی سابقہ بیان کا تتمہ ہے تو بھی
مناسبت ظاہر ہے۔ اور اگر دونوں جملے بطور خود مستقل ہیں۔ تو اگر ایک دوسرے
پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ معطوف ہے۔ تو ضرور ان دونوں میں
علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا۔ جیسے آیت اللہ یقبض و یبسط
والیہ ترجعون میں قبض اور بسط میں علاقہ تضاد ہے۔ عذاب کے بعد ثواب
کا رحمت کے بعد غضب کا ترغیب کے بعد ترہیب کا ذکر جن آیات میں ہے
وہاں یہ علاقہ تضاد ہی ہے۔ اور اگر ان دونوں جملوں میں عطف نہیں تو ان میں
کوئی نہ کوئی رابطہ روابط ذیل میں سے ہوگا۔

۱۔ تنظیر یعنی ایک نظیر کو دوسری سے ملحق کرنا۔

۲۔ مضادت۔ ایک چیز کو بیان کرنے کے بعد اس کی ضد کو بیان کرنا۔

۳. استطراد ۔ ایک بات کا ذکر کرکے اس کے مناسب دوسری بات کو بیان کرکے جلد اصل مضمون کی طرف آجانا۔

۴. حسن التخلص یعنی ایک بات کو بیان کرنے کے بعد اس کے مناسب دوسرے مضمون کی طرف اس خوبی سے منتقل ہو جانا کہ سامع کو خیال بھی نہ آنے پائے۔ کہ کلام کا طرز بدل گیا ہے۔

غرض مناسبت و ربط آیات و سور سمجھنے کے لئے فصاحت و بلاغت کے اصول و فروع پر کافی عبور کی ضرورت ہے۔ ہم مثال کے لئے ایک موقع پیش کرتے ہیں۔ سورہ توبہ کی آیات کا ترجمہ ہے۔ (اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا، چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔ سو ان کو خوشخبری سنا دے عذاب دردناک کی جس دن آگ دہکاویں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے۔ اور کروٹیں اور پیٹھیں (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کے رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا۔ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ادب کے ہیں) عبارت تحت خط کا پہلے فقروں سے بظاہر کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا لیکن ان میں خاص مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ اوپر سے بیان ہوتا آرہا ہے۔ کہ کفار اور بت پرستوں سے اہل کتاب نے بھی مشابہت پیدا کر لی ہے جس طرح انہوں نے بتوں کو معبود اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح یہود اور نصاریٰ نے عزیر اور مسیح

Marfat.com

کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ اہل کتاب رشوت خوار عالموں اور درویشوں کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ جو توریت و انجیل کے احکامات کو پس پشت ڈال کر نئے نئے مسائل جاری کرتے ہیں۔ اور یہ اہل کتاب ان کی کورانہ تقلید کرنے میں ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہی حال ان کفار کا ہے۔ کہ رشوت خوار پجاریوں اور ظالم رئیسوں کے کہنے سے پرانے دستور دین ابراہیمی کے قانون کو بدل دیتے ہیں۔ دین ابراہیمی کا مسئلہ تھا۔ اور عرب میں رواج تھا۔ کہ رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ چار مہینے ادب و احترام کے تھے ان میں جنگ وجدال وغیرہ نہ کرتے تھے۔ لیکن راشی اور امیر اور پجاری لوٹ مار مچانے کے لئے یہ حکم لگا دیتے تھے۔ کہ اب کے سال محرم نہیں آئے گا یا محرم سے پہلے صفر کا مہینہ ہو گا۔ یا اس سال محرم کا مہینہ حلال رہے گا اس میں جنگ وجدل کی جائے یہ جاہل ان کے کہنے کے موافق عمل کرنے لگتے ہیں۔

اب تمام فقرات کا ربط ظاہر ہو گیا۔ آیات کی طرح سورتوں میں بھی باہم ربط ہے۔ مثلاً اول سورہ فاتحہ ہے۔ اس سورت میں بندوں کو تعلیم دی گئی ہے۔ کہ ہم سے طلب ہدایت و اصلاح کے لئے درخواست کرو۔ اس کے بعد دوسری سورت بقرہ ہے۔ اس میں اس درخواست کی منظوری ہے۔ کہ یہ کتاب ہدایت عطا کی جاتی ہے۔ اور ہدایت کے اصول و بعض مسائل کا بیان ہے۔ اس کے بعد تیسری سورت آل عمران ہے۔ اس سورت میں سزا اور جزا مبدا اور معاد و آخرت کا بیان ہے۔ جن کا معلوم ہونا اہل ہدایت کے لئے ضروری ہے۔ اور تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔ اس کے بعد چوتھی سورت نساء ہے۔ سورۃ سابقہ کا

Marfat.cc

اتمام مضمون تقویٰ پر ہُوا تھا۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا گیا ہے اس میں محل تقویٰ میں ایک تو وہ معاملات ہیں۔ جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں دوسرے معاملات باہمی تیسرے معاملات مابین اللہ والعبد۔

اس کے بعد سورہ مائدہ ہے۔ سورت سابقہ کا خاتمہ اس وعدے پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کو اس امر سے شروع کیا ہے کہ ہمارے بیان کردہ شرائع کی پوری طرح بجاآوری کرو۔ یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے آغاز وانجام میں ہے۔ باقی پوری سورتوں میں اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے۔

انعام ــ سورۃ سابقہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا۔ اس میں اثبات توحید ورسالت واصول شرائع مذکور ہیں۔ اثبات توحید ورسالت کے لئے قصص ہیں۔ اثبات قرآن واثبات بعثت کا بھی بیان ہے۔ اسی سلسلہ میں ان مضامین کی تائید واثبات کے لئے منکرین کے اعتقاد اور وعید وعدہ کے حالات ہلاکت مخالفین کی رسوم قبیحہ کا مذکور ہے۔ اور دین حق کی تعلیم ہے

اعراف ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ دین حق کی تعلیم ترغیب وترہیب پر ہُوا تھا۔ اس سورت میں دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے۔ اور معاد ونبوت اور مشرکین کے عناد وفساد کا ذکر ہے۔

انفال ۔ سورہ سابقہ میں مشرکین کے جہل وفساد وعناد کا مذکور تھا اس میں اس وبال کا بیان ہے۔ جو اس جہل وعناد کی وجہ سے ان پر آیا۔ اور اس کے ذیل میں منکرین ومومنین دونوں کو تذکیر نعم ونقم سے بھی خطاب ہے۔

Marfat.com

توبہ - سورہ سابقہ میں مشرکین کے عناد و فساد اور وبال کا ذکر تھا۔ اس میں اعلان نقض عہد اور محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے۔

یونس - سورہ سابقہ میں محاجہ کفار باللسان کا ذکر تھا۔ اس میں محاجہ کفار باللسان کا بیان اور ابطال شرک و بیان توحید و رسالت ہے۔ اور دین حق کی طرف اشارہ ہے

ہود - اس میں دین حق کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اور اس کے اظہار کا موجب اتمام محبت ہونا مذکور ہے۔ آخر میں تسلیہ رسول کا وعدہ ہے۔

یوسف - اس سورت میں حضرت یوسف کا قصہ بیان کر کے تسلیہ رسول کیا گیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ مخالفین کی مخالفت سے اہل حق کو ضرر نہیں ہوتا۔ آخر میں توحید و رسالت وعدہ وعید حقیقت قرآن کا بالاجمال مذکور ہے۔

رعد - اس میں سورہ یوسف کے مضامین کی تکمیل کی گئی ہے۔ لیکن رسالت کا بیان اس میں بھی بالاجمال ہے۔ حقیقت قرآن اور وعدہ وعید کا مذکور ہے۔

ابراہیم - اس میں مضمون رسالت کی تکمیل ہے۔ اور توحید و معاد کا مذکور ہے۔

حجر - معاد کے بعد سزا و جزا کے بیان کی ضرورت تھی۔ وہ اس سورت میں ہے اور توحید اور حقیقت قرآن اور تسلیہ رسول ہے۔

نحل - سورۃ سابقہ کا خاتمہ توحید اور عوام توحید کے وعید کے مضمون پر ہوا تھا۔ اس میں مضامین توحید پیرایہ امتنان ہیں۔

بنی اسرائیل - سورۃ سابقہ کے مضامین توحید کی تکمیل اس میں کی گئی ہے۔ اور بعض واقعات ترغیب و ترہیب کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

کہف - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون توحید پر ہوا تھا۔ اس میں مضامین توحید کے

arfat.com

سابقہ ابطال شرک و بیان رسالت و حقارت دنیا جزا و سزا ذم تکبر و جدال وغیرہ ہیں۔

مریم۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان توحید و رسالت پر ہے۔ اس میں ان کا اثبات اور معاد کا بیان ہے۔

طٰہٰ۔ سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور ان کا مدلل بیان بطرز جدید ہے۔

انبیاء۔ اس میں توحید و نبوت و معاد کی تحقیق ہے۔

حج۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون تمام ہوا تھا۔ اس صورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ نبوت کے متعلق شبہات کا جواب ہے۔ بعث و حساب و جنت و دوزخ و قیامت کا مذکور ہے۔

مومنون۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے بیان پر ہے۔ اس میں ان کی تاکید و تفصیل ہے۔ اور بیان آثار قدرت اللہ اور مکارم اخلاق وغیرہ کی تعلیم ہے۔

نور۔ سورۃ سابقہ کے آخر میں یہ بیان تھا کہ خلق انسان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کو احکام کا مکلف کیا جائے۔ اور آخرت میں جزا سزا دی جائے اس سورۃ میں احکام عملیہ اور توحید و رسالت ایمان لانے کا بیان ہے اور مناقب مطیعین و مثالب عاصیاں ہیں۔

فرقان۔ سورہ سابقہ میں مثالب عاصیاں تھے اس میں ذم شرک و مشرکین ہے۔ اور رسالت کا بیان ہے۔ اعمال فاضلہ و معاد کا ذکر و جواب شبہات متعلق رسالت ہے۔

شعراء - رسالت وقرآن کی حقانیت دلائل توحید توبیخ منکرین۔

نحل - سورہ سابقہ کا خاتمہ اثبات وحی و رسالت پر تھا۔ اس میں ان مضامین کی تکمیل ہے۔ اور اثبات توحید و معاد ہے۔

عنکبوت - سابقہ سورۃ کا خاتمہ اس امر پر تھا۔ کہ منکرین سعی کرتے ہیں۔ کہ لوگ دین حق سے منحرف ہو جائیں۔ اس سورۃ میں استقامت علی الدین کے متعلق احکام ہیں۔

روم - سورۃ سابقہ میں استقامت علی الدین کے موانع کے متعلق احکام تھے۔ اس میں بعض واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو اہل ایمان کی تقویت و فرحت کا باعث ہوں اور کفار کے تعنت و عناد کی تکذیب اثبات توحید اور بعض اعمال و مدح قرآن۔

لقمان - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مدح قرآن پر ہوا تھا۔ اس سورۃ کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ اور ذم شرک و ذکر معاد اور لقمان کو حکمت عطا ہونے کا مذکور ہے۔ وہ حکمت کیا تھی معرفت حق۔

سجدہ - کتاب حکمت کی حقیقت کا اثبات تسلیہ رسول و توبیخ منکرین و جواب مطاعن منکرین۔

احزاب - سورۃ سابقہ کا اختتام کفار کے اس طعن کے جواب پر تھا۔ کہ وہ بطور حقارت و تذلیل رسول سے کہتے تھے۔ کہ جس فیصلۂ آخرت کو آپ کہتے ہیں۔ وہ کب ہوگا۔ اس سورۃ میں ان کے جواب میں حضور کی منصوریت و محبوبیت کا ذکر ہے۔

سبا - سورۃ سابقہ کا خاتمہ حمد الٰہی پر تھا۔ اس کی ابتدا اسی مضمون سے ہے اور

بیان توحید و رسالت وحقیقت قرآن وتسلیہ رسول وترہیب کفار و اثبات توحید

فاطر۔ سابقہ مضمون اثبات توحید کی تکمیل و ابطال شرک وتسلیہ رسول۔

یٰسین۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ کفار کے استکبار و انکار نبوت پر ہوا تھا۔ اس میں اثبات رسالت تسلیہ رسول اثبات توحید ہے۔

صٰفٰت دلائل توحید وبعث و رسالت

ص۔ منکرین رسالت کی مذمت اثبات رسالت تسلیہ رسول توحید و مجازات

زمر۔ اثبات توحید ابطال شرک مذمت مکذبین۔

مومن۔ توحید پر استدلال تہدید مجادلین فی الحق تسلیہ رسول۔

حم سجدہ۔ توحید و رسالت وتسلیہ رسول ترغیب صبر وغیرہ حقیقت قرآن توبیخ منکرین۔

شوریٰ۔ توحید وابطال شرک بعث وجزا مذمت انہماک فی الدنیا ترغیب طلب آخرت۔

زخرف۔ تحقیر دنیا تہدید منکرین ابطال شرک اثبات وحی و رسالت۔

دخان۔ اثبات توحید وعید منکرین۔

جاثیہ۔ توحید وثبوت معاد۔

احقاف۔ توحید و معاد۔

محمد۔ سورۃ سابقہ کا اختتام ذم منکرین پر تھا۔ اس سورت کی ابتدا اسی مضمون سے ہے۔

فتح۔ سورۃ سابقہ کے ختم میں بذل النفس والاموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی

Marfat.com

اس سورۃ میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں واصلاح آفاق بالجہاد۔

حجرات۔ سورۃ سابقہ میں اصلاح آفاق بالجہاد ہے۔ اس میں اصلاح النفس بالارشاد ہے۔

ق۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ اشارہ وقوع مجازات پر تھا۔ اس میں بعث و جزا کا مضمون ہے۔ اس کا امکان اس کا وقوع اس کے واقعات ہیں۔

الذاریات۔ تحقیق معاد ذم منکرین وجزاء فریقین وعید یوم موعود۔

طور۔ پہلی سورت وعید یوم موعود پر ختم ہوئی ہے۔ اس کی ابتدا اسی مضمون سے ہے۔ اس کے بعد مومنین کے لئے وعدہ ہے۔ اور بحث مجازاۃ وتوحید ورسالت ہے۔

نجم۔ مضامین توحید ورسالت ومجازات۔

قمر۔ پہلی سورۃ کا خاتمہ قرب ساعت کے مضمون پر تھا۔ اس کی ابتدا اسی سے ہے۔ ومضامین نقم ہیں۔

رحمٰن۔ پہلی سورۃ میں مضامین نقم زیادہ تھے۔ اس میں مضامین نعم ہیں۔

واقعہ۔ سورۃ سابقہ میں نعم دنیویہ کے بعد قیامت ودوزخ وجنت کا بیان تھا۔ اس میں نعم دنیا سے پہلے اس کا مذکور ہے۔

حدید۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ تسبیح پر ہے۔ اس کی ابتدا تسبیح سے ہے۔ وہاں امر تھا۔ یہاں خبر ہے۔

مجادلہ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان صفت باری تعالےٰ پر تھا۔ اس کا افتتاح اس سے ہے۔

حشر۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مذمت منافقین پر تھا۔ اور ان کا یہود سے محبت رکھنا مذکور تھا۔ یہاں یہود کے بغض و عقوبت وغیرہ کا مذکور ہے۔

ممتحنہ۔ سورۃ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی رکھنے کی مذمت تھی۔ اس میں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات اور دوستی اور مشرکات سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔

صف۔ سورۃ سابقہ میں کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت تھی۔ اس میں ان سے مقابلہ کا بیان ہے۔

جمعہ۔ سورۃ سابقہ میں کفار کا مستحق عقوبت و قتل ہونا مذکور تھا۔ اس میں یہود کا مستحق مذمت و وعید ہونا مذکور ہے۔

منافقون۔ سورہ سابقہ میں یہود کا ذکر تھا۔ اسمیں ان کے دوستوں منافقین کا مذکور ہے۔

تغابن۔ پہلی سورۃ کا خاتمہ تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت پر ترہیب پر ہے۔ اس میں اہل تحصیل و تعطیل کے مجازاۃ کی تفصیل اور مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے۔ اور ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور ہے۔

طلاق۔ سورۃ سابقہ میں ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا۔ اس میں ان کے بعض حقوق کا ذکر ہے۔

تحریم۔ سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور حقوق رسالت۔

ملک۔ سورۃ سابقہ میں حقوق رسالت کا ذکر تھا۔ اس میں حقوق توحید اور اس کے ایفاء و اخلاق پر جزا و سزا کا بیان ہے۔ اور منکرین توحید کی طرف رد ہے

Marfat.com

سخن ہے۔

قلم۔ پہلی سورت میں منکرین توحید کی طرف روئے سخن تھا اس میں منکرین نبوت کی طرف ہے۔ اور کفار کے لئے عقوبت دنیویہ واخرویہ کا مذکور ہے۔ اور اثبات مجازات کفار۔

حاقہ۔ مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں۔ اور حقانیت قرآن۔

معارج۔ مجازاۃ اور بعض اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

نوح۔ سورۃ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان ہے۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب پر عقوبت کا ذکر ہے۔ کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ اور تسلیہ رسول و عقوبت انکار رسالت ہے۔

جن۔ توحید و رسالت و مجازاۃ سے ترغیب۔

مزمل۔ سورۃ سابقہ میں کفار کو توحید و رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی اس میں ان کے ایمان نہ لانے پر تسلیہ رسول ہے۔

مدثر۔ سورہ سابقہ میں تسلیہ رسول مقصوداً اور انذار کفار تبعاً تھا۔ اس میں انذار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً مذکور ہے۔

قیامہ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان آخرت پر ہوا اس میں احوال آخرت کی تفصیل ہے۔ اور اثبات مجازاۃ کفار ہے۔

دہر۔ تفصیل مجازاۃ و ترغیب و ذکر قیامت۔

مرسلات۔ وقوع و تفصیل کے اسباب و کیفیات مجازات۔

Marfat.cc

نبا۔ قیامت کا بیان اور واقعات جزا و سزا۔

نازعات ۔ واقعات سورۃ سابقہ کے مکذبین کی تخویف و تکذیب و تسلیہ رسول۔

عبس ۔ سورۃ سابقہ میں قیامت کے متعلق مضامین تھے۔ اس میں بھی وہی مقصود ہے۔

تکویر۔ اس میں سوابق و لواحق واقعات قیامت کا بیان ہے۔

انفطار۔ اس میں سورۃ سابقہ کے بیان کی تفصیل اور مجازاۃ۔

تطفیف ۔ مجازاۃ اعمال کا بیان ہے۔ اور ان میں سے اہتمام کے لئے بعض اعمال متعلق بالعباد کا مذکور ہے۔

انشقاق ۔ تفصیل مجازات۔

بروج ۔ پہلی سورت میں فریقین کے مجازات تھے۔ اس میں اہل ایمان کا تسلیہ اور کفار کے لئے وعید ہے۔

طارق ۔ تحقیق وعید کے لئے اعمال کا محفوظ رہنا۔ اور امکان بعث و وقوع بعث۔

اعلیٰ ۔ عمل تذکیر بالقرآن فلاح آخرت تہیہ للآخرۃ۔

غاشیہ ۔ تہیہ للآخرۃ کرنے اور نہ کرنے والوں کی سزا و جزا و اثبات قدرت و بعث و مجازات۔

فجر ۔ سورۃ سابقہ میں مجازات فریقین کا ذکر ہے۔ اس میں نظم مقصود فریقین کے اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

Marfat.com

بلد۔ سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازات کا بیان تھا۔ اس سورت میں بھی بیان ہے۔ مگر وہاں کثرت اعمال شر تھی یہاں کثرت اعمال خیر ہے۔

شمس۔ سورۃ سابقہ میں اعمال ایمانیہ وکفریہ کے مجازاۃ اخرویہ کا بیان تھا۔ اس میں مجازاۃ کفریہ پر مجازاۃ دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے۔

لیل۔ اس میں سورت سابقہ کے بیانات کی تکمیل ہے۔ اور مہمات اصول و فروع کا عنوان کلی سے بیان ہے۔ اور ان کی تصدیق وتکذیب پر وعدہ و وعید ہے۔

ضحی۔ سورہ سابقہ کا خاتمہ ان افضال پر ہے۔ جو مومنین پر ہوں گے جس میں رسول و متبعین رسول دونوں شامل ہیں۔ اس میں صرف ان افضال کا ذکر ہے۔ جو رسول پر ہوئے۔ اور بعض اعمال خیر کا مذکور ہے۔

الم نشرح۔ اس میں سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل ہے۔ آنحضرت پر جو افضال الٰہی ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد دو حکم اور ہیں۔ جو تکمیل و ترقی کے رکن ہیں۔

تین۔ سورۃ سابقہ میں رسول پر افضال الٰہی کا ذکر تھا۔ اس میں عام انسانوں اور عمل صالح کرنے ترقی کرنے والوں کے انعام کا ذکر ہے۔

اقرا۔ اس میں انسان پر افضال کا ذکر ہے۔ اور اس کی ترقیات و سرکشی کا مذکور ہے۔

قدر۔ اس میں انسان پر اس فضل کا ذکر ہے۔ جو سورت سابقہ میں علم الانسان مالم یعلم کے عنوان سے مذکور ہے یعنی کتاب ہدایت اس کو دی گئی۔

بینہ۔ سورۃ قدر میں کتاب ہدایت کے نزول کا ذکر ہے جس کے اہل کتاب

Marfat.cc

منتظر تھے۔ اس سورۃ میں ان سے مطالبہ ہے۔ کہ اب باطل کو چھوڑ کر اس پر ایمان لاؤ۔ اور اہل ایمان کی جزا کا ذکر ہے۔

زلزال۔ پہلی سورت کا خاتمہ اہل ایمان کی جزا کے ذکر پر ہے۔ اس میں اس جزا کے ملنے کا وقت بتایا گیا ہے۔ اور نیکی اور بدی کے انجام کا مذکور ہے۔

عادیات۔ سورۃ سابقہ میں نیکی اور بدی کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے۔ کہ جس کو قبول کرنے میں کسی سلیم الطبع کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اس میں نہ قبول کرنے والوں کی ہٹ دھرمی اور سرکشی اور ان پر اہل ایمان نمازیوں کی تاخت کا ذکر ہے۔ پھر قبروں سے اٹھنے اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا ذکر ہے۔

قارعہ۔ سورۃ سابقہ میں خدا کے سامنے حاضر ہونے کا ذکر تھا۔ اس میں اس وقت کا بیان ہے یعنی قیامت اور اس کے ہولناک حوادث کی خبر دی گئی ہے۔

تکاثر۔ سورۃ سابقہ میں انسان کو ہولناک وقت سے خبردار کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ حرص دنیوی نے تجھ کو غافل کر دیا ہے۔ تم سے خدا کی نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔

عصر۔ سورۃ سابقہ میں حرص اموال وغیرہ سے انسان کی غفلت کا ذکر اور ہونے والے سوال کا ذکر تھا۔ انسان یہ سمجھتا ہے۔ کہ جو کچھ ہے حصول اموال وجاہ ہی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ ان کا حاصل کرنا کامیابی نہیں ہے۔ بلکہ ان پر حرص موجب خسارہ ہے۔

ہمزہ۔ سابقہ سورۃ میں کہا گیا تھا۔ کہ انسان خسارہ میں ہے۔ اس میں خسارہ

Marfat.com

میں پڑنے کے اسباب کا بیان ہے۔

فیل۔ سورت سابقہ میں جو اخلاق رذیلہ بیان ہوئے ہیں۔ وہ قریش میں بہت رائج تھے۔ اس کے بیان کے بعد اس ہولناک واقعہ کا ذکر ہے۔ جس سے قریش کو بچایا گیا۔ ورنہ وہ بالکل برباد ہو جاتے۔

قریش۔ اس میں قریش سے مطالبہ ہے۔ جیسا کہ سورت سابقہ میں بیان ہے۔ کہ ان کو اصحاب فیل سے بچایا جو تمہارے معبد کو منہدم کرنے آئے تھے۔ اب تم بت پرستی چھوڑ کر اس گھر کے رب پر ایمان لاؤ۔

ماعون۔ سابقہ سورۃ میں قریش کو اپنا انعام یاد دلایا ہے۔ اس میں ان امراض روحانیہ کا ذکر ہے۔ جو انسان کی ظاہری و باطنی خرابی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور یہ امراض قریش میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعض بدنصیب ایسے امراض میں مبتلا تھے کہ جو دنیا میں اپنا ذکر خیر چھوڑ جانے کا کوئی سامان نہیں کرتے تھے۔

کوثر۔ پہلی سورت میں ایسے بدنصیبوں کا ذکر ہے۔ کہ جو اپنا ذکر خیر چھوڑنے کا کوئی سامان نہیں کرتے۔ اس میں یہ مذکور ہے۔ کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں۔ کہ جن کے سینوں میں حکمت کی نہریں جاری ہیں۔ اور وہ اپنے ذکر خیر کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی بدنصیبوں کی طرح بے نشان ہوں گے۔ اور رسول کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آپ کامیاب ہیں۔

کافرون۔ سورۃ سابقہ میں بتایا گیا ہے۔ کہ اے رسول! تمہارے لئے ہر قسم کی کامیابی ہے۔ اور تمہاری عصمت و شوکت قرار پا چکی ہے۔ اس میں کہا جاتا ہے۔ کہ تم علی الاعلان کافروں سے کہہ دو۔ کہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش

نہیں کر سکتا خواہ تم کہیں بھی سعی کرو۔ کتنا ہی لالچ دو اور تم سے بھی امید نہیں کہ تم میرے معبود پر ایمان لاؤ گے۔

نصر۔ سابقہ سورۃ میں جو رسول کو اشارۃً کامیابی کی بشارت دی گئی تھی۔ اس میں اس کو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کے لئے نصرت ہے۔

لہب۔ سورۃ سابقہ میں خدا کے فرمانبرداروں کی نصرت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں سرکشوں کے خسارہ کا ذکر ہے۔

اخلاص۔ سورۃ سابقہ میں بوجہ شرک مشرکین کے خسارہ میں ہونے کا ذکر تھا۔ اس میں توحید خالص بتائی گئی۔ کہ اس پر ایمان لاؤ۔ یہ راہ نفع کی ہے۔

خلق وناس۔ سورۃ سابقہ کے مضمون توحید کی دوسرے انداز پر تکمیل کی گئی ہے۔

## مصاحف قدیم

امام ابن حزم نے لکھا ہے۔ کہ عہد خلافت اول میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ تھے۔ (کتاب الفصل الملل والنحل جلد دوم)

## مصاحف عہد خلیفہ اوّل

ا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول نے جو قرآن جمع کر دیا تھا اس کو ام کہتے تھے بہ تاحیات

Marfat.com

حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہا۔ پھر خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد مروان بن حکم گورنر مدینہ نے وہ نسخہ لے لیا۔ جو ۲۶ھ ہجری میں ایک سفر میں اس کے پاس سے گم ہو گیا۔

۲۔ مصحف عثمان۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ لکھا تھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ کتبہ عثمان ابن عفان۔ اسی مصحف میں آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ کہ حسب پیشین گوئی آنحضرتؐ باغیوں نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری اور خون آیت فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم۔ پر گرا (فتح العزیز)

حضرت عثمان کے بعد یہ خلفاء بنی امیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم نے ۱۶۹ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ (فتح العزیز) حافظ ابو عمر نے مقنع میں لکھا ہے۔ کہ عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے اس کی زیارت کی تھی۔ شیخ ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں اس کی زیارت کی امیر تیمور کے عہد میں (آغاز صدی دہم ہجری) ابو بکر الشاشی نے حضرت عبد اللہ کے مزار پر رکھ دیا تھا جنگ عظیم کے بعد (یہ جنگ ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی) جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی۔ تو یہ نسخہ کہیں سے بالشویک کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اب ماسکو میں ہے۔ (سبیل الارشاد)

## مصاحف علی

۱۔ ایک نسخہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اب تک موجود ہے۔
(تاریخ القرآن اسلم)

arfat.com

۲۔ ایک نسخہ جامع ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانے [illegible] سلطان صلاح الدین نے خزانہ شاہی میں محفوظ کرا دیا تھا۔ اب تک موجود ہے۔

۳۔ آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت علی نے ایک قرآن [illegible] تین دن میں مرتب کیا تھا۔ اس کو ۳۷۷ھ میں ابن الندیم نے ابی یعلیٰ [illegible] کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ چند اوراق [illegible] ہوئے تھے [illegible]

۴۔ ایک نسخہ مدینہ منورہ میں امانات مقدسہ میں تھا جو وقت [illegible] امانات مقدسہ مدینہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہو گئیں۔ ان میں یہ مصحف بھی گیا [illegible] (کشف الہدیٰ)

۵۔ ایک نسخہ جامع سیدنا حسین میں قاہرہ (مصر) میں ہے۔

اس عہد کے اور بھی متعدد نسخوں کا ذکر کتابوں میں ہے۔

## مصاحف عہد خلافت دوم

امام ابن حزم نے لکھا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] مسلمانوں کے پاس قرآن ایک لاکھ سے کم نہ تھا [illegible] مصر میں ایک شخص کے پاس اس عہد کا لکھا ہوا ایک [illegible] برخوردار پروفیسر قاضی عبدالصمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] عہد کے مصاحف کا ذکر کتب تاریخ میں ہے [illegible] صحابہ کے مرقومہ نہیں [illegible] ان کا ذکر [illegible]

Marfat.com

# مصاحف عہد خلافت سوم

۲۵ھ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف اَم جو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ منگوا کر اس کی سات نقلیں کرائیں ایک اپنے پاس بطور سرکاری جاد کے رکھی۔ اس وجہ سے اس کو مصحف الامام کہتے تھے اور چند نقلیں مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام، بحرین پہنچا دیں۔

۱۔ مصحف الامام:۔ اس پر لکھا ہوا ہے۔ هذا ما اجمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم زيد بن ثابت وعبد الله بن الزبير وسعيد ابن العاص۔ آگے اور اصحاب کے نام ہیں (نفح الطیب مصری جلد اول) یہ مصحف تاحیات حضرت عثمان کے پاس رہا۔ پھر حضرت علی کے پھر امام حسن کے پاس رہا خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کو ملا۔ وہاں سے کسی طرح اندلس چلا گیا۔ وہاں سے مراقش کے دار السلطنت فاس میں پہنچا (تاریخ ادریسی و تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ آگیا جنگ عظیم میں ترک گورنر فخری پاشا دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

۲۔ مصحف مکی:۔ حضرت عثمان نے جو نسخہ مکہ بھیجا تھا۔ وہ ۶۵۷ھ تک قیادِ تراب میں تھا۔ محمد بن جبیر اندلسی سیاح نے ۵۷۸ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی ابو القاسم احمد متوفی ۶۶۵ھ نے بھی اس کی زیارت کی تھی۔ شیخ عبد الملک نے ۶۵۷ھ میں اس کی زیارت کی مولوی شبلی نعمانی نے لکھا ہے۔ کہ جس زمانہ میں انہوں نے سیاحت کی تھی۔ یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا۔ (تہذیب الاخلاق

علی گڑھ صفر ۱۳۲۹ھ ہجری، مولوی صاحب، نے غالباً ۱۸۹۶ء میں سیاحت کی تھی۔ سلطان عبد الحمید خان ثانی کے عہد میں (یہ سلطان ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اور کم و بیش پچیس تیس برس حکومت کی) جب مسجد میں آگ لگی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔ ( )

۲۔ مصحف شامی :- مورخ احمد مقری نے ۱۰۳۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر امرا بنی زین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا۔ اہل قرطبہ نے اس کو سلطان عبد المومن کی سپرد کیا۔ اس سلطان کے حکم سے ابن بشکوال نے سہ شنبہ ۱۱ شوال ۵۵۱ھ میں قرطبہ سے دار السلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس تھا۔ اسی سال خلیفہ مذکور جنگ تلمسان میں مارا گیا۔ اور یہ مصحف بھی گم ہو گیا۔ لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہنچ گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر فاس لے آیا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

۴۔ مصحف بصری :- یہ مصحف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ اس کو سلطان صلاح الدین نے تیس ہزار اشرفی میں خرید کیا تھا۔ (ماخوذ از مقری)

۵۔ مصحف مکی :- کتب خانہ جامعہ ازہر مصر میں ہے۔

۶۔ مصحف بحرین :- فرانس کے کتب خانہ میں ہے۔

۷۔ مصحف کوفی :- قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

۸۔ مصحف عثمانی دوم :- جامع مسجد حسین قاہرہ میں ہے۔

۹۔ مصحف عثمانی سوم :- کتب خانہ جامع ملیہ دہلی میں ہے۔

۱۰۔ مصحف عثمانی چہارم:۔ انڈیا آفس لنڈن کے کتب خانہ میں ہے۔ اس پر
لکھا ہوا ہے۔ (کتبہ عثمان بن عفان) یہ نسخہ شاہانِ مغلیہ کے پاس تھا۔ اکبر
بادشاہ کی اس پر مہر ہے۔ ۱۸۲۵ء میں یہ نسخہ میجر راونس کو ملا اس نے ایسٹ
انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دے دیا وہاں موجود ہے۔ اس کے ۱۸۱ صفحات ہیں۔
فی صفحہ ۱۶ سطریں ہیں۔ سورتوں کے نام ٹیڑھے خط میں لکھے ہیں۔ اور دس آیتوں
کے بعد ایک نشان ایسے حرف کی صورت میں ہے۔ جو ایک قدیم مغربی زبان
کے حرف کی طرح ہے۔ دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ طول و عرض
$9\frac{1}{2}$ - $13\frac{3}{4}$ ہے۔

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

۱۱۔ مصحف ابن مسعود:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے تین دفعہ مصحف لکھا
چونکہ یہ قدیم الاسلام تھے۔ اس لئے ابتدا میں جو آیتیں نازل ہوتیں یہ لکھ لیتے
تھے۔ اور طویل سورتیں علیحدہ لکھیں۔ پھر ایک مکمل قرآن لکھا۔ چونکہ یہ قریشی نہ تھے
اس لئے ان کا یہ نسخہ لغت قریش کے خلاف تھا۔ حضرت عثمان کے عہد میں
جب لغت قریش پر لکھا گیا۔ تو اول انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر متفق ہو گئے اور
ایک قرآن لغت قریش کے موافق لکھا۔ یہ نسخہ کتب خانہ شیخ الاسلام میں مدینہ
منورہ میں موجود ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ ابراہیم حمدی مدنی مدیر
کتب خانہ مذکور ۱۳۵۵ھ ہجری میں اس کو لے کر ہندوستان آئے تھے۔ اس
کی زیارت کرا کر امراء ہند سے انہوں نے خوب رقمیں وصول کیں۔ آخر حیدر آباد

Marfat.cc

دکن آئے۔ اور چند ماہ اس مکان میں مقیم رہے جس میں راقم سطور رہتا تھا۔ اس حقیر نے بارہا اس مصحف کی زیارت کی ہے۔ برخوردار پروفیسر عبدالصمد صارم سلمہ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد نے بھی بارہا زیارت کی ہے۔

## مصاحف عہد خلافت چہارم

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادگان کے مرقومہ مختلف مصاحف اور اوراق کثرت سے مختلف مقامات پر ہیں۔ ایک نسخہ حضرت علی کا مرقومہ جامعہ ملیہ دہلی کے کتب خانہ میں ہے۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔ یہ نسخہ فتح دمشق میں امیر تیمور کے ہاتھ لگا تھا۔

مصاحف حسنی: امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ ایک نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں ہے۔ ایک تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔ ایک کابل میں ہے۔ اس کے ایک ورق کا فوٹو مجلہ کابل نے ۱۳۱۱ ہجری میں شائع کیا تھا۔

مصحف حسینی: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔

امام زین العابدین بن امام حسین کا مرقومہ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

امام جعفر صادق کا مرقومہ نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔

امام علی رضا کا مرقومہ نسخہ بڑودہ لائبریری میں ہے۔ یہ نسخہ ایران سے کسی طرح سلاطین گجرات کے قبضہ میں آیا اور احمد آباد کے خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔

Marfat.com

جب مرہٹوں نے احمد آباد کو لوٹا۔ تو یہ نسخہ بھی لوٹ میں بروڈہ آگیا۔
ابو المجید خواجہ عماد الدین رومی سنہ ۶۹۸ ہجری المعروف یاقوت بن عبد اللہ رومی کا بدست خلیفہ مستعصم باللہ کا لکھا ہوا قرآن مجید کتب خانہ بھوپال میں ہے۔

## تواتر

کسی بات کو اس قدر آدمی بیان کریں۔ کہ ان کا جھوٹ پر متفق و مجتمع ہونا محال ہو۔ اس کو تواتر کہتے ہیں۔ یہ شرف جس چیز کو حاصل ہو اس کی صداقت پر شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ تواتر کی چار قسمیں ہیں۔ ایک تواتر اسنادی جو سند صحیح مسلسل مذکور ہو۔ دوسرے تواتر توارث یعنی ایک نسل سے دوسری نسل نے لیا ہو۔ بیٹے نے باپ سے اور باپ نے اپنے باپ سے۔ تیسری تواتر طبقہ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا۔ بس اس قدر علم ہو کہ پچھلے طبقہ نے پہلے طبقہ سے لیا۔ چوتھے تواتر قدر مشترک یعنی چند متفرق اطلاعات ہیں جن کے الفاظ و عبارت علیحدہ ہوں۔ مفہوم میں بھی تغیر ہو۔ ایک شئے کے متعلق کچھ معلومات کا حاصل ہو جانا۔

قرآن مجید کو اول و دوم و سوم قسموں کا تواتر حاصل ہے۔ قسم چہارم کا تعلق قرآن سے نہیں۔ صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے سب نے کچھ نہ کچھ قرآن حضور سے سنا اور یاد کیا۔ ان میں ہزاروں حفاظ تھے۔ دس ہزار حفاظ زیادہ مشہور معروف تھے۔ سینکڑوں قراء تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے خود حضور سے قرآن پڑھا۔ باقی حضور کے زیر اہتمام مسجد نبوی میں مدرسہ قائم

arfat.com

تھا۔ ہزاروں قاریوں کی سندیں مسلسل اس زمانہ سے لے کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صدہا کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں۔

قرآن مجید میں تعلیم کا تواتر تو ثابت ہے ہی۔ اور تمام فضلا نے اس کو شرح و بسط سے مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ لیکن ہم ایک نئی بات کہتے ہیں جس کو ہم نے مختلف کتب سیر و تاریخ سے حاصل کیا ہے۔ کہ قرآن مجید کو کتابت میں بھی تواتر حاصل ہے۔ منشی ممتاز علی دہلوی جن کے لکھے ہوئے لاتعداد قرآن مجید شائع ہوئے ہیں اور جن کے تلامذہ کثرت سے اس شغل میں مشغول ہیں۔ ان کی سند کتابت کئی طرح سے یعنی انہوں نے کئی استادوں سے قرآن کا لکھنا سیکھا ہے۔ ایک سند ان کی ہم نقل کرتے ہیں۔ ممتاز علی عن قاضی علی احمد سیوہاروی عن حافظ سعید الدین عن حافظ ابراہیم عن حافظ نور اللہ عن نیر جامی عن آقا عبدالرشید دیلمی۔ ان کا سلسلہ بہ کثرت کتب سیر میں مذکور ہے۔

## سبعۃ احرف

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ علامہ دانی نے لکھا ہے۔ سبعۃ احرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں یہی قول اکثر محققین اور جمہور اہل ادا کا ہے۔ (المقنع) علامہ دانی نے لغات مختلفہ کی یہ تشریح کی ہے۔ کہ سبع قبائل فصیح عرب کے الفاظ و محاورات ہیں دیگر اسنہ یا قبائل کے الفاظ و محاورات نہیں ہیں۔ عرب کے سات فصیح عرب قریش بنو سعد۔ بنو تمیم۔ بنو ہذیل۔ بنو اسد۔ بنو ربیعہ۔ بنو قضاعہ ہیں (اتقان) یہ ساتوں

قبیلے ایک ہی زبان کی فصیح قبائل تھے۔ یہ ایک دوسرے کے عمدہ محاورات کو بھی استعمال کرتے تھے۔ جیسے اردو میں دہلی اور لکھنو کی زبان فصیح ہے۔ اور ان دونوں شہروں کے فصحا ایک دوسرے کے محاورات والفاظ کو استعمال کرتے ہیں اسی طرح قریش بھی باقی چھ قبائل کے محاورات والفاظ کو استعمال کرتے تھے۔

## نسخ

قرآن مجید میں نسخ کے بعض علماء قائل نہیں ہیں۔ اور جو علماء قائل ہیں۔ ان میں نسخ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ شاہ ولی اللہ صرف پانچ جگہ نسخ کے قائل ہوئے ہیں (فوز الکبیر)، نسخ سے یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ پہلا حکم غلط تھا۔ اس لئے اس کو بدل دیا گیا۔ بلکہ حکم شرعی اس حکم الہٰی کو کہتے ہیں۔ جو افعال مکلفین سے متعلق ہو۔ نسخ انتہائے حکم شرعی کا بیان ہے۔ لہٰذا نسخ حکم یہ معنی ہوئے۔ کہ وہ اس حکم الہٰی کا انتہائے بیان ہے۔ جو افعال مکلفین سے متعلق ہے۔ اور اس کی غرض یہ ہے۔ کہ مکلفین منتہائے حکم کی تعمیل کر کے وہ مقاصد و مدارج اعلیٰ حاصل کریں۔ جو موجب علم و حکم ازلی اللہ سبحانہٗ کے بصورت نسخ ظاہر ہوئے ہیں۔

## بعض فواید و اصطلاحات متعلق قرآن مجید

### وحی

جو پیغام و کلام خداوند ذوالجلال کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا۔ اس کو وحی کہتے ہیں۔ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وحی متلو جس کو وحی جلی بھی کہتے ہیں۔ وحی

متلو وہ وحی ہے۔ جس کے الفاظ و معنی و مطالب سب خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہے۔ دوسرے وحی غیر متلو جس کو وحی خفی کہتے ہیں۔ وحی غیر متلو وہ وحی ہے کہ معنی و مطالب خدا کی طرف سے ہے۔ اور عبارت نبی کی ہے۔

وحی متلو قرآن مجید ہے۔ وحی غیر متلو حدیث ہے۔

## وحی آنے کے طریقے

وحی کے آنے کے چھ طریقے احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

۱. فرشتہ وحی لے کر آئے اور ایک آواز گھنٹی کی سی معلوم ہو۔

۲. فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔

۳. فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر کلام کرے۔

۴. اللہ تعالیٰ بحالت بیداری نبی سے کلام کرے جیسے کہ شب معراج میں ہوا۔

۵. حق تعالیٰ نے خواب میں کلام فرمائے۔

۶. فرشتہ خواب میں کلام کرے۔

۵، ۶ ان اقسام کی وحی قرآن میں نہیں حدیث میں ہے۔

## انزال و تنزیل

انزال ایک دم اتارنے کو کہتے ہیں تنزیل بتدریج اتارنے کو کہتے ہیں۔ سورہ قدر میں ارشاد ہے۔ (ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا) شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ (وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا) ان آیات میں انزال کا ذکر ہے۔ خداوند کریم نے شب قدر

Marfat.com

میں ماہ رمضان میں لوح محفوظ سے قرآن مجید کو اکدم سمار دنیا پر اتارا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمان دنیا پر اتارا وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ (مستدرک حاکم جلد ثانی)

## لوح محفوظ

یہ کسی کتاب یا تختی کا نام نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ علمی کا نام ہے جس میں تمام معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں۔

## تعوذ واستعاذہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ رسول کریم نے فرمایا ہے۔ کہ اعوذ مجھ کو جبرائیل سے پہنچی ہے۔ (مفید القاری) اس لئے بعض ائمہ نے قبل از قرات اعوذ پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے بعض نے مستحب کہا ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے۔ فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

## تسمیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو کہتے ہیں ہر سورت کے آغاز پر بسم اللہ لکھنے کا حکم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ سوائے سورہ برات کے سورہ برات پر بسم اللہ اس لئے نہیں لکھی گئی کہ جبرئیل اس سورت کے ساتھ بسم اللہ کو نہیں لائے۔

التذکار فی افضل الاذکار۔

## آیت

قرآن کا وہ جملہ جو ماقبل و مابعد سے منقطع ہو

## سورہ

سورہ حد کو کہتے ہیں۔ اس لیے قرآن کے ہر جزو محدود کو سورۃ کہتے ہیں یعنی آیتوں کا مجموعہ

## رکوع

قرآن کی ہر بڑی سورت منقسم ہے۔ اس کے ایک حصہ کو رکوع کہتے ہیں جس میں چند آیات ہوتی ہیں۔

## منزل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سات دن میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ ورد کے لیے آپ نے سورتیں تقسیم کر لی تھیں۔ آپ کے روزانہ ورد کو حزب یا منزل کہتے ہیں۔

## سبع طوال

قرآن کی سات بڑی سورتیں بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، انفال معہ توبہ۔

## سبع المئین

وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہیں۔ سورہ یونس سے سورہ فاطر تک۔

## سبع المثانی

سورہ یٰسین سے ق تک سو آیت سے کم والی سورتیں

## مفصل

سورہ ق سے آخر قرآن تک مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی ہیں

Marfat.com

علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ طوال مفصل۔ ق سے مرسلات تک۔ ۲۔ اوساط مفصل۔ سورہ نبا سے ضحیٰ تک۔ ۳۔ قصار مفصل۔ الم نشرح سے ناس تک۔

## مقرار

قراء و حفاظ اپنے تلامذہ کو حفظ کرانے کے لئے حزب کے جو حصے مقرر کریں۔

## مقری

پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرءت تفسیر علم ناسخ و منسوخ ان علوم کے ماہر کو کہتے تھے۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ ابی جعفر النحاس)

## حافظ

جس کو تمام قرآن زبانی یاد ہو۔

## قاری

قرآن کو بقاعدہ تجوید قراءت پڑھنے والا۔

## معوذتین

سورہ ناس اور سورہ فلق کو کہتے ہیں۔

## فسطاس القرآن

سورہ بقرہ

## قلاقل

چاروں قل۔ ناس۔ فلق۔ اخلاص۔ کافرون۔

## حوامیم

جن سورتوں کے شروع میں حم ہے

# آیات المواریث

وراثت کے احکام کی آیتیں۔

## علوم

جس قدر علوم قرآن مجید کی صیانت وحفاظت وغیرہ کے لئے ایجاد ہوئے ہیں ان کی تعداد تین سو ہے۔ امام سیوطی نے ان کو اسی انوع میں محدود کیا ہے۔ ہم یہاں خاص خاص کو لکھتے ہیں۔ اور ہم کو جہاں تک تحقیق ہو سکا ہے۔ کہ کس علم پر پہلا مصنف کون ہے۔ اس کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ یہ علوم تو قدیم ہیں یعنی ان کی اصل تمہید تو حضورؐ سے ہے۔ لیکن تصانیف کا سلسلہ بعد میں شروع ہوا ہے۔ ان پر پانچ سو سے زیادہ تصانیف ہیں۔

علم مکی و مدنی:- یعنی یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ ناسخ آیتوں کا علم ہوتا ہے۔ یعنی حکم بعد کی نازل ہوئی یا اس حکم سے مجموعہ کی تخصیص کرے گی۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو محمد علی بن ابی طالب قیسی نحوی متوفی ۴۳۷ھ کی ہے۔

علم حضری و سفری:- یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت سفر میں نازل ہوئی یا بحالت اقامت

علم صیفی و شتائی:- یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت موسم سرما میں نازل ہوئی یا گرما میں

علم فراشی و نومی:- یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ حضور بستر پر آرام فرما رہے تھے مگر بیدار تھے یا بحالت خواب نیز پاک بچھونے سے

Marfat.com

دقت :۔

علم ارضی وسماوی :۔ بعض ایسی آئتیں ہیں۔ کہ ان کا نزول نہ زمین پر ہوا نہ آسمان پر۔ بلکہ فضا میں کسی مقام پر ہوا۔ جیسے سورہ بقرکی آخری آئتیں۔ کہ ان کا نزول جب ہوا۔ کہ حضورؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تھے۔ (مسلم)

علم ابتدائی :۔ یعنی سب سے پہلے کونسی آئتیں نازل ہوئیں۔ اسی میں اوائل مخصوصہ شامل ہیں۔ وہ آئتیں جو سب سے پہلے خاص خاص معاملات کے متعلق نازل ہوئیں۔

علم انتہائی :۔ سب سے آخر میں کون کون سی آیات نازل ہوئیں۔

علم سبب نزول :۔ یعنی یہ آیت کس موقعہ پر کس ضرورت سے کس سوال پر نازل ہوئی۔ اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ علی بن مدینی محدث ۲۳۴ھ کی ہے۔

علم موافقات صحابہ :۔ یعنی کس صحابی نے کس معاملہ کے متعلق کچھ کہا۔ اسی کی رائے کے موافق آیت نازل ہوئی۔

علم تکرار نزول :۔ ان آئتوں اور سورتوں کا علم جو مکرّر نازل ہوئیں ہیں اس پر شیخ ابو محشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری ۴۷۸ھ نے پہلے تصنیف کی۔

علم مقدم و موخر :۔ ان آیات کا علم جن کا حکم ان کے نزول سے یا ان کا نزول ان کے حکم سے موخر ہوا۔

علم تفریق :۔ یعنی اس کا علم کہ قرآن کے کون کون سے حصے متفرق نازل ہوئے۔ کیونکہ بعض سورتیں مکمل نازل ہوئی ہیں۔ جیسے فاتحہ اخلاص کوثر وغیرہ۔

علم مشیع :۔ بعض آئتیں اور سورتیں ایسی ہیں۔ کہ جب ان کا نزول ہوا تو۔ ان کی

مشاعت کے لئے فرشتے نازل ہوئے۔ جیسے سورہ انعام۔

علم سابق وخاص :- بعض آیتیں ایسی ہیں۔ کہ ان کا نزول انبیاء سابقین پر بھی ہوا تھا۔ بعض ایسی ہیں۔ کہ ان کا نزول خاص حضور پر ہوا۔

علم کیفیت تنزیل :- قرآن کے نازل ہونے کی کیفیت۔

علم اسماء قرآن وسور :- اس پر پہلی تصنیف شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب زرعی معروف ابن قیم جوزیہ ۷۵۱ھ کی ہے۔

علم جمع وترتیب قرآن

علم تعداد :- یعنی سورتوں، آیتوں، کلمات، حروف کی تعداد کا علم اس پر پہلی تصنیف شیخ ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری ۴۷۸ھ نے کی۔

علم حفاظ وروات

علم اسناد :- یعنی عالی ونازل سندوں کا علم۔

علم وقف وابتدا :- یعنی جہاں سے قراءت شروع کرنی چاہئے۔ اور جہاں ٹھہرنا چاہئے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سری نحوی ۳۱۱ھ کی ہے

علم موصول ومفصول :- یعنی جو باعتبار الفاظ کے بالترتیب ہیں۔ اور باعتبار معنی کے علیحدہ معلوم ہوں۔

علم امالہ وفتح :- امالہ اور فتح ان فصحاء عرب کی زبان کی دو مشہور لغتیں ہیں۔ جن کی زبان کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ اہل حجاز کی زبان فتح کے لئے مخصوص ہے۔ اہل نجد امالہ کرکے بولتے ہیں۔

علم ادغام اظہار اخفاء اقلاب

Marfat.com

علم مدوقصر

علم تخفیف ہمزہ

علم تحمل قرآن

علم آداب تلاوت :- اس پر پہلی تصنیف امام محی الدین ابوزکریا یحیٰ نووی (نوی دمشق کے پاس ایک موضع ہے) ۶۷۶ھ کی ہے۔

علم غریب :- یعنی کم استعمال ہونے والے الفاظ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو فید معراج ۱۰۲ھ کی ہے۔

علم الفاظ مختلفہ :- یعنی حجاز کی زبان کے سوا دیگر حصص عرب کی کون کون سی زبانوں کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

علم الفاظ معرب :- یعنی ممالک غیر کی زبان کے کون کون الفاظ معرب کر کے قرآن میں لائے گئے ہیں۔ لیکن امام شافعی امام ابن جریر شیخ ابو عبیدہؒ قاضی ابوبکر، شیخ ابن فارس جیسے مقتدر ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اور در حقیقت یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ خود قرآن میں ارشاد ہے۔ قرآناً عربیاً یہ خیال بعض کو بعض مشکل الفاظ سے پیدا ہو گیا ہے۔ عربی زبان میں اتنی قدر الفاظ اور محاورات اور مادے ہیں۔ کہ اس کو کسی دوسری طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ تئیس لاکھ پانچ ہزار چار سو بارہ ہے۔ (کتاب العین خلیل ابن احمد بصری ۱۷۰ھ)

ڈاکٹر لیبان کا قول ہے۔ عربی زبان میں کثرت سے محاورے ہیں۔ جو شاید کسی زبان میں نہیں پائے جاتے۔ عربی زبان میں بعید وسعت ہے (تمدن عرب)

عربی زبان کے متعلق ایک مرتبہ نوشیروان عادل اور نعمان بن المنذر میں مباحثہ ہوا۔

نوشیرواں نے تسلیم کیا۔ کہ عرب کی زبان طاقتور ہے۔ (بلوغ الارب فی احوال العرب)

پروفیسر ونٹو نے لکھا ہے۔ عربی زبان ایسی قوت و بلاغت کے ساتھ حجاز کی سرزمین میں اس وقت بھی بولی جاتی تھی۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر ارض موعود کی تلاش میں عرب کی وادیوں سے گذر رہے تھے۔ (اسٹڈیز آف لنگوئج)

امام شافعی جیسے ماہر انسان کا قول ہے۔ کہ عربی زبان میں ایسی وسعت ہے کہ اس کا احاطہ بجز نبی کے کسی اور سے ممکن نہیں۔

<u>علم وجوہ نظایر</u> :- اس پر عکرمہ حضرت ابن عباس ۱۰۵ھ نے تصنیف کی وجوہ وہ مشترک لفظ جو کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ نظایہ باہم موافقت رکھنے والے مرادف وہم معنی الفاظ۔

<u>علم ادوات</u> :- یعنی حروف اور ان کے مشتمل اسماء افعال اور اسماء ظروف کا علم۔

<u>علم ضمایر</u> :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری م ۲۸۹ھ کی ہے۔

<u>علم تذکیر و تانیث</u>

<u>علم تعریف و تنکیر</u>

<u>علم افراد و جمع</u> :- اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدہ الاخفش الاوسط المتوفی کی ہے۔

<u>علم [illegible]</u>

علم محکم و متشابہ:۔ متشابہ وہ آیات جو مختلف المعانی ہیں۔ محکم اس کا عکس اس پر پہلی تصنیف شیخ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی معروف تاج القراء ۵۰۱ھ کی ہے۔

علم مقدم و موخر:۔ ان آیتوں کا علم جن میں کلام کی تقدیم و تاخیر ہے۔

علم خاص و عام:۔ عام وہ لفظ ہے جو بغیر کسی حصر اور شمار کے اپنے مناسب معانی کا استغراق کرے۔ خاص اس کے خلاف۔

علم کنایات و تعریض

علم حصر و اختصاص:۔ مخصوص طریق سے کسی امر کو کسی امر کے ساتھ خاص کرنا یا کسی امر کے لئے کوئی حکم ثابت کرنا۔ اس کے ماسوا اس حکم کی نفی کرنا حصر کہلاتا ہے۔ حصر کو قصر بھی کہتے ہیں۔

علم ایجاز و اطناب:۔ اس پر پہلی تصنیف امام سیوطی ۹۱۱ھ کی ہے۔

علم خبر و انشاء

علم بدیع:۔ یعنی مجاز ارداف تمثیل وغیرہ اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ ابو محمد قاسم ابن قرطبی ۳۴۰ھ کی ہے۔

علم فواصل آیات:۔ جس طرح شعر کے آخری لفظ کو قافیہ سجع کے آخری لفظ کو قرینہ کہتے ہیں۔ اسی طرح آیت قرآن کا آخری کلمہ فاصلہ کہلاتا ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد ابن یزید واسطی ۳۰۶ھ کی ہے۔

علم فواتح:۔ یعنی سورتوں کا افتتاح کس نوع سے ہوا۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو محمد قاسم بن قرطبی ۳۴۰ھ کی ہے۔

علم خواتم :- یعنی سورتوں کا اختتام کس نوع سے ہُوا۔

علم مناسبت :- یعنی آیتوں اور سورتوں میں باہم کیا مناسبت ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی الفرج محمد بن علی ہمدانی ~~۴۰۰ھ~~ کی ہے۔

علم آیات متشابہات :- اس پر پہلی تصنیف امام کسائی ~~۱۸۹ھ~~ کی ہے۔

علم اعجاز قرآن :- اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد بن یزید واسطی ~~۳۰۶ھ~~ کی ہے۔

علم استنباط علوم :- اس پر پہلی تصنیف قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ~~۵۴۲ھ~~ کی ہے۔ شیخ نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ستر ہزار علوم ہیں یہ تو گھر کی بات ہے۔ باہر والوں سے سنئے ڈاکٹر مورس فرانس نے لکھا ہے قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب شائقین علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع اور قوانین کا عام انسائیکلو پیڈیا ہے بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات روز بروز نئے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ (الا یارول) پروفیسر ڈیونٹ لکھتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ فلکیہ فلسفہ ابانیات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے۔ وہ قرآن سے ماخوذ ہیں (تاریخ القرآن) اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں کہ دنیوی علوم کا استنباط قرآن سے کس طرح ہوا ہے۔

علم مجمل و مبین :- مجمل وہ ہیں جن کی دلالت واضح نہ ہو جیسے اس کے مقابل ...

علم ناسخ و منسوخ :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبیدہ قاسم بن سلام ~~۲۲۱~~ ...

کی ہے۔

علم آیات محتملہ :۔ یعنی اختلاف و تناقض کا وہم پیدا کرنے والی آیات۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد بن قطرب بصری (۲۱۵ھ کے بعد وفات پائی)

علم قرآن مطلق و قرآن مقید :۔ مطلق وہ جو بغیر کسی قید کے یا ہیت پر دلالت کرے۔ مقید اس کے خلاف۔

علم قرآن منطوق و قرآن مفہوم :۔ منطوق جس معنی پر لفظ کی دلالت محل نطق میں ہوتی ہے۔ اگر وہ لفظ ایسے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ کہ اس معنی کے سوا دوسرے معنی کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ تو وہ منطوق کہلائے گا۔ مفہوم وہ ہے۔ کہ لفظ کی دلالت معنی پر محل نطق میں نہ ہو۔ بلکہ اس سے خارج ہو۔

علم وجوہ مخاطبات :۔ یعنی قرآن میں کس وجہ سے خطاب کیا گیا۔ اس پر پہلی تصنیف محدث ابن جوزی ۵۹۷ھ کی ہے۔ اس کا نام کتاب التفنیس ہے محدث مذکور نے پندرہ وجوہ بیان کئے ہیں۔ ان کے بعد علماء نے بیس سے زائد قرار دئے ہیں۔

علم حقیقت و مجاز :۔ حقیقت یہ کہ الفاظ اپنے موضوع معنوں پر باقی ہوں مجاز اس کے خلاف اس پر پہلی تصنیف شیخ فخر الدین بن عبد السلام ۶۶۰ھ کی ہے۔

علم تشبیہ و استعارات :۔ شیخ ابو القاسم بن عبد اللہ بن عبد الباقی بن محمد بن حسین معروف ابن باقیا ۴۸۵ھ نے اس پر کتاب لکھی۔ اس کا نام الجمان ہے۔

علم امثال القرآن :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین السلمی

نیشاپوری ۴۰۶ھ کی ہے۔

علم اقسام القرآن :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو الحسن علی بن الحسن باقی ۵۳۵ھ کی ہے۔

علم طرز مجادلہ :- اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ نجم الدین طرفی کی ہے۔

علم اسماء و کنیت :- قرآن میں کون کون سے اسماء و کنیت و القاب آئے ہیں۔ قرآن میں پچیس انبیاء مرسلین کے نام آئے ہیں۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ اسماعیل ضریر کی نے کی۔

علم مبہمات قرآن :- اس پر پہلی تصنیف علامہ سہیلی کی ہے۔

علم من نزل فیہم القرآن :- ان لوگوں کے نام کا علم جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ اسماعیل ضریر کی ہے۔

علم فضائل قرآن :- اس پر پہلی تصنیف امام شافعی ۲۰۴ھ کی ہے۔

علم فاضل و افضل :- کون سی آیات کن آیات سے افضل ہیں۔

علم مفردات قرآن :- اس پر پہلی تصنیف شیخ محی الدین محمد بن علی معروف مرزان عشقی کی ہے۔

علم خواص قرآن :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو سعید عبد القاہر بن طاہر تیمی ۴۲۹ھ کی ہے۔

علم رسم المصحف :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی عمر عثمان بن کید الدانی ۴۴۴ھ کی ہے۔ اس کا نام الاقتصاد ہے۔

علم اسرار الحروف :- اس پر پہلی تصنیف شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی ۶۳۸ھ

Marfat.com

کی ہے۔ اس کا نام المبادی والغایات فی اسرار الحروف المکنونات ہے۔

علم اعراب القرآن :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوالاسود دوئلی تابعی ۰ ۶۰ھ کی ہے۔

علم علوم القرآن :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی ۷۹۴ھ کی ہے۔

علم قراءت :۔ اس پر پہلی تصنیف ابو محمد بن احمد الازہری ۲۲۰ھ تلمیذ امام شافعی نے کی۔

علم احکام القرآن :۔ اس پر پہلی تصنیف امام شافعی ۲۰۴ھ کی ہے۔

علم آداب کتابت مصحف :۔

علم سجود القرآن :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد الحربی ۲۸۵ھ کی ہے۔

علم شواذ فی القراءت :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس احمد بن یحیٰ معروف ثعلب ۲۹۱ھ کی ہے۔

علم ترتیب سور :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوالفرح احمد بن علی المقری الہمدانی ۳۹۹ھ کی ہے۔

علم المتواتر والمشہور

علم مشکل القرآن :۔ اس پر شیخ ابی محمد مکی بن ابی طالب ۴۳۷ھ کی ہے۔

علم مصادر القرآن :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابراہیم بن یزیدی ۲۶۵ھ کی ہے۔

علم سابق ولاحق :۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی امامہ بن النقاش محمد بن علی بن

Marfat.com

عبدالواحد الاکانی ۴۶۳ھ کی ہے۔

علم فضل القرآن :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس احمد بن سعد اتلیسی ۴۲۹ھ کی ہے۔

علم وقوف النبی :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبداللہ محمد بن عیسی مغربی کی ہے۔

علم الفصول والغایات فی معاجنۃ السور والآیات :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العلاء احمد بن عبداللہ المقری ۴۲۵ھ کی ہے۔

علم التلاوت :- اس پر پہلی تصنیف شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی ۵۵۵ھ کی ہے۔

علم اختلاف المصاحف :- اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوحاتم بن محمد ۲۴۸ھ کی ہے۔

---

# انتخاب تاریخ التفسیر

انتخاب

# تاریخ التفسیر

مصنفہ

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز

۲۶ ریلوے روڈ لاہور

تعداد طبع ـــــــــــ ۱۰۰۰
سن اشاعت ـــــــــ ۱۹۵۹ء

طابع
دو میسٹ پنجاب پریس لاہور

ناشر
ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | تفسیر کی ضرورت | ۷ | ۱۱ | تفسیر قرن ثانی میں | ۱۹ |
| ۲ | علم تفسیر | ۱۰ | ۱۲ | تفسیر قرن ثالث میں ۲۳۰ھ تک | ۲۰ |
| ۳ | علم تفسیر کا موضوع | ۱۱ | ۱۳ | تفسیر ۲۶۰ھ تک | ۲۱ |
| ۴ | مبادی علم تفسیر | ۱۱ | ۱۴ | ۲۶۱ھ سے ۱۳۷۵ھ تک | ۳۰ |
| ۵ | تین قسم کی تفسیریں | ۱۲ | ۱۵ | لغات المفسرین | ۳۳ |
| ۶ | مفسر کو کس قدر علم کی ضرورت ہے | ۱۲ | ۱۶ | علوم تفسیر | ۳۳ |
| | | | ۱۷ | تاویل | ۳۴ |
| ۷ | مفسر کا فرض | ۱۲ | ۱۸ | تراجم قرآن | ۳۵ |
| ۸ | دور فتن | ۱۳ | ۱۹ | تذکرۃ الاسانید | ۳۶ |
| ۹ | تفسیر قرن اول میں تفسیر عہد رسالت میں | ۱۵ | ۲۰ | سند تجوید و قرات | ۳۶ |
| | | | ۲۱ | اسناد علوم حدیث و فقہ و تفسیر | ۳۸ |
| ۱۰ | تفسیر عہد خلافت راشدہ میں | ۱۶ | | | |


Marfat.com

# عرض

تاریخ التفسیر مصنّفہ عزیزم عبد الصمد صارمؔ کو چونکہ اہل نظر نے پسند فرمایا تھا۔ مگر وہ ضخیم تھی۔ لہذا میں نے عام فائدے کے لئے اس کا خلاصہ کر دیا ہے۔ تاکہ مختصر طور پر عام مسلمان تفسیر کے متعلق کچھ ضروری باتوں سے واقف ہو جائیں۔

ناظمؔ

# تفسیر کی ضرورت

تفسیر کے معنی ہیں کھولنا۔ بیان کرنا یا کسی تحریر و قول کے مطالب کو سامعین کے قریب فہم کر دینا

جو شخص جن اصول کو پیش کرتا ہے۔ اس کی تشریح و تفصیل کرنا بھی اس کا کام ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ اس نے اپنے پیش کردہ اصولوں کے متعلق کچھ نہیں کہا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمام اشخاص یکساں فہم و قابلیت کے نہیں ہوتے۔ اس لئے کلام کی تشریح کی ضرورت ہے۔

جب کلام وسیع پیمانہ پر صادر ہوتا ہے۔ اور اس میں بے شمار مطالب کو محدود فقروں میں ادا کیا جاتا ہے غیر محسوس اشیاء کے حالات کا آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے۔ احکام کو اس اسلوب سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ موجودہ ضرورت کو بھی کافی ہوں۔ اور آئندہ بھی حسب ضرورت اس سے استنباط ہوتا رہے۔ تو کلام میں استعارہ مجاز مبہم مجمل بھی کچھ ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو کلام یا تو ناقص رہ جائے۔ یا اس قدر لاانتہا ہو جائے۔ کہ حد قل نشینی سے گزر جائے۔ تو قرآن مجید میں استعارہ وغیرہ تمام اوصاف اس طرح ہیں کہ شان فصاحت

Marfat.com

و بلاغت میں فرق نہیں آیا۔ بلکہ اور چار چاند لگ گئے۔ چونکہ کلام اس قسم کے صنائع بدائع سے مملو ہے۔ اس لئے اس کی تشریح و تفسیر کی ضرورت ہے۔ اور اس مکمل کتاب کے سمجھنے کے لئے ہم کو بہت سے علوم کی ضرورت ہے۔ مثلاً۔ صرف نحو ادب لغت حدیث تاریخ جغرافیہ وغیرہ وغیرہ قرآن مجید میں تخم کی طرح سب کچھ موجود ہے۔ اس تخم سے درخت اگانے کی قوت خداوند کریم نے انسان کو دی ہے۔

قرآن مجید میں دو قسم کی آیتیں ہیں۔ ایک محکم دوسری متشابہات۔ آیات محکم نے اصول کی طرح وضاحت کی ہے۔ کہ کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ آیات متشابہات (جو بہت سے معنوں کی متحمل ہو سکتی ہیں) کے اندر ذخائر علوم پنہاں ہیں۔ ان سے دنیا قیامت تک فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

آیات محکم کے متعلق ارشاد ہے۔ کہ یہ ام الکتاب ہیں۔ یعنی اصول ہیں۔ جو واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ واضح المعنیٰ صریح الدلالت

متشابہات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بہت سے معنوں کی متحمل ہو سکتی ہیں۔ ان کا زیادہ تعلق فروع سے ہے۔ اگر ان کی توضیح کی جاتی تو کلام کی انتہا نہ رہتی۔ دوسرے وہ متشابہات ہیں۔ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور ماہران علوم کہتے ہیں۔ کہ ہم ان پر ایمان لائے۔

قرآن کریم نے ایک طرف تو یہ احسان کیا ہے۔ کہ اصول کو واضح طور پر اس طرح بیان کر دیا۔ کہ شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہی۔ دوسری طرف یہ احسان کیا۔ کہ متشابہات کو پیش کیا۔ جن سے دنیا ہمیشہ متمتع ہوتی رہے گی۔

کیونکہ ان میں ذخائر علوم ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے کثیر التعداد علوم و فنون میں دستگاہ کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید نے انسان کو علمی و عملی کمال تک پہنچنے کا راستہ بتا دیا ہے۔ اور ایسے ایسے اسرار و حواس سے مستور امور کی طرف رہنمائی کی ہے۔ کہ جہاں نہ عقل کی رسائی ہے۔ نہ سائنس کا گذر ہے۔ قرآن بے شمار علوم کا سرچشمہ ہے۔ اس میں ظاہری و باطنی ترقی کے اصول موجود ہیں بہت سے مطالب عالیہ اس کی عبارت کی تہ میں مستور ہیں۔ اس میں لطافت کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔ تہذیب، اخلاق تمدن، سیاست، عبادات، معاملات وغیرہ سبھی کی تعلیم ہے۔ بعض لوگ لقد یسرنا القرآن۔ سے یہ مطلب نکالتے ہیں۔ کہ قرآن اس قدر سہل ہے۔ کہ تفسیر کے لئے علوم و فنون میں مہارت خاص کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک عظیم الشان غلط فہمی ہے۔ آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو اصول توحید و رسالت، عبادت و اخلاق و معاملات کے بیان کئے گئے ہیں وہ ایسے سہل ہیں۔ کہ آسانی سے ہر شخص کی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ قرآن کا استدلال مطالب پر ایسا سہل المأخذ ہے۔ کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں۔ بیان احکام میں ایسا سہل اور موثر طریق اختیار کیا گیا ہے۔ کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو۔ اور وہ تعمیل حکم کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ امر کی شان شفقت عمل پر آمادہ کر دے۔ کہیں حشر و نشر سے ملا کر تاکہ اعمال کا نتیجہ عمل پر آمادہ کرے۔ کہیں گزشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ عبرت

Marfat.com

ہو۔ اور نافرمانی سے باز رہیں۔

چونکہ فروعات کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ ہمیشہ نئی نئی ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ نئے نئے علوم و فنون ایجاد ہوتے ہیں۔ اور ایسی کوئی کتاب نہیں جو تمام فروعات پر حاوی ہو۔ اس لئے ضرورت ہے کہ متبحر زمانہ شناس علماء قرآن و حدیث و فقہ کی تفسیر و تشریح میں مشغول رہیں۔ اور تراجم و تفاسیر کا سلسلہ قائم رہے تاکہ خدا اور رسول کے احکام اہل زمانہ کی فہم سے قریب ہوتے رہیں۔ اور پیش آمدہ ضروریات کا آسانی سے حل ہوتا رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم تفسیر سیکھنے کی خود تاکید فرمائی ہے۔ حدیث ہے۔ سورہ حدید اور اس کی تفسیر سیکھو (فردوس)

# علم تفسیر

قرآن مجید کی آیات کے معنی و مطالب بیان کرنے کو کہتے ہیں علم تفسیر کے دو حصے ہیں۔ ایک معرفت ناسخ و منسوخ اسباب نزول مقاصد آیات کی تشریح توضیح الفاظ غریبہ شرح اجمال و ابہام یہ حصہ نقل صحیح اور اقوال سلف صالحین سے متعلق ہے۔ سلف میں یہی تفسیر رائج تھی۔ اور اسی کو تفسیر کہتے تھے۔

دوسرا حصہ وہ ہے۔ جو لغت صرف نحو بیان و معانی وغیرہ علوم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ علوم حصہ اول کے مبادی ہیں۔ ان میں ان کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ حصہ نقل آثار سلف پر منحصر نہیں۔ تفسیر سیکھنے کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ سورہ حدید اور اس کی تفسیر سیکھو (فردوس) اور حضرت ابن عباس سے فرمایا

تو قرآن کا اچھا ترجمہ کرنے والا ہے۔ (طبرانی)

## علم تفسیر کا موضوع

موضوع علم وہ ہوتا ہے۔ کہ جس کے حالات ذاتیہ سے بحث ہوتی ہے نہ کہ حالات عرضیہ سے جو حالات خود موضوع کو عارض ہوں، یا اس کے اجزاء کو یا اس کے مبادی کو وہ سب حالات ذاتیہ ہیں یہ موضوع کی ذات ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اگر کسی خاص من وجہ یا عام من وجہ یا مباین کے ذریعہ سے عارض ہوں تو وہ حالات عرضیہ ہیں۔ اس لئے علم تفسیر کا موضوع قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اس میں اس کے مطالب و مقاصد بیان کئے جاتے ہیں۔

## مبادی علم تفسیر

علم تفسیر وہ ہے۔ کہ جس میں الفاظ قرآن مجید کی کیفیت نطق اور الفاظ کے معانی اور ان کی افرادی و ترکیبی حالات اور ان کے تتمات کا بیان ہوتا ہے۔ کیفیت نطق کی قید سے علم قرات کی طرف الفاظ سے معانی کی قید سے علم لغت کی اور الفاظ کے احکام افرادی و ترکیبی کی قید سے صرف و بیان بدیع کی اور حالت ترکیبی کی قید سے مدلولات حقیقیہ ومجازیہ کی اور تتمات کی قید سے ناسخ ومنسوخ ظاہر و نص وغیرہ اور توضیح قصص و احکامات کی طرف اشارہ ہے۔ لہذا یہ علوم علم تفسیر کے مبادی ہیں۔

Marfat.com

# تین قسم کی تفسیریں!

اس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی گئیں ہیں۔ وہ تین قسم کی ہیں۔
۱۔ جن میں صرف روایت ہے۔
۲۔ جن میں درایت کی کثرت اور روایت کی قلت ہے۔
۳۔ جامع بین الروایۃ والدرایۃ۔

# مفسّر کو کس قدر علم کی ضرورت ہے

صرف نحو بیان معانی بدیع فقہ اصول فقہ حدیث اصول حدیث علم قرأت علم کلام علم تاریخ علم جغرافیہ علم اسماء الرجال علم لغت علم الزہد والرقاق۔ علم الاسرار علم الجدل والخلاف علم سیر علم حقائق موجودات ان علوم وفنون میں کافی دستگاہ ہو۔

# مفسّر کا فرض

مفسّر کو لازم ہے۔ کہ ترجمہ و تفسیر میں احادیث واقوال صحیحہ سلف صالحین کا اتباع کرے۔ اگر اس کے خلاف کرے گا۔ تو یہ تفسیر بالرائے ہو گی جس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے۔ من قال فی القرآن بغیرِ علم دفی روایۃ برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جس نے قرآن میں بغیر علم اپنی رائے سے کچھ کہا۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

arfat.com

# دورِ فتن

آخر زمانہ عہدِ خلافت سوم سے مسلمانوں میں اختلاف و انشقاق رونما ہوا۔ اور وہ بڑھتے بڑھتے عظیم الشان فتنے بن گئے۔ اول سیاسی اختلاف ہوا پھر اس نے مذہبی صورت اختیار کر لی۔ اپنے خیالات و عقائد کی حمایت کے لیے اہل ضلال نے حدیثوں میں ہر قسم کی تحریف کرنی شروع کی نئی نئی حدیثیں وضع کیں۔ ائمہ اسلام کو علم حدیث کی فکر ہوئی۔ انہوں نے حیرت انگیز جانفشانی کر کے حدیث کو سنبھال لیا۔ تفسیر وغیرہ کی طرف توجہ کرنے کی کسی کو فرصت نہیں ہوئی۔ اور جب قرآن و حدیث منضبط ہو گئے۔ تو اس کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں قرار دیا جا سکتا بعض اشرار ایسے تھے کہ انہوں نے ائمہ اسلام کے نام و لقب پر اپنا نام و لقب رکھا۔ اور اپنی تصانیف کے بھی وہی نام رکھے۔ اس طرح دھوکے میں ڈالا۔ اس زمانے میں پریس و مطابع تو تھے نہیں قلمی کتابیں ہوتی تھیں۔ اس لیے تحریف و تلبیس کرنے والوں کا داؤ چل گیا۔ بعض اہل باطل نے اہل حق کا بظاہر طرز و انداز اختیار کر کے کارستانیاں کیں۔ ان سب کے علاوہ عالم اسلام میں ایسے ایسے فتنے برپا ہوئے کہ علماء قتل کیے گئے شہر جلا دیے گئے یہ ایسے حوادث تھے۔ کہ ان میں تمام تصانیف کا محفوظ رہنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے اہل شر نے کتابوں میں تحریف بھی کی اور مشہور ائمہ و علماء کے نام سے کتابیں تصنیف کر کے بھی مشتہر کیں اور بہت سے غلط اقوال سلف صالحین کی ن

Marfat.com

منسوب کر دئے۔ ان بزرگوں کا نام سن کر بعض علماء بھی اغلاط کا شکار ہو گئے بعض تفسیروں میں ایسے اقوال ہیں جو صاحب تفسیر کے عقائد و مذہب کے صریح خلاف ہیں۔ یہ سب محرفین کی کارستانیاں ہیں۔ اس لئے اخیر فیصلہ یہی ہے۔ اور صحیح ہے۔ کہ جو روایت صحیح حدیثوں سے ثابت ہو جائے یا ائمہ ستہ کے شرائط پر پوری اتر جائے۔ یا وہ قول و روایت مسلمات اہل حق کے خلاف نہ ہو۔ تو وہ صحیح ہے۔ ورنہ غلط ہے۔ خواہ وہ کسی کی طرف منسوب ہو۔ ایسے معاملہ میں کسی بزرگ کا نام سن کر مرعوب ہونا یا تساہل کرنا غلطی ہے۔

بعض مفسرین نے صحیح روایت کے جمع کرنے کی سعی کی ہے۔ اور بعض نے بایں خیال ناظرین کے پیش نظر ہر قسم کی معلومات رہیں۔ رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا ہے۔ بعض نے ضرورت سے زیادہ اپنی رائے و اجتہاد کو دخل دیا ہے۔ بعض شائقین تاریخ نے اسرائیلیات و مشہور تاریخی قصص کو بھی لیا ہے۔ اور دیگر علوم سے حسب ضرورت کام لے کر بطور تائید و استدلال پیش کیا ہے۔ یہ ذخائر اسی حد تک قابل تسلیم ہیں جہاں تک کہ مذکورہ بالا معیار پر صحیح ثابت ہو جائیں۔ بعض مفسرین نے محدثین کی طرح روایات کے لینے میں احتیاط نہیں کی۔ اس لئے قرآن کی وہ تفسیر جو کتب صحاح ستہ میں موجود ہے۔ یا جو ائمہ ستہ کے شرائط پر ہے۔ قابل اعتماد ہے۔ ان کے سوا جو کچھ ہے۔ اس کی ذمہ داری مفسر پر ہے۔ کسی تفسیر کو معتبر کہنے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس میں جو کچھ بھی ہے سبھی صحیح ہے۔ بلکہ یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ اس میں کم یا خفیف نقائص ہیں۔ تفسیر بیضاوی ایک معقول و معتبر و مشہور تفسیر ہے۔ لیکن اس میں بھی ضعیف

بلکہ موضوع روایات ہیں۔ علماء نے افسوس کے ساتھ اس کے اس نقص کا اظہار کر دیا ہے۔

# تفسیر قرن اوّل میں

## تفسیر عہد رسالت میں

قرآن مجید میں خداوند ذوالجلال نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔
انا انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون۔ اے نبی ہم نے یہ کلام تجھ پر اس لئے اتارا ہے۔ کہ تو اس کو خوب کھول کر سمجھا دے۔ اللہ پاک نے حضور میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی۔ کہ آپ منشاء الٰہی کو سمجھ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ وحی جلی و خفی کے ذریعہ سے بھی آپ کو پہنچتے تھے۔ اس لئے جو آیت و سورت نازل ہوتی۔ آپ سب کو اس کا مطلب سمجھا دیتے تھے۔ یہی تفسیر ہے۔ اور حضور کے ارشاد کو حدیث کہتے ہیں۔ اس لئے حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ یہ پہلی تفسیر ہے۔ اور حضور مفسر اول ہیں۔ اس تفسیر کے بعض حصص ضبط تحریر میں بھی آئے۔ باقی صحابہ کے دل و زبان میں محفوظ رہے۔ جو جد کو ہم تک ائمہ کی تصانیف کے ذریعہ سے پہنچے۔ علامہ ابن جرجانی کا قول ہے۔ کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں۔ ان کی اصلیت بجنسہٖ یا قریب قریب قرآن میں موجود ہے۔" اسی وجہ سے صحابہ کا یہ طرز عمل تھا کہ اکثر حدیث کے ساتھ

اس کی تصدیق و توثیق کے لئے آیت بھی پڑھتے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر واقرأوا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اخرجہ البخاری واحمد۔

"ابوہریرہ نے کہا۔ کہ رسول کریم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے اپنے بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ نہ کسی کان نے سنا۔ نہ کسی قلب میں اس کا خطرہ گزرا۔ اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھو فلا تعلم نفس الخ"

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مومن الا انا اولی بہ فی الدنیا والآخرۃ واقرأوا ان شئتم النبی اولی بالمومنین اخرجہ البخاری واحمد۔

"ابوہریرہ نے کہا۔ کہ حضور نے فرمایا۔ کہ میں مومن کے لئے دنیا اور آخرت میں سب سے بہتر ہوں۔ اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھو۔ النبی اولی بالمومنین۔

لیکن تفسیر کے نام سے کوئی کتاب حضور کے عہد میں تصنیف نہیں ہوئی۔ جو حدیثیں حضور کے عہد میں لکھی گئیں وہی تفسیر ہے۔

# تفسیر عہد خلافت راشدہ میں

عہد خلافت راشدہ میں صرف دو تفسیروں کا پتہ چلتا ہے۔ ــــــــ!

arfat.com

۱۔ تفسیر ابی :۔ یہ حضرت ابی بن کعب صحابی المتوفی ۳۵ھ کی تصنیف تھی۔
اس کا ایک بڑا نسخہ تھا جس کو ابی جعفر رازی ۱۹۰ھ براسطہ ربیع بن انس ۱۴۰ھ
عن ابی العالیہ ۹۰ھ روایت کرتے تھے۔ امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، امام
احمد حنبل، اما حاکم نے اس سے روایات لی ہیں۔ امام حاکم نے ۴۰۵ھ میں
وفات پائی۔ اس لئے یہ کتاب پانچویں صدی تک ضرور موجود تھی۔ (رسالہ
مبادی التفسیر للشیخ محمد خضری دمیاطی)

۲۔ تفسیر عباسی :۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی ۶۸ھ کی تصنیف تھی۔
اس کے متفرق اجزا اب تک متفرق کتب خانوں میں موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ
بن عباس کی تفسیر کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ اس میں زیادہ معتبر معاویہ
عن ابن ابی صالح عن علی بن طلحہ عن ابن عباس ہے۔ اسی کو امام بخاری نے
اپنی صحیح میں لیا ہے۔ علی بن ابی طلحہ ۱۴۳ھ نے تفسیر عباسی کو ایک جگہ جمع کیا۔
یہ مجموعہ تفسیر الوالبی کے نام سے مشہور ہوا۔ ابو جعفر عباس ۳۳۸ھ نے
اپنی کتاب ناسخ میں اس سے روایات لی ہیں۔

## تفسیر خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں

اس عہد میں چند تفسیروں کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے کئی اب تک موجود ہیں۔
تفسیر سعید بن جبیر :۔ حضرت سعید بن جبیر تابعی متوفی ۹۵ھ سے یہ تفسیر
خلیفہ عبدالملک بن مروان نے تصنیف کرائی اس خلیفہ نے ۸۶ھ میں
وفات پائی لہٰذا یہ تفسیر ۸۶ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔ خلیفہ نے اسکو

شاہی خزانہ میں محفوظ کرا دیا تھا کچھ عرصے کے بعد یہ تفسیر حضرت عطا ابن دینار تابعی متوفی ۱۲۶ھ کے ہاتھ آگئی اور انہیں کے نام سے مشہور ہو گئی (میزان الاعتدال) سعید بن جبیر حضرت ابن مسعود و حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر و حضرت عدی بن حاتم طائی اصحاب کے شاگرد تھے۔

تفسیر ابی العالیہ :- حضرت ابی العالیہ ریاحی تابعی ۹۰ھ نے حضرت ابی بن کعب کی تفاسیر کے اجزاء جمع کئے۔ یہ حضرت ابن عباس کے شاگرد تھے۔

تفسیر اسود بن یزید :- حضرت اسود بن یزید تابعی ۹۵ھ کی تصنیف ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی کے شاگرد تھے۔

تفسیر نخعی :- حضرت ابراہیم نخعی تابعی ۹۵ھ کی تصنیف ہے حضرت عائشہ و حضرت زید بن ارقم صحابی کو انہوں نے دیکھا تھا۔ اور حضرت علقمہ و اسود و مسروق تابعین سے علم حاصل کیا تھا۔

تفسیر عکرمہ :- حضرت عکرمہ تابعی ۱۰۵ھ مولا حضرت ابن عباس کی تصنیف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی کے شاگرد تھے۔

تفسیر حسن :- امام حسن بصری تابعی ۱۱۰ھ کی تصنیف حضرت انس صحابی و امام حسن کے شاگرد تھے۔

اس عہد تک تفسیر کا یہ طرز تھا۔ کہ آیت اس کے ساتھ حدیث یا صحابی یا تابعی کا قول لکھتے تھے اس عہد میں اور بھی مفسر و مصنف تھے۔

arfat.com

# تفسیر قرن ثانی میں

اس قرن میں ساٹھ کے قریب تفاسیر کا پتہ چلتا ہے۔ بعض موجود ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر مختصراً کیا جاتا ہے۔

تفسیر امام باقر :۔ امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین کی تصنیف حضرت ابوہریرہ و حضرت ابن عباس و حضرت ابوسعید خدری کے شاگرد تھے۔

تفسیر مجاہد :۔ مجاہد بن جبیر ۱۲۳ھ کی تصنیف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت جابر کے شاگرد تھے۔

تفسیر جویبر :۔ جویبر بن سعید الازدی ۱۴۰ھ کی تصنیف حضرت انس سے روایت کرتے تھے۔ یہ ضعیف ہیں۔ بعض نے کذاب لکھا ہے۔

تفسیر کلبی :۔ ابونصر محمد بن السائب کوفی کی تصنیف۔ یہ ضعیف راویوں میں سے ہیں۔

تفسیر مقاتل :۔ مقاتل بن سلیمان بن بشر الازدی ۱۵۰ھ کی تصنیف ضعیف رواۃ میں سے ہیں۔ مجاہد تابعی کے شاگرد تھے۔

تفسیر ابو روق الہمدانی :۔ قریب ایک جزو کے ہے۔ اور قریب العہد ہے۔ ان کا سن وفات تحقیق نہیں ہو سکا حضرت انس کے شاگرد تھے۔

# تفسیر قرن ثالث میں ۲۲۰ھ تک

اس قرن میں بہت زیادہ تفسیریں لکھی گئیں۔

تفسیر شعبہ:- امام شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ کی تصنیف شعبہ تابعی تھے۔ حضرت انس کو دیکھا تھا۔ سلمہ بن کہیل وانس بن سیرین کے شاگرد تھے۔

تفسیر ثوری:- امام سفیان ثوری ۱۹۱ھ کی تصنیف کتب خانہ ریاست رام پور میں موجود ہے۔ امام سفیان تبع تابعین میں سے ہیں ہاکھود وغیرہ تابعین کے شاگرد تھے۔

احکام القرآن:- مصنفہ امام شافعی ۲۰۴ھ شیخ ابو محمد مکی قیسی ۴۳۷ھ نے اس کا اختصار کر کے مختصر احکام القرآن نام رکھا۔ شیخ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ و شیخ جمال الدین محمود بن احمد معروف ابن سراج قونوی حنفی ۷۷۰ھ نے بھی اس کی تلخیص کی۔

# تفسیر ۲۶۰ھ تک

اسباب النزول:- مصنفہ شیخ علی بن مدینی محدث (استاد امام بخاری) ۲۳۴ھ۔

تفسیر ابن ابی شیبہ:- مصنفہ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد کوفی ۲۳۵ھ۔

تفسیر عبد بن حمید:- مصنفہ شیخ عبد بن حمید محدث ۲۴۹ھ۔

تفسیر البخاری:- مصنفہ امام بخاری ۲۵۶ھ یہ اس تفسیر کے علاوہ ہے جو

صحیح بخاری میں ہے۔

اس عہد میں اور بھی مفسر و مصنف ہوئے۔

## ۳۱۰ھ تک

تفسیر ابن ماجہ :- امام ابن ماجہ ۲۷۳ھ کی تصنیف ہے۔

اعجاز القرآن :- شیخ محمد بن یزید واسطی ۳۰۶ھ کی تصنیف ہے۔ شیخ عبد القاہر جرجانی ۴۷۴ھ نے اس کی دو شرحیں لکھیں۔ بڑی کا نام معتقد چھوٹی کا نام صغیر ہے۔

تفسیر ابن جریر :- امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ کی تصنیف ہے۔ اول یہ تفسیر تیس ہزار اوراق پر لکھی گئی تھی۔ پھر اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا گیا ہے۔ اس میں ضعیف روائتیں بھی ہیں۔ اس پر منصور بن نوح سامانی (جس کا عہد حکومت ۳۵۰ھ سے شروع ہوا) اس کا فارسی میں ترجمہ کرایا تھا۔ ابو جعفر ابن جریر نام تھا۔ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسماعیل بن سدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب ۴۵۰ھ تک چل کر ختم ہو گیا۔ کثیر التصانیف تھے۔ مشہور مفسر و مورخ ہیں۔ ایک ابن جریر فرقہ ضالہ کرامیہ میں بھی گذرا ہے۔ وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے۔ دونوں میں صرف سن ولادت و وفات کا فرق ہے۔ بعض لوگ ابن جریر کرامیہ کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ ان کا مقلد ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ جریر کرامیہ کا مقلد ہے۔ بعض امام جریر طبری کو شیعہ کہتے ہیں واللہ تعالی

Period 1064

اعلم بالصواب

# ۳۱۱ھ سے ۱۳۷۵ھ تک

اس طویل عرصہ میں ہر ملک ہر زبان میں صدہا تفسیریں تصنیف ہوئیں۔ اور سنی شیعہ خوارج ـــ ہر فرقے کے علما نے تفاسیر لکھیں بعض مصنفین نے صرف ونحو یا بیان وبدیع وغیرہ وغیرہ علوم کے انحصار پر زور طبع صرف کیا بعض نے مناظرکا رنگ اختیار کیا۔ کسی نے فلسفہ، منطق وغیرہ علوم کا بیان کیا۔ بعض نے جن کو تاریخ کا شوق تھا۔ تاریخی حکایات وقصص کو لیا۔ لیکن ایسے غیر محتاط طریقہ سے کہ بازاری گپوں اور اسرائیلیات کے محرف انبار تک کو بھر دیا۔ علوم صرف ونحو وبیان وبدیع ومناظرہ وغیرہ کے نکات جنہوں نے پیدا کئے۔ اس کی ضرورت تھی۔ کیونکہ قرآن مجید میں ذخایرِ علوم پنہاں ہیں۔ ان کا انحصار مستحسن تھا۔ قصص کی تطبیق بھی تاریخ سے مناسب تھی۔ بشرطیکہ احتیاط سے کام لیا جاتا

تفسیر ابی الحسن :۔ مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری ۳۲۰ھ۔

احکام القرآن :۔ مصنفہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ۳۲۱ھ

تفسیر ابن حبان :۔ (بالباء الموحدہ) مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر البستی ۳۵۴ھ۔ انہوں نے جو روایات جویبر سے نقل کی ہیں۔ وہ غیر معتبر ہیں۔ جویبر کو محدثین نے کذاب لکھا ہے۔

تفسیر ابی اللیث :۔ مصنفہ امام ابواللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی حنفی

۸۵۳ھ شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ نے اس کی احادیث کی تخریج کی۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد معروف عرب شاہ ۸۵۴ھ نے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا

تفسیر الرمانی: مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عیسی نحوی ۳۸۴ھ اس تفسیر کو شیخ عبد الملک بن ہروی ۴۸۹ھ نے مختصر کیا۔

تفسیر الادفوی: مصنفہ شیخ محمد بن علی بن احمد المقری ۳۸۸ھ۔ یہ تفسیر ایک سو بیس جلدوں میں تھی۔ اس کا نام الاستغنا فی علوم القرآن۔ امام جلال الدین ۹۱۱ھ نے اس کو دیکھا تھا۔

اسباب النزول: مصنفہ شیخ عبد الرحمن بن محمد بن فطیس معروف ابن مطرف اندلسی ۴۰۲ھ شیخ زین الدین بن امیر تکمینی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

تفسیر ابن مردویہ: مصنفہ شیخ ابو بکر احمد بن موسی اصفہانی ۴۱۰ھ۔ یہ تفسیر بہت غیر معتبر ہے۔ اس میں اکثر جویبر کی روایات ہیں۔

تفسیر السلمی: مصنفہ شیخ ابی عبد الرحمن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری ۴۱۲ھ اس کا نام حقائق بھی ہے۔ یہ بہت غیر معتبر تفسیر ہے۔

تفسیر معوذتین و تفسیر سورۃ اخلاص: یہ دونوں شیخ الرئیس حکیم بو علی بن سینا متوفی ۴۲۸ھ کی تصنیف ہیں۔

البرہان: مصنفہ شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سعید حوفی ۴۳۰ھ (دس جلد)

تفسیر مکی: مصنفہ شیخ ابو محمد مکی ابن ابی طالب حموش قیسی مقری ۴۳۸ھ (پندرہ جلد)

Marfat.com

تفسیر الجمنی :- مصنفہ شیخ ابو محمد عبداللہ بن یوسف نیشاپوری ۴۳۸ھ اس تفسیر میں ہر آیت کی دس طرح تفسیر کی ہے۔

ضیاء القلوب :- مصنفہ شیخ ابو الفتح سلیم بن ایوب رازی ۴۴۷ھ۔ اس کو شیخ ابو محمد عبدالغنی بن قاسم بن حسن بن ابی القاسم شافعی نے ۵۷۲ھ میں مختصر کیا۔

تفسیر الماوردی :- مصنفہ امام ابو الحسن علی بن حبیب شافعی ۴۵۰ھ اس تفسیر کو شیخ ابو الفیض محمد بن علی بن عبداللہ حلی نے مختصر کیا۔

العیون فی القراءت :- مصنفہ شیخ ابو طاہر اسماعیل بن خلف الصقلی ۴۵۵ھ یہ بانکی پور کے کتب خانہ میں ہے۔

تفسیر اصفہانی قدیم :- مصنفہ شیخ ابو مسلم محمد بن علی معتزلی ادیب ۴۵۹ھ۔ (۳۰ جلد)

تاج التراجم :- مصنفہ امام شاہفور ابو المظفر طاہر بن محمد اسفرائینی ۴۷۱ھ ان کی ایک تفسیر اور ہے۔ اس کا نام تفسیر اسفرائینی ہے۔

تفسیر جرجانی :- مصنفہ شیخ عبدالقاہر بن عبدالرحمن جرجانی ۴۷۴ھ۔ ان کی ایک تفسیر فاتحۃ الکتاب بھی ہے۔

تفسیر ابی معشر :- مصنفہ شیخ ابی معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری ۴۷۸ھ۔ اس کا نام تطبیق المکررات بھی ہے۔

تفسیر الشیرازی :- مصنفہ شیخ ابو محمد عبدالوہاب بن محمد شافعی ۵۰۰ھ۔ یہ تفسیر نظم میں ہے۔ ایک لاکھ اشعار ہیں۔

arfat.com

لباب التفسیر :- مصنفہ تاج القراء شیخ برہان الدین ابو القاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی مقری ۵۰۱ھ۔ اس کو تفسیر کرمانی بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک اور تفسیر ہے۔ اس کا نام تفسیر الغرائب والعجائب ہے۔

یاقوت التاویل :- اس کو تفسیر غزالی بھی کہتے ہیں۔ مصنفہ حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی ۵۰۵ھ (۴۰ جلد)

معالم التنزیل :- مصنفہ شیخ ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی یہ تفسیر تفاسیر سلف کی جامع ہے۔ محدثین اپنی سند سے لاتے ہیں۔ لیکن بعض بے اصل قصے بھی ہیں۔ شیخ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن محمد حسینی ۸۷۵ھ نے اس کا خلاصہ کیا۔

تفسیر کشاف :- مصنفہ علامہ ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری خوارزمی ۵۲۸ھ کی تصنیف ہے اس تفسیر میں خوبیاں بہت ہیں۔ لیکن بعض اہم نقائص بھی ہیں۔ مصنف معتزلی تھے۔ اس لئے جو آیت عقیدہ اعتزال کے خلاف ہے اس کی طویل و رکیک تاویلات کی ہیں۔ اولیاء اللہ پر طعن کیا ہے۔ اہل سنت و الجماعت کو سخت سست لکھا ہے اس تفسیر پر بہت سی کتابیں مختلف صورتوں اور مختلف مضامین پر لکھی گئی ہیں کسی نے اس کی تردید کی ہے کسی نے اس پر انتقاد کیا ہے کسی نے اختصار و ایجاز کیا ہے۔ کسی نے حواشی لکھے ہیں۔ اٹھائیس قسم کی کتابوں اور حواشی کا حال تو راقم سطور کو معلوم ہے۔

انوار الفجر :- مصنفہ قاضی ابو بکر بن العربی ۵۴۳ھ (۸۰ جلد)

تفسیر علائی :- مصنفہ شیخ محمد بن عبد الرحمن بخاری علائی ملقب زاہد حنفی

۵۴۶ھ ایک ہزار جلد۔

ینبوع الحیات:۔ مصنفہ شیخ ابی عبداللہ بن صفر بن محمد العقلی ۵۶۶ھ اس کی تین جلدیں کتب خانہ خدیویہ مصر میں ہیں۔ مگر ناقص ہیں۔

تفسیر ابن جوزی:۔ مصنفہ شیخ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی ۵۹۷ھ۔ (۲۷ جلد) ان کی ایک تفسیر زاد المسیر چار جلدوں میں ہے۔

مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر:۔ مصنفہ امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی ۶۰۶ھ یہ تفسیر دس جلدوں میں ہے دلائل و علوم کا زور تھا۔ اس لئے ایسی ایک تفسیر کی ضرورت تھی۔ جو اہل علوم عقلیہ کی رہنما ہو۔ امام صاحب نے اس کام کو بر وقت نہایت عجلت سے مفید انداز میں انجام دیا۔ امام صاحب سورہ انبیاء تک لکھنے پائے تھے۔ کہ پیام اجل آپہنچا۔ شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی ۷۲۷ھ نے اس کو پورا کیا۔ اور قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی ۹۳۶ھ نے تکملہ لکھا۔ اور شیخ برہان الدین محمد بن محمد النسفی ۶۸۶ھ نے اس کو مختصر کیا۔ فارسی میں اس کا ترجمہ بحکم شہزادی زیب النساء بنت شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر غازی شیخ معین بن ولی قزوینی نے ۱۰۸۵ھ میں کر کے زیب التفاسیر نام رکھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اس کا نام سراج منیر ہے ــــ امام رازی کی ایک دوسری تفسیر ہے۔ اس کا نام مفاتیح العلوم ہے۔ اور ایک تفسیر سورہ اخلاص ہے۔

تفسیر نجم الدین:۔ مصنفہ شیخ نجم الدین احمد بن عمر قیوفی معروف کبریٰ ۶۱۸ھ (۱۲ جلد)

تفسیر ابن عربی عرف شیخ اکبر:۔ مصنفہ شیخ الشیوخ محی الدین محمد بن

علی الطائی اندلسی ۶۲۸ھ ان کی دو تفسیریں اور ہیں۔ ایک تفسیر کلاں چھ جلدوں میں
ہے۔ صرف سورہ کہف تک ایک تفسیر خورد مکمل دو جلدوں میں ہے۔ شیخ کی
تصانیف کی تعداد برہان الازہر میں (۷۷) لکھی ہے۔ لیکن ان کی تصانیف و
تفاسیر میں الحاق و تحریف بہت ہوئی ہے۔

**تفسیر سبط ابن الجوزی**:۔ مصنفہ شیخ ابوالمظفر شمس الدین یوسف بن مرادغلی
۶۵۴ھ (۳۰ جلد)

**تفسیر المرسی**:۔ مصنفہ ابوالفضل المرسی نے ابوعبداللہ کنیت ہے، شرف
الدین محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی الفضل شافعی ۶۵۵ھ۔ ان کی تین تفسیریں ہیں
ایک کبیر ۲۰ جلد۔ دوسری اوسط ۱۰ جلد۔ تیسری صغیر ۳ جلد۔

**جامع احکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی**:۔ مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن
احمد بن ابی بکر قرطبی ۶۷۱ھ۔ (۱۵ جلد)

**انوار التنزیل المعروف تفسیر بیضاوی**:۔ مصنفہ قاضی ابی سعید ناصر الدین عبداللہ
بن عمر بیضاوی شافعی ۶۸۵ھ۔ یہ نہایت عمدہ اور معتبر تفسیر ہے۔ مگر فضائل
سور میں ضعیف اور موضوع حدیثیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ علما و فضلا نے اس تفسیر
پر اکثرت سے تعلیقات و حواشی لکھے ہیں چنانچہ اس کے حواشی پر بھی حواشی
لکھے گئے ہیں۔ ۱۲ تعلیقات۔ ۲۱ حواشی۔ ایک مختصر حال تو راقم سطور کو معلوم
ہے۔ اس کے بعض حواشی پر ذیل بھی لکھے گئے ہیں اور حواشی کے تعلیقات
بھی ہیں۔ اور آٹھ آٹھ جلدوں تک کے حاشیے ہیں۔ اس طرح میری معلومات کی
حد چالیس سے تجاوز ہوتی ہے۔

تفسیر ابن المنیر :- مصنفہ شیخ شرف الدین عبد الواحد ۷۰۳ھ (۱۰ جلد)

تفسیر علامی :- مصنفہ شیخ قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی ۷۱۰ھ۔ (۴۰ جلد) اس کا دوسرا نام فتح المنان ہے۔

مدارک التنزیل :- امام ابو البرکات عبد اللہ حافظ الدین نسفی بن احمد بن محمود حنفی ۷۱۰ھ۔ یہ تفسیر معتبر ہے۔ شیخ زین الدین امیر محمد عبد الرحمٰن بن ابی بکر المتوفی ۷۶۳ھ نے اس کو مختصر کیا۔ مولانا الہ داد جونپوری ۱۰۱۰ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔

کفیل :- مصنفہ قاضی عماد کندی قاضی اسکندریہ ۷۲۰ھ (۲۳ جلد)

تفسیر سمعانی :- مصنفہ شیخ ابو المکارم علاء الدولہ احمد القاضی ۷۳۷ھ۔ (۱۶ جلد)

روضات الجنان :- مصنفہ شیخ ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم حمدی ۷۳۸ھ (۱۰ جلد)

تفسیر اسکندری :- مصنفہ شیخ حسین بن ابی بکر نحوی ۷۴۱ھ (۱۰ جلد)

البحر المحیط :- مصنفہ شیخ اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی ۷۴۵ھ (۱۰ جلد) پھر اس کا اختصار کر کے النہر الماد من البحر نام رکھا۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اس کا اختصار ان کے شاگرد شیخ تاج الدین احمد بن عبد القادر مکتوم ۷۴۹ھ نے کیا۔ اس کا نام الدر اللقیط ہے۔

استغنا :- مصنفہ شیخ ابو بکر محمد بن علی بن احمد ادفوی ۷۴۸ھ (۱۰۰ جلد)

تفسیر جلالین :- مصنفہ شیخ جلال الدین محمد بن احمد محلی ۸۶۴ھ نہایت مقبول تفسیر ہے۔ شیخ نے یہ تفسیر نا تمام چھوڑی تھی۔ اس کی تکمیل امام جلال الدین

سیوطی ۹۱۱ھ نے کی. اس کے کئی حاشیے ہیں. اس کے حروف سورہ مزمل تک قرآن مجید کے حروف کے برابر ہیں. اس کے چار حواشی اور شرحوں اور ایک تعلیق کا علم راقم سطور کو ہے. باقی اور بھی حواشی ہیں.

تفسیر مصنفک المعروف تفسیر محمدیہ :- مصنفہ شیخ علاؤالدین علی بن محمد شاہرودی بسطامی ۸۷۵ھ. یہ تفسیر بن سلطان محمد فاتح کے حکم سے لکھی گئی. ان کی ایک اور تفسیر بھی ہے. اس کا نام ملتقی البحرین ہے.

تفسیر بقاعی :- مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ. یہ تفسیر چودہ برس میں ۸۷۵ھ میں مکمل ہوئی. نہایت عمدہ تفسیر ہے. اس کے نسخے کتب خانہ قسطنطنیہ اور کتب خانہ خدیویہ مصر اور کتب خانہ برلن میں ہیں. دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے اس کی طباعت کا انتظام کیا تھا. کہ جنگ عظیم برپا ہو گئی. لہذا کام ملتوی کیا گیا.

تفسیر حسینی :- ملا حسین واعظ کاشفی ۹۱۰ھ کی تصنیف ہے. یہ غیر معتبر تفسیر ہے. اس کا ترجمہ شیخ ابو الفضل محمد بن ادریس البدلیسی ۹۸۲ھ نے کیا. اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے. تفسیر قادری نام ہے. ملا حسین کی ایک تفسیر زہراوین پر ہے. اس کا نام جواہر التفاسیر ہے. اور ایک تفسیر اور بھی ہے.

تفسیر سورۃ الدخان :- مصنفہ شیخ نجم الدین ابراہیم ناساری ۹۰۱ھ. یہ تفسیر سلطان بایزید خاں کو ہدیہ بھیجی گئی.

الدر المنثور :- مصنفہ امام جلال الدین سیوطی ان کی اور کئی تفسیریں ہیں.

الصراط المستقیم الی معانی بسم اللہ الرحمن الرحیم :- مصنفہ شیخ علاؤالدین علی بن

محمد بن عراقی ۹۶۳ھ شیخ محمد بن ہلال اندلسی نے رستم پاشا کے حکم سے اس کا ترجمہ ترکی میں لکھا۔

تفسیر قرامانی :- مصنفہ شیخ احمد بن محمود احمر ۹۷۱ھ (۱۲ جلد) ناتمام رہی۔

ارشاد العقل السلیم :- مصنفہ شیخ الاسلام مفتی الانام ابو السعود بن محمد عمادی حنفی ۹۸۲ھ۔ مصنف نے یہ تفسیر اپنے فرزند کی معرفت سلطان خاں کو بھیجی سلطان نے دروازہ تک استقبال کیا۔ اور مصنف کو مالا مال کر دیا۔ نہایت معتبر تفسیر ہے۔ اسی وجہ سے مصنف خطیب المفسرین کہلاتے ہیں۔ شیخ احمد رومی اقحصاری ۱۰۴۱ھ نے اس پر تعلیق لکھی۔ محمد بن محمد حسینی زیرک زادہ ۱۰۲۳ھ نے اس کے دیباچہ کی شرح لکھی۔ شیخ رضی الدین بن یوسف مقدسی نے بھی نصف تک اس پر تعلیق لکھی۔ اور امیر اسعد بن سعد کو بوقت ورود بیت المقدس ہدیہ بھیجی۔

تفسیر غزی :- مصنفہ شیخ بدر الدین محمد بن رضی الدین محمد عامری ۹۸۴ھ ان کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک نثر ایک نظم جس میں ایک لاکھ اسی ہزار شعر ہیں۔

تفسیر منشی :- مصنفہ شیخ محمد بن بدر الدین صاروخانی ۱۰۰۰ھ۔ یہ تفسیر مصنف نے سلطان مراد خاں ثالث کو ہدیہ بھیجی۔ سلطان نے ان کو شیخ الحرم مقرر کیا

سواطع الالہام :- مصنفہ شیخ ابو الفیض فیضی ہندی ۱۰۰۴ھ۔ یہ تفسیر عربی بے نقط عبارت میں لکھی گئی ہے۔ فیضی کو اس کی تصنیف میں شیخ احمد مجدد سرہندی نے بہت مدد دی۔

بیان القرآن :- مصنفہ قاضی عبد الشہید سیوہاروی ۱۰۱۱ھ (۱۰ جلد) جد راقم سطور۔

جامع الاسرار :- مصنفہ شیخ عبد المحسن بن سلیمان الکورانی یہ تفسیر سلطان مراد

arfat.com

رابع کو ہدیہ بھیجی گئی۔ (یہ سلطان ۱۰۳۲ھ میں تخت نشین ہوا)

اسئلۃ :۔ مصنفہ شیخ یوسف بن دمشقی ۱۰۵۵ھ۔ یہ تفسیر سلطان مراد خاں رابع کی فرمائش سے تصنیف ہوئی۔ شیخ احمد بن یوسف نے اس پر اعتراضات کئے۔ سلطان نے فیصلہ کے لئے شیخ یحیٰ آفندی مفتی کے پاس بھیجی۔ مفتی نے اکثر مسائل میں مصنف سے اتفاق کیا۔ سلطان نے مصنف کو قاضی عسکر مقرر کیا۔

تفسیر زہراوین :۔ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶ھ۔

الفتوحات الالہیہ :۔ مصنفہ شیخ سلیمان جمل ۱۱۹۶ھ (۴ جلد)

چراغ ابدی :۔ یہ اردو میں سب سے پہلی تفسیر ہے۔ نظم میں ہے صرف پارہ عم کی ہے۔ مصنفہ مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی (دکن)

تفسیر مظہری :۔ مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ عربی میں ہے۔ نہایت معتبر تفسیر ہے۔ قاضی صاحب نے تفسیر کا یہ نام اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید کے نام پر رکھا ہے۔ چھ جلدیں ہیں۔ مولوی رکن الدین حصاری نے ۱۲۷۳ھ میں اس کی ایک جلد شائع کرائی تھی۔ بعد ازاں منشی عبد الرحمٰن مالک مطبع نظامی کانپور نے ۱۲۹۰ھ میں قریب نصف پارہ کے طبع کرائی پھر مولوی محمد یامین میرٹھی نے ڈیڑھ جلد شائع کرائی اور ایک جلد کا اردو میں ترجمہ بھی شائع کرایا۔ ۱۳۵۵ھ میں قاری محی الاسلام پانی پتی نے بامداد مصنفہ نظام والی دکن اس کی اشاعت شروع کرائی دو جلدیں شائع ہوئیں۔

فتح العزیز :۔ مصنفہ شاہ عبد العزیز دہلوی دو جلدیں ہیں۔ اس پر مولانا حیدر علی

فیض آبادی صاحب منتہی الکلام نے بحکم نواب سکندر بیگم والی بھوپال ۱۲۸۵ھ ذیل لکھا۔ مگر ناتمام رہا۔

فتح القدیر :- مصنفہ قاضی شوکانی یمنی ۱۲۵۵ھ عربی میں ہے۔ اچھی تفسیر ہے۔ یہ تفسیر تفسیر ابو السعود، بیضاوی و کشاف سے جمع کی گئی ہے۔

جامع التفاسیر :- مصنفہ نواب قطب الدین خان دہلوی ۱۲۹۵ھ اردو میں ہے۔ معتبر تفسیر ہے۔

روح المعانی :- مصنفہ علامہ محمود آلوسی بغدادی ۱۳۰۴ھ عربی (۳۰ جلد) اچھی تفسیر ہے۔

فتح البیان :- مصنفہ نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ (۱۴ جلد) اچھی تفسیر ہے۔ فتح القدیر و تفسیر جمل وغیرہ سے جمع کی گئی ہے۔

تفسیر احمدی :- مصنفہ سر سید احمد خان۔ نہایت غیر معتبر تفسیر ہے۔

فتح المنان المعروف تفسیر حقانی :- مصنفہ مولانا عبد الحق دہلوی ۱۹۰۱ء معتبر تفسیر ہے۔

تفسیر المنار :- مصنفہ علامہ رشید رضا مصری ۱۳۵۴ھ عربی میں ہے۔ ناتمام ہے۔

تفسیر الجواہر :- مصنفہ علامہ طنطاوی جوہری مصری (۲۰ جلد) عربی میں ہے۔

تفسیر ثنائی :- مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث ۱۹۵۴ء

بیان القرآن :- مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی (۱۲ جلد) نہایت معتبر تفسیر ہے۔

تفسیر مولانا ابوالکلام آزاد۔

تمام تفاسیر کا شمار نہیں ہو سکا۔ ایک کتاب میں نظر سے گذرا ہے۔ کہ تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک تمام دنیا میں ۱۱۶۱ مکمل تفاسیر تصنیف ہوئی ہیں۔ غیر مکمل کا شمار نہیں میرے خیال میں مفسرین کی تعداد چودھویں صدی کے وسط تک تین ہزار کے قریب ہے۔

# طبقات المفسّرین

علماء کرام نے مفسرین کے طبقات قائم کئے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے عہد (دسویں صدی ہجری کے عشرہ اوّل تک) آٹھ طبقے قائم کئے ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے اصول التفسیر میں اپنے عہد تک تیرہ طبقے قائم کئے ہیں۔ مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی نے نو طبقے قائم کئے۔ اور طبقہ نہم کو نویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک وسعت دی۔ قاضی عبدالصمد صارم نے ۱۳۵۵ھ ہجری تک بارہ طبقے اس طرح قائم کئے ہیں کہ طبقہ نہم تک صاحب تفسیر حقانی کا اتباع کیا ہے۔ لیکن طبقے نہم سے صد سالہ توسیع کو کم کر کے آگے تین طبقے خود قائم کئے ہیں۔

## علوم تفسیر

تفسیر کے لئے بہت سے علوم درکار ہیں۔ علوم قرآن کے متعلق پوری معلومات ہونی۔ ان کے علاوہ خاص علم تفسیر کے لئے بھی علیحدہ علوم ہیں۔ اس

Marfat.com

مختصر میں بطور نمونہ دو۔ چار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

علم آداب وشروط مفسرین :۔ اس پر پہلی تصنیف علامہ ابن جوزی ۵۹۷ھ کی ہے

علم معرفت تفسیر تاویل۔

علم طبقات المفسرین :۔ اس پر پہلی تصنیف امام سیوطی ۹۱۱ھ کی ہے

علم قواعد التفسیر۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی حفص نجم الدین بن محمد النفی حنفی ۵۳۷ھ کی ہے۔

علم التراجم :۔ اس پر پہلی تصنیف امام شاہفور ۴۷۱ھ کی ہے۔

علم التاویل :۔ اس پر تصنیف شیخ محمد بن بحر اصفہانی ۳۲۲ھ کی ہے۔

# تاویل

تفسیر میں تاویل کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ الفاظ کے چند محتملہ معنوں سے بقرائن قویہ ایک کی طرف رجوع کرنے کو تاویل کہتے ہیں تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح دوسری باطل صحیح وہ ہے جس کا تعلق الفاظ سے ہو اور الفاظ ان معانی کے متحمل ہوں۔ اور وہ اصول اسلام اور سلف صالحین کے اقوال کے موافق ہوں۔ یہ ایک خاص ملکہ ہے۔ جو ممارست علوم اور تقویٰ و طہارت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ باطل وہ ہے۔ جو ظاہر الفاظ قرآن سے نہ سمجھی جا سکے یا حدیث و اقوال سلف صالحین کے خلاف ہو۔ اس کو تحریف بھی کہتے ہیں تاویل صحیح کے متعلق حضورؐ نے فرمایا ہے۔ یا اللہ تو اس کو حکمت اور کتاب

کی تاویل سکھا۔ (ابن ماجہ)

# تراجم قرآن

شاید ہی دنیا کی کوئی زبان ایسی ہو گی جس میں قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ اور متعدد ترجمے نہ ہوئے ہوں۔ میری معلومات نہایت ہی محدود ہیں۔ پروفیسر قاضی عبدالصمد صارم سیوہاروی نے تاریخ القرآن میں ۳۶ زبانوں کے تراجم کا ذکر کیا ہے۔ اور ان تراجم کی تعداد ۱۲۳ لکھی ہے۔ انگریزی میں سولہ جرمنی میں تیرہ ترجمے ہیں۔ غالباً ہندوستان ہی کو یہ فخر حاصل ہے۔ کہ قرآن مجید کا ترجمہ غیر زبان میں جو ہوا تو وہ سب سے پہلی زبان ہندوستان کی زبان تھی۔ یہ ترجمہ راجہ مہردگ بن رائیک فرمانروائے [illegible] پنجاب نے ۲۷۰ھ ہجری سے کرایا۔ پروفیسر کھوشال ایم۔ اے ہندو فاضل نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ اردو میں سب سے پہلا اور سب سے بہتر ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ کا ہے۔

تاریخ القرآن میں اردو کے بائیس ترجموں کا ذکر ہے۔ میرے خیال میں اردو تراجم اس سے زیادہ ہیں کیونکہ دو ترجموں کا حال مجھے معلوم ہے جو اس فہرست میں نہیں ہیں۔ ایک ترجمہ مولوی عبداللہ [illegible] فرقہ کی تھی ترجمہ مولوی چراغ [illegible] نجم الدین سیوہاروی کی [illegible] اس ترجمہ میں یہ بدعت ہے کہ [illegible] کے [illegible] لکھا ہے۔ [illegible] نے شائع کیا تھا۔ مولوی صاحب [illegible] کی [illegible] کے خلاف [illegible] عادی تھے انہوں نے ایک کتاب [illegible] لکھی تھی

جب اس پر علماء نے اعتراضات کئے اور ان سے [illegible]

سمجھائے۔ تو اس کتاب کی جلدیں انہوں نے جلا دیں۔ ایک چھوٹا رسالہ رسوم جاہلیت بھی ان کی تصنیف ہے۔ مفید چیز ہے۔

# تذکرۃ الاسانید

مصنفین علوم دینیہ کا قدیمی مستحکم قاعدہ ہے۔ کہ اپنے اسناد کو لکھتے ہیں۔ اور درحقیقت اس معاملہ میں اس کی ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ تصنیف وتالیف کا عام رواج ہے۔ اس لئے معلوم ہونا ضروری ہے۔ کہ مصنّف صاحب علم ہے۔ یا اس کا مبلغ علم قلیل ہے۔ اور اس کا سلسلہ متبحر اور مقدس فضلا سے ہے۔ یا علماء سو سے ہے جب تک یہ ثابت و ظاہر نہ ہو۔ اس وقت تک تصنیف پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ ہم نے تاریخ القرآن۔ تاریخ الحدیث۔ تاریخ التفسیر کا خلاصہ کر دیا ہے یہ تینوں کتابیں میرے فرزند ارجمند پروفیسر قاضی عبدالصمد صارم سیوہاروی منشی فاضل زبدۃ الحکما مولوی فاضل و فاضل دیوبند و فاضل جامع ازہر مصر کی تصنیف ہیں۔ برخودار موصوف عربی۔ فارسی اور اردو نظم ونثر میں ڈیڑھ درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی مذکورہ بالا سہ تصانیف کو علماء ومصنفین نے پسند کیا ہے اور بعض کا ترجمہ ممالک غیر میں بھی ہوا ہے۔ ان کے اسناد بہت ہیں۔ یہاں بنظر اختصار ایک ایک دو دو کو نقل کیا جاتا ہے۔

## سند تجوید و قرات

عبدالصمد عن قاری اصغر علی سہنپوری مدرس دارالعلوم دیوبند عن قاری

arfat.com

عبداللہ عرف اللہ بندہ مراد آبادی عن قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی عن قاری عبداللہ (قاری عبداللہ کے اسناد بہت سی کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں)

## اسناد علوم حدیث و فقہ و تفسیر

۱۔ عبدالصمد عن مولانا الحاج سید شاہ حسین احمد مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند (مولانا کے اسناد کے متعلق کتاب طبع ہو چکی ہے) مولانا کی ایک سند یہ ہے۔ مولانا حسین احمد عن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عن مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی عن شاہ عبدالغنی مجددی عمری مہاجر مدنی (ان تمام بزرگوں کے اسانید طبع ہو چکے ہیں)

۲۔ عبدالصمد عن علامہ جوہر طنطاوی مصری صاحب تفسیر الجواہر (علامہ کے اسانید طبع ہو چکے ہیں)

راقم سطور نے اپنی کتاب تاریخ الفقہ کا بھی انتخاب دیا ہے۔ حاشا ثم حاشا نہ میں علم کا مدعی ہوں نہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں۔ کہ علمائے کرام کی صف اول میں جگہ پا سکوں۔ مگر یہاں ضرورت مجبور کر رہی ہے۔ کہ اپنی تحصیل علم کے متعلق کچھ عرض کروں۔ میں نے حسب دستور زمانہ قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہے۔ ضبط و قرات و تجوید کو باقاعدہ تسلسل کے ساتھ حاصل نہیں کیا۔ لیکن اس علم کے متعلق ایک اردو مثنوی از نام قرارت المصطفےٰ تصنیف کر کے شائع کرائی ہے۔ جس کو قرا مصر نے پسند فرمایا ہے۔ علوم دینیہ کو میں نے چند اساتذہ سے حاصل کیا ہے۔ زیادہ حصہ حضرت مولانا ظہر حسن مراد آبادی (مدفون جبلپور) سے حاصل

Marfat.com

کیا ہے۔ مولانا کے مکان اور خاندان اور ان کے والد ماجد مرحوم کے حالات سے میں واقف ہوں۔ مولانا شاگرد تھے حضرت مولانا شاہ احمد حسن محدث امروہوی کے۔ حضرت موصوف سے میں بہت دفعہ ملا ہوں۔ اور ان کے تمام حالات سے میں واقف ہوں۔ وہ شاگرد تھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے۔ ان حضرت کے حالات سے بھی مجھ کو پوری واقفیت حاصل ہے وہ میرے والد ماجد مرحوم کے دوست اور ہم سبق تھے۔ ان کے استاد شائع اور مشہور ہیں۔

اس موقع پر یہ عرض کر دینا شاید نامناسب نہ ہوگا۔ کیا مورخین عالم میں کوئی مورخ اپنی تحصیل علم تاریخ کی سند اس صحت و تسلسل کے ساتھ بیان کر سکتا ہے میں خود چند مستند و مشہور تاریخوں نگارستان کشمیر و غازیان ہند و تصحیح التاریخ کا مصنف ہوں۔ میں اپنے تحصیل علم تاریخ کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں بیان کر سکتا کہ میں نے سب سے پہلے اس فن کی تعلیم مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر بدایونی مرحوم سے پائی۔ مولوی صاحب کے نام اور وطن کے علاوہ ان کے دیگر حالات سے میں واقف نہیں یہاں تک کہ برسوں بدایون میں رہا۔ میں نے مولوی صاحب کا مکان بھی نہیں دیکھا۔ نہ مولوی صاحب نے مجھے یہ بتایا کہ ان کے اس فن کے استاد کا کیا نام تھا۔

وہ لوگ جو حدیث کو تاریخ کے برابر کہتے ہیں۔ اس پر غور کریں۔

---

arfat.com

Marfat.com

arfat.com

# انتخاب تاریخ الحدیث

Marfat.com

arfat.com

انتخاب

# تاریخ الحدیث

مصنفہ

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ

لاہور

سن اشاعت ——— ۱۹۵۹ء

بار اوّل ——— ۱۰۰۰

طابع

[illegible] پریس لاہور

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور


arfat.com

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | قرون ثلاثہ | ۷ | ۱۵ | تقسیم خبر باعتبار اسناد | ۶۰ |
| ۲ | حدیث کا موضوع | ۹ | ۱۶ | طبقات کتب حدیث | ۶۳ |
| ۳ | حدیث عہد رسالت میں | ۱۳ | ۱۷ | شرائط قبول حدیث | ۸۱ |
| ۴ | صحابہ کا شوق حدیث | ۲۲ | ۱۸ | راویوں کے درجات | [illegible] |
| ۵ | صحابہ کا عمل حدیث پر | ۲۸ | ۱۹ | [illegible] | [illegible] |
| ۶ | ممانعت روایت حدیث | ۳۶ | ۲۰ | [illegible] | [illegible] |
| ۷ | صحابہ کے ابتدائی مدارس حدیث | ۴۰ | ۲۱ | بعض اصطلاحات وغیرہ | ۹۴ |
| ۸ | تابعین کا شوق حدیث | ۴۶ | ۲۲ | عہد تدوین حدیث | ۱۰۲ |
| ۹ | ائمہ کی احتیاط قبول حدیث میں | ۵۰ | ۲۳ | علم روایت | ۱۰۶ |
| ۱۰ | ضابطہ قبول حدیث | [illegible] | ۲۴ | اصول درایت | ۱۰۹ |
| ۱۱ | تین قسم کے راوی | ۶۰ | ۲۵ | موضوعات | ۱۱۴ |
| ۱۲ | اقسام حدیث | ۶۱ | ۲۶ | تصدیق حدیث | ۱۱۹ |
| ۱۳ | خبر مقبول کی پہلی قسم | ۶۵ | ۲۷ | حدیث [illegible] کی نظر میں | ۱۲۱ |
| ۱۴ | اقسام تصانیف اور ان کی ایجاد | [illegible] | ۲۸ | منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات | ۱۲۰ |


Marfat.com

# عرض

تاریخ الحدیث مصنفہ عزیزم عبد الصمد صارم کو چونکہ علماء نے پسند فرمایا تھا۔ مگر وہ ضخیم تھی۔ لہٰذا میں نے عام فائدے کے لئے اس کا خلاصہ کر دیا ہے۔ تاکہ مختصر طور پر عوام بھی دور فتن میں حدیث سے متعلق ضروری امور سے واقف ہو جائیں۔

ناظم

# قرونِ ثلاثہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (سب سے اچھا زمانہ میرا ہے پھر میرے بعد والوں کا پھر اس کے بعد کا) سلف صالحین نے قرونِ ثلاثہ کی تقسیم اس طرح کی ہے۔

قرنِ اوّل بعثت رسول کریم سے ۱۱۰ھ ہجری تک اس کو عہدِ رسالت وعہدِ صحابہ کہتے ہیں۔

قرنِ دوم ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک اس کو عہد تابعین کہتے ہیں۔

قرنِ سوم ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک اس کو تبع تابعین کہتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرنِ سوم کو ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے۔! (فتح الباری واشعۃ اللمعات)

قرنِ ثالث کے رجال کا آخر زمانہ ۳۱۰ھ تک ثابت کیا ہے قرونِ ثلاثہ کے بعد کے زمانے کے متعلق حضور نے فرمایا ہے ثم یفشو الکذب۔ پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

# حدیث کا موضوع

حدیث کا موضوع ذات پاک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تاریخ کھلے منہ گواہی دے رہی ہے۔ کہ بعثت سے پہلے صفحہ عالم پر گمراہی کی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ طرز عبادت، معاملات کھانے پینے چلنے پھرنے سونے جاگنے لین دین شادی غمی وغیرہ وغیرہ تمام امور میں۔ جہالت و ضلالت پوری پوری طرح سرایت کر گئی تھی۔ ضلال گمراہی ذمایم اخلاق یہ اہل عالم کے موروثی امراض ہو کر طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ اس مستقل خرابی کا انسداد آسان کام نہ تھا۔ یہ بھی مناسب نہ تھا۔ کہ اصلاحات کا انبار اکدم لوگوں کے سر مڑھنے کی کوشش کی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو طبائع اکدم گھبرا کر متنفر ہو جاتیں۔ اس لئے خداوند عالم نے جب رسول مبعوث فرمایا۔ تو رفتہ رفتہ اصلاحات کو نافذ کیا۔ تاکہ ان کا تحمل آسان ہو۔ اور ہر اصلاحی مسئلہ ان کی طبیعت میں راسخ ہو جائے۔

جب اصلاحات کا نزول بتدریج ہو رہا تھا۔ تو جو لوگ مشرف باسلام ہوتے ہوں گے۔ وہ ضرور رسول سے ضروریات کے کچھ مسائل آیت کا معنی و مطلب دریافت کرتے ہوں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی صورت کام چلنے کی نہ تھی۔ تو جو کچھ حضور فرماتے تھے۔ یا جو عمل کرتے تھے۔ یا جو سوال کا جواب دیتے تھے اسی کا نام حدیث ہے۔ حدیث کو وحی غیر متلو اور وحی خفی کہتے ہیں۔ اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ معنی و مطالب اللہ پاک کی طرف سے آپ کے

قلب میں آتے تھے۔ آپ اپنی عبادت میں لوگوں کو بتاتے تھے۔ اگر وحی خفی کا سلسلہ نہ ہوتا۔ تو وحی جلی کی حد و نہایت نہ ہوتی اور وہ تحمل بشری سے باہر ہو جاتی جس چیز کو ہم حدیث کہتے ہیں۔ اس کا وجود تمام مذاہب عالم میں ہے۔ اور کسی مذہب کا کام بغیر اس کے نہیں چل سکتا۔ ہندوؤں میں وید سے علیحدہ رشیوں کے اقوال ہیں۔ بدھوں میں گوتم بدھ اور اس کے تلامذہ کے اقوال ہیں آتش پرستوں میں زرتشت کے اقوال میں اسی طرح اور مذاہب میں غرض پیشوائی تشریح اور کلام کے بغیر کسی طرح کام چل ہی نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے ایک کلام پیش کر رہا ہے۔ تو اس سے متعلق کسی نے اس سے کچھ سوال کیا ہو یا اس نے کچھ اس کی تشریح نہ کی ہو

حدیث کو خداوند ذوالجلال نے اپنا حکم قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ وحی سے کہتا۔ اور جا بجا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ رسول کی اطاعت کرو۔ جو رسول کہے اس کو مانو۔ حدیث کو کلام پاک میں حکمت کہا گیا ہے۔ اور جگہ جگہ ارشاد ہے۔ کہ رسول تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

جنگ بدر کے متعلق ارشاد ہے " اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور تم چاہتے تھے۔ کہ کمزور گروہ پر غلبہ پاؤ۔ میں خدا چاہتا تھا۔ کہ اپنے حکم سے حق کو غالب کرے " اس آیت میں جس وعدہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ وعدہ قرآن میں کہیں مذکور نہیں۔ قرآن نے وعدہ نہیں کیا رسول نے وعدہ کیا تھا جو حدیث ہے اس کو اللہ پاک نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اسی طرح ارشاد ہے " کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

Marfat.com

جن کو کانا پوسی سے منع کیا گیا تھا۔ مگر وہ باز نہیں آئے۔ اس آیت میں کانا پوسی کی ممانعت کو اپنا حکم بتایا ہے۔ حالانکہ اس آیت کے نزول سے پہلے اس کے نزول سے پہلے اس کے متعلق قرآن میں کوئی حکم نہیں۔ نبی کریم نے البتہ منع فرمایا تھا۔ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اس کی اصل قرآن میں ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے۔ ابن جرجانی نے لکھا ہے۔ کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں۔ ان کی اصلیت قرآن میں بعینہ یا قریب قریب موجود ہے۔ حدیث کی ایک تقسیم یہ ہے ایک قسم کی حدیثیں تو وہ ہیں جن کا تعلق قرآن مجید سے ہے۔ اس میں احکامی اور غیر احکامی ہیں۔ غیر احکامی کا تعلق قرآن مجید سے صرف اس قدر ہے۔ کہ حضور نے قرآن کے استعارہ تشبیہ تحریفیں ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی تشریح فرمائی جیسے بخاری و ترمذی کی احادیث باب التفسیر احکامی حدیثیں وہ ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے۔ عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے ہوں۔ یا عبادات و معاملات سے ہوں۔ غرض یہ قرآن مجید کے ان لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہے جو قرآن میں بطور اسم کے یا بطور اجمال کے بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ زکوٰۃ وغیرہ۔ مگر ان کی ہئیتہ کذائیہ ان کے اجزا ان کے مقادیر ان کے اوقات بیان نہیں ہوئے۔ اگر کچھ ہوئے تو محض التفات دلانے کے لئے ہوئے۔ حضورؐ نے ان کو کر کے یا فرما کے بتا دیا۔

دوسری قسم حدیث کی وہ ہے جس کا تعلق قرآن مجید سے نہیں یہ مناقب؛

arfat.com

تناسب وتفصص وپیشین گوئی وغیرہ ہیں۔ حضرت عمران بن حصین صحابی سے ایک شخص نے کہا کہ آپ لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم کو قرآن میں نہیں ملتی۔ انہوں نے فرمایا کیا قرآن میں یہ تفصیل ہے کہ ہر چالیس درم پر ایک درم اتنی بکریوں پر اتنی بکریاں اتنے اونٹوں پر اتنے اونٹ زکوٰۃ دی جائے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے کیونکر یہ تعداد بیان کی۔ تم نے ہم سے سنا۔ ہم نے حضور سے سنا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

اسلام کا قانون اساسی قرآن ہے۔ اور قانون ثانوی حدیث ہے۔ قانون کی یہ کیفیت ہے کہ اس کی تشریح کی حاجت ہوتی ہے۔ وہ لوگ اس کی تشریح کرتے ہیں جو اس کے ماہر ہوتے ہیں اور ان کو ان کا منصب حاصل ہوتا ہے۔ ان کی وہ شرح خود قانون بن جاتی ہے۔ تمام اشخاص فہم وفراست میں برابر نہیں ہوتے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ حضور نے جو آیت پیش کی ہو اس کے سنتے ہی ہر صحابی اس کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھ جاتا۔ مثلاً رمضان میں کھانے کا وقت ختم کرنے کے لئے قرآن میں ارشاد ہوا کہ کھانے کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک تم کو سفید دھاری نظر آئے سیاہ دھاری سے۔

تو حضرت عدی بن حاتم طائی صحابی نے ایک ڈورا سفید اور کالا لیا اور دھاری دیکھ لیا کرتے۔ جب حضور کو معلوم ہوا تو فرمایا اس سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔ لوگوں کو یہی سمجھنے کے لئے حضور کی تشریح وتفسیر کی ضرورت پڑتی تھی۔ قرآن مجید کیا شرح ہے۔ [illegible]

اللہ ورسولہ۔ " حرام نہیں سمجھتے ان چیزوں کو جن کو اللہ اور رسول نے حرام کیا ہے۔" اللہ نے جن کو حرام کیا ہے۔ ان کا علم تو قرآن سے ہوتا ہے۔ رسول نے جن کو حرام کیا ان کا علم سوائے حدیث کے کس طرح ہو سکتا ہے اگر دونوں کا ایک ہی چیز کو حرام کرنا قرار دیا جائے تو جب اللہ حرام کر چکا تھا۔ رسول کو اس کے حرام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کے سوا کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ نبیوں کو بھی بعض اشیاء کے حلال وحرام کر دینے کا حق ہے اور انبیا نے یہ عمل کیا ہے۔ سورہ آل عمران پارہ چہارم کی ابتدائی آیات میں ہے۔ " سب کھانے کی چیزیں نزول تورات کی قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا بنی اسرائیل پر حلال تھیں"

قرآن مجید میں حفاظت حدیث کی تاکید ہے۔ ما اتاکم الرسول فخذ وہ۔ "رسول جو حکم دے اس کو مضبوط پکڑو۔" اور ترک حدیث پر عتاب الٰہی ہے۔ فلیحذر الذین الخ جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہئیے۔ کہ کسی فتنہ یا عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ عقل سلیم ہرگز اس امر کو قبول نہیں کر سکتی کہ جس شخص نے کچھ اصول پیش کئے ہوں۔ ان کے متعلق کچھ بیان نہ کیا ہو۔ اور وہ اس کی تشریح بے کار ہو۔ واجب العمل نہ ہو۔ اور اس کے متبعین کی تمام جماعت غافل اور غبی الذہن اور مبتدع تھی۔ کہ انہوں نے اپنے پیشوا کے احکام کی پرواہ نہ کی نہ ان کی حفاظت کی نہ ان کو سمجھ سکے

اور دنیا کی اس آخری ہدایت کو بالکل بدل دیا ہو جس کا تا قیامت اصلاح عالم پر مدار رہا ہے۔

# حدیث عہدِ رسالت میں

## حدیث

قول و فعل و تقریر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ چونکہ حدیث کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا تھا جس کو حضور اپنی عبارت میں بیان فرماتے تھے۔ اس لئے حدیث کو وحی غیر متلو اور وحی خفی اور خبر بھی کہتے ہیں۔ حدیث کا موضوع ذات پاک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

## حدیث کی ابتدا

سب سے پہلے حضور پر سورہ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ ان میں نہ توحید کا ذکر ہے۔ نہ رسالت کا بیان ہے۔ نہ نماز روزے کی ہدایت ہے۔ اس کے بعد سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں تبلیغ کا حکم ہے۔ لیکن اس وحی کی حالت بھی پہلی وحی کی سی ہے۔ پھر وہ کس چیز کی تبلیغ تھی۔ اور کیا احکام تھے۔ قرآن اس معاملہ میں خاموش ہے۔ لیکن حدیث ہی ہم کو بتاتی ہے۔ کہ پہلی وحی کے ساتھ جبریل نے وضو کرا کر حضور کو نماز پڑھائی اور کچھ باتیں بھی بتائیں۔ حضور اسی طرح عمل کرتے رہے۔ یہی حدیث ہے۔ لہٰذا حدیث کی ابتدا قرآن کے بعد اسی دن سے ہے جس دن سے قرآن کا

Marfat.com

آغاز ہے۔ قرآن سے کچھ منٹ یا کچھ گھنٹے بعد حدیث وجود میں آئی۔ دوسری وحی جب نازل ہوئی تو خدیجہؓ، علیؓ، زیدؓ، ابوبکرؓ ایمان لائے۔ انہوں نے کس چیز کا اقرار کیا۔ کس چیز پہ ایمان لائے، کیا عمل شروع کیا۔ قرآن سے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حدیث ہی بتاتی ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن شام کو نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو۔ پھر زید بن حارثہ نے۔ پھر ابوبکر نے (تاریخ ابن الخمیس) لیکن قرآن میں اس نماز کا ذکر نہیں۔ حدیث ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر حدیث کو نہ لیا جائے۔ تو معاملہ مجہول حالت میں رہتا ہے۔

## تحریر حدیث

جب حضور مبعوث برسالت ہوئے دنیا گمراہی کے گڑھے میں پڑی ہوئی تھی۔ تمام ممالک میں توہمات اور فاسقانہ مراسم رائج تھے خداوند ذوالجلال نے حضور کو اصلاح خلق پر مامور کیا۔ اصلاحات کا انبار ایک دم پیش کرنا خلاف مصلحت تھا۔ کہ اس کا تحمل دشوار ہوتا۔ اور طبائع پر گراں گزرتا۔ تنفر پیدا کر دیتا اس لئے اصلاحات کو رفتہ رفتہ پیش کیا گیا۔ اور حضور کے عہد میں برسوں تک جاہلانہ رسمیں رائج رہیں۔ مثلاً شراب خواری سود خواری جمع بین الاختین اور قرآن مجید پارہ پارہ نازل ہونا شروع ہوا۔ اس لئے جو حکم قرآن کے ذریعہ سے پہنچتا۔ یا وحی خفی کے ذریعہ سے نازل ہوتا حضور اس کو سنا دیتے اور اس پر عمل شروع ہو جاتا۔ اس لئے عبادات و مباحات و سنن میں ایک امر کی پابندی نہ تھی۔ اور یہ پابندی کبھی بھی کسی طرح بھی ممکن نہ تھی لوگ کم کم تعداد میں مشرف باسلام ہو

Marfat.cc

رہے تھے۔ اور کتابت قرآن کا انتظام ابتدا ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ آیات کی افہام و تفہیم کے لئے نیز وحی خفی کے احکام کے متعلق حضور کچھ فرماتے بھی تھے بعض لوگوں نے جو اپنے لیئے آیات قرآنی لکھیں۔ انہوں نے حضور کے فرمودہ جملے بھی بطور یادداشت لکھے اس لئے ابتدائی عہد میں اس خیال سے کہ قرآن میں التباس نہ ہو جائے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھ سے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو وہ مٹا ڈالے (مسلم)

جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ اور لوگ قرآن کو سمجھنے لگے۔ صحابہ میں واقف کار لوگ پیدا ہو گئے تو حضور نے لکھنے کی اجازت دے دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضور سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ سب کچھ نہ لکھا کرو حضور کبھی غصہ میں ہوتے ہیں کبھی خوشی میں کبھی رنج کا موقعہ ہوتا ہے کبھی مزاح میں بھی کچھ فرما دیتے ہیں انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضور سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے خوشی یا رنج میں کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلتی لکھ لیا کرو۔ (مسند امام احمد حنبل۔ طبقات ابن سعد)

ایک انصاری نے عرض کیا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یاد نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کام لو یعنی لکھ لیا کرو۔ (ترمذی)

چونکہ حالات میں جلد جلد تغیر ہو رہا تھا اور وحی خفی کے احکام حسب

ضرورت و مصلحت ناسخ و منسوخ کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے ائمہ اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے۔ کہ آخر عہد کی حدیثیں واجب العمل ہیں۔ اور وحی خفی کے پہلے احکام پچھلے احکام سے منسوخ ہو گئے۔

حضور نے خود فرمایا ہے۔ کہ میری حدیثیں ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں۔ (فردوس) مخالفت تحریر حدیث کی جو حدیث ہے۔ وہ اقسام حدیث میں سے موقوف ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کو امام شافعی و علامہ سید شریف جرجانی و علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار و قاضی شوکانی نے لائق حجیت قرار نہیں دیا۔ اور اجازت کتابت کی جو حدیث ہے۔ وہ اقسام حدیث میں سے مرفوع ہے۔ بہرصورت موقوف پر مرفوع کو ترجیح حاصل ہے۔ حضور نے خود کثیر تعداد میں حدیثیں لکھائی ہیں۔ بعض تاریخ سے ناواقف کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضور کے عہد میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں۔ مجھے ایسے لوگوں کی عقل پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص مصلح عالم بن کر اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ اور اس کی حیات میں لاکھوں آدمی اس کے متبع پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور آخری عمر میں وہ شہنشاہیت کا مرتبہ بھی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا نہ کچھ لکھایا نہ اپنے پیش کردہ اصول کی کوئی تشریح کی۔ اور جو کچھ اس قسم کی تحریرات کرائیں بھی۔ تو اس کے متبعین نے ہم کو تاریخ کی تو ہدایت کی مگر اس کے احکام کو صحت کے ساتھ ہم تک نہیں پہنچایا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کو کوئی صاحب عقل سلیم قبول کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔ ہم اس موقع پر اجمال کے ساتھ حضور کے عہد کی تین سو کے قریب تحریرات کی نشان دہی کرتے

ہیں۔ صاحب مفتاح الاذکار نے حضور کے ۴۳ خطوط نقل کئے ہیں صاحبزادہ عبدالرحیم خان مظفر جنگ ہوم ممبر ریاست ٹونک نے اپنی کتاب مراسلات نبویہ، ۵۲ تحریرات کا ذکر کیا ہے۔ ہمارا شمار تین سو کے قریب ہے۔ لیکن سب کا ذکر بہ تفصیل بخیال طوالت ترک کیا جاتا ہے بعض ایسی تحریرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا صاف وصریح تعلق حدیث سے ہے۔ گو اس میں دو چار اس شرط سے مستثنیٰ بھی ہیں۔

۱۔ معاہدات حربیہ وغیرہ (ابن ماجہ — طبقات ابن سعد)

۲۔ فرامین قبائل کے نام (ابن ماجہ — طبقات ابن سعد)

۳۔ خطوط امراء و سلاطین کے نام (بخاری — تذکرۃ الحفاظ)

۴۔ فہرست اسماء صحابہ (بخاری)

۵۔ فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا ایک صحابی ابوشاہ یمنی نے عرض کیا کہ مجھ کو لکھا دیجئے حضور نے صحابہ سے فرمایا اکتبوا لابی شاہ۔ ابوشاہ کے لئے لکھ دو یہ لکھ کر ان کو دے دیا گیا (بخاری ابوداؤد)

۶۔ کتاب الصدقہ۔ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی حاکم یمن کو احکام زکوٰۃ لکھائے۔ اور اس کی نقل دیگر عمال حکومت کو بھیجی گئی یہ دو صفحہ کا رسالہ تھا (مسند امام احمد حنبل، دارقطنی) یہ تحریر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں آل حزم سے بہم پہنچائی تھی (دارقطنی)

۷۔ عمرو بن حزم صحابی کو ایک ضخیم رسالہ لکھا دیا تھا جس میں تلاوت قرآن مجید، نماز، زکوٰۃ، طلاق، عتاق، قصاص، دیت، [illegible] سنن اور

Marfat.com

مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ اس رسالہ کا ذکر موطا امام مالک۔ نسائی۔ مستدرک حاکم۔ تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ تیس کتابوں میں ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے۔ ہو کتاب عظیم۔ زاد المعاد۔ نمبر ۶ و ۷ کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسائل حضور کی تصنیف ہیں۔

۸۔ عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس ایک نامہ تھا جس میں مردہ جانوروں وغیرہ کے متعلق احکام تھے۔ (معجم صغیر للطبرانی)

۹۔ وائل بن حجر صحابی کو نماز۔ ربوا۔ شراب وغیرہ کے احکام لکھائے (معجم صغیر طبرانی)

۱۰۔ ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جس میں شوہر کی دیت کا حکم تھا۔ (ابوداؤد۔ دار قطنی)

۱۱۔ معاذ بن جبل صحابی کو ایک تحریر بھیجی جس میں سبز ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔ (دار قطنی)

۱۲۔ مدینہ بھی مثل مکہ کی حرم ہے۔ اس کے متعلق حضور کی تحریر رافع حدیج کے پاس تھی۔ (مسند امام احمد حنبل)

۱۳۔ حذیفہ بن الیمان کو ایک فرمان لکھایا۔ جس میں زکوٰۃ کے فرائض کا بیان تھا۔ (طبقات ابن سعد)

۱۴۔ علاء بن الحضرمی کو زکوٰۃ کے مسائل لکھائے (فردوس)

۱۵۔ حضرت ابوبکر صدیق جب سنہ ۹ ہجری میں امیر الحج بنائے گئے تو سنن حج لکھائے۔ (بیہقی)

arfat.com

۱۶۔ عمر بن افصی اسلمی کو فرمان لکھایا۔ اس میں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام تھے۔ (سیرت شامی)

۱۷۔ غالب بن عبداللہ لیثی کو فرمان لکھایا۔ اس میں غنیمت کا حکم تھا۔

۱۸۔ وفد ثمامہ کو فرائض و صدقات لکھائے۔

۱۹۔ اہل وسمہ کو دینے کے احکام لکھائے۔

۲۰۔ ابی راشد الازدی کو نماز کے احکام لکھائے۔

۲۱۔ اسقف اہل نجران کو فرمان لکھایا اسلام دعوت اسلام اور جزیہ کا حکم تھا۔

۲۲۔ اساقفہ نجران کو ایک دوسرا فرمان لکھایا۔ اس میں جزیہ کی تفصیل تھی۔

۲۳۔ حکام حضرموت کو نماز، زکوٰۃ، خمس کے احکام لکھائے۔

۲۴۔ اہل دومۃ الجندل کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

۲۵۔ اہل طائف کو حرمت                کا حکم لکھایا۔

۲۶۔ دومۃ الجندل و قطن کو احکام عشر لکھائے۔

۲۷۔ قبائل جرباء اذرح کو جزیہ کی تفصیل لکھائی۔

۲۸۔ بنی نہد کو زکوٰۃ کے جانوروں کے متعلق ہدایات لکھائیں۔

۲۹۔ بنی حنیفہ کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

۳۰۔ وفد بنی بارق کو پھلوں اور چراگاہوں کے متعلق احکام لکھائے۔

۳۱۔ تمیم داری کو قبول ہدیہ کا مسئلہ اور منہی اشیاء کے متعلق احکام لکھائے۔

۳۲۔ خبادہ اردی کو مالِ غنیمت کا مسئلہ لکھایا۔

۳۳۔ جیفر و عید فرمانروایان عمان کو عشر وغیرہ کے احکام لکھائے۔

۳۴۔ حارث بن کلال و معافیر و ہمدان کو خمس وغیرہ کے احکام لکھائے۔

۳۵۔ حارثہ و حضر و بنی قطن کو عشر کے احکام لکھائے۔

۳۶۔ خالد بن ضماد ازدی کو ارکانِ اسلام لکھائے۔

۳۷۔ ذرعہ بن سیف کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

۳۸۔ ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی کو محصول وغیرہ کے احکام لکھائے۔

۳۹۔ شرحبیل، حارث، نعیم، بنی عبد کلال کو مالِ غنیمت و عشر و زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔

۴۰۔ عام مسلمانوں کے لئے ایک تحریر لکھائی جس میں پکنے سے قبل کھجور کی فروخت اور خمس سے قبل حصہ لینے کے احکام تھے۔

۴۱۔ عدا بن خالد کو بیع سے قبل شے کے عیوب ظاہر کر دینے کے احکام لکھے۔

۴۲۔ حضرت عمر کو مسائل صدقات لکھائے

۴۳۔ حضرت ابوبکر کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

۴۴۔ عباید قلب و قطن کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

۴۵۔ عہد نامہ درمیان مہاجر و انصار و یہود لکھایا۔ اس میں دیت و فدیہ کا حکم تھا۔

۴۶۔ مالک بن احمر کو خمس کے مسائل لکھائے۔

arfat.com

۴۷۔ مجاعہ بن مرارۃ اسلمی کو خمس و حصص ذوی القربیٰ کے احکام لکھائے

۴۸۔ مصعب بن زبیر کو نماز جمعہ کا حکم لکھایا۔

۴۹۔ مطرف بن کاہن باہلی کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

۵۰۔ معاذ بن جبل کو قبول ہدیہ کا مسئلہ لکھائے۔

۵۱۔ منذر بن ساوی کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

۵۲۔ منذر بن ساوی کو مجوس کے متعلق احکام لکھائے۔

۵۳۔ ہجر والوں کو نبیذ کا مسئلہ لکھا کر روانہ کیا۔

ستر نمبر سے یہاں تک تاریخ خطیب بغدادی، مسند امام احمد حنبل، فردوس، طبقات ابن سعد وغیرہ کتب سے نقل کئے ہیں۔

۵۴۔ آل اکیدر کو ایک فرمان لکھا۔ اس زمانہ تک آپ کی مہر تیار نہیں ہوئی تھی۔ اس پر آپ نے انگوٹھا لگایا۔ اس کی تخریج ابن سندہ نے کی ہے۔ (اصابہ واسد الغابہ) حکماء یورپ کو اٹھارویں صدی عیسوی میں فنگر پرنٹس کا علم ہوا ہے۔ نبی امی کو چودہ سو برس پہلے معلوم تھا۔

۵۵۔ جعفینہ الجہنی (المبعض نے ہندی لکھا ہے) کو فرمان لکھایا۔ (اصابہ) اس کا راوی ضعیف الحدیث ہے۔

۵۶۔ مہاراجہ ہندی کو نامہ لکھایا۔ (اصابہ) اس پر علماء نے شبہات وارد کئے ہیں۔ اکثر نے اس کو کذب قرار دیا ہے۔ لیکن میری تحقیق مجھ کو ہیں نے اپنی کتاب تاریخ تصوف میں لکھی ہے (یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی) صحیح ثابت ہوتا ہے۔

۵۷۔ مسعود بن وایل کے قبیلہ کو دعوت نامہ معاویہ بن ابی سفیان سے لکھایا۔ (اصابہ۔ اسد الغابہ)

۵۸۔ مسیلمہ کذاب کو فرمان لکھایا۔ اس کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

۵۹۔ یہود خیبر کو ایک مقتول مسلمان کی دیت کے متعلق خط لکھایا۔ (صحاح ستہ)

۶۰۔ جرش والوں کو مسئلہ نبید لکھا کر روانہ کیا۔ (مسلم)

۶۱۔ مسلم بن حارث تیمی کو کچھ وصایا لکھائیں۔ (ابو داؤد)

۶۲۔ یمن والوں کو لکھایا۔ کہ شہد کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (نصب الرایہ للزیلعی)

۶۳۔ تمام قبائل کو دیت کے مسائل لکھا کر روانہ کئے۔ (مسلم۔ ابی داؤد)

۶۴۔ ارض خیبر کا تقسیم نامہ لکھایا۔ (کتاب الخراج یحیٰی بن آدم)

۶۵۔ منذر بن ساری کو خط لکھایا۔

۶۶۔ مقوقس شاہ مصر کو خط لکھایا۔

۶۷۔ تمیم الداری کو فرمانِ جاگیر لکھایا۔

۶۸۔ شاہ اسپین کو خط لکھایا۔

۶۹۔ قطن بن حارث کو فرمان لکھایا۔

۷۰۔ نجاشی حبشہ کو خط لکھایا۔

۷۱۔ مقوقس شاہ مصر کو دوسرا خط لکھایا۔

۷۲. ایک عہدنامہ عیسائیوں کے لئے لکھا گیا۔

۷۳. وفد تجیب کے سوالات کے جوابات لکھائے گئے۔

پچپن نمبر سے لیکر تہتر تک تمام کتب تاریخ و اکثر کتب حدیث میں ہیں۔ ان میں سے ساٹھ نمبر خاص حدیثی ہیں۔ سلاطین کے نام جو نامے لکھائے گئے وہ عامر بن فہیرہ نے لکھے تھے۔ امراء عمان کے نام عمرو ابی بن کعب سے لکھائے گئے۔ قطبی بن حارث کے نام ثابت بن قیس نے لکھے۔ نمبر ۷۵ معاویہ بن ابی سفیان نے لکھا۔ نمبر ۱۰ حضرت علی نے لکھا۔ نمبر ۷۶ کا ذکر امام ابو یوسف ۱۸۲ھ نے کتاب الخراج میں کیا ہے۔ اور اس کی حقیقت و کیفیت ابن فضل اللہ العمری نے کتاب مسالک الابصار جلد اول میں لکھی ہے۔ گویا یہ تحریر چوتھی صدی ہجری تک موجود تھی۔ نمبر ۷۳ کا ذکر گیارہویں صدی ہجری تک کے مصنفین نے کیا ہے۔ (التراتیب الاداریہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ھ جلد اول صفحہ ۱۵۶)

نمبر ۵۸، ۶۵، ۶۷، ۷۱، ۷۲ موجود ہیں۔ نمبر ۶۵ کا فوٹو جرمن مجلس شرقیات کے رسالہ زڈمگ جلد ۱۷ ۱۸۶۳ء میں طبع ہوا۔ یہ اصل خط خواجہ کمال الدین قادیانی نے بچشم خود دمشق میں دیکھا (اسلامک ریویو ۱۹۱۹ء) نمبر ۶۶ کا فوٹو سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق لیڈر نے رسالہ ژورنال آزیاتک ۱۸۵۴ء میں شائع کیا تھا۔ یہ اس کو ایک سیاح موسیو بارتلمی سے ملا تھا جس کو سیاح مذکور نے مصر کی ایک مسیحی خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔ اب اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع ہو کر فروخت ہوتے ہیں۔ نمبر ۷۰ حبشہ کے

دارالسلطنت عدیس ابابا کے شاہی خزانہ میں محفوظ ہے۔ حبشہ اور اٹلی کی جنگ کے موقع پر اس کے متعلق یورپین اخبارات نے کثرت سے مضامین شائع کئے تھے۔ ہندوستان کے اخبارت میں ان کے ترجمے شائع ہوئے۔ نمبر۱۷ قاہرہ کے کتبہ انا مارقوس میں محفوظ ہے۔ نمبر۲۷ بھی کتبہ مذکور میں محفوظ ہے۔ چند سال ہوئے کہ یہ خدیو مصر کے سامنے پیش ہوا تھا۔ اور اس کے متعلق تمام اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔ حضورؐ علیہ السلام نے سلاطین عالم کو خطوط ارسال فرماتے تھے۔ ان کی تعداد اب تک دو سو تحقیق ہوئی ہے۔ (اعلام السائلین مولفہ ابن طولون ۔۔ دکیو بان سیورلا ولوباسی سجانی مطبوعہ پیرس ۱۹۳۵ء حصہ دوم ۔۔۔ منشات السلاطین مولفہ احمد فریدون مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ھ ہجری)

ایک خط سلطان صلاح الدین کے خاندان میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق بھی اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔ حضورؐ نے جو عہد نامہ عیسائیوں کو لکھایا تھا۔ اس کو معہ اور چند عہدناموں پارسی فاضل مسٹر سہراب جی آف بمبئی نے ۱۸۶۱ء میں طبع کرایا۔

اکثر مکاتیب یوم الجماجم میں بعہد حجاج بن یوسف (۸۲ھ کے بعد) جل گئے۔ (کتاب الخراج و بلاذری)

یہاں تک تو حدیث کی ان تحریرات کا ذکر تھا۔ جو حضورؐ نے خود لکھائے اب صحابہ کے مجموعوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت عمر بن حزم صحابی نے حضورؐ کے بیس مکاتیب جمع کرکے

arfat.com

ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ (دودکیومان جلد اول)

۲۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضور کی اجازت سے ایک ہزار حدیثوں کا مجموعہ مرتب کرکے صادقہ نام رکھا تھا۔ مجاہد متوفی ۱۲۳ھ نے ان کے پوتے عمر بن شعیب کے پاس یہ صحیفہ دیکھا تھا۔ گویا دوسری صدی ہجری میں موجود تھا۔

۳۔حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں (ابوداؤد کتاب الحدود)

۴۔حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں۔ (بخاری - تربیت الراوی)

۵۔حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جو ان کے صاحبزادہ کے پاس تھا۔ (جامع صغیر طبرانی)

۶۔حضرت ابوہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا۔ (فتح الباری) اس میں ۲۴۷ سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ (تدوین حدیث صفحہ ۱۵) یہ بصورت ملاطفہ تھا۔ یعنی جیسے زمانہ قدیم میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ کر لپیٹ لیتے ہیں۔

۷۔حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ وہ کئی پشت تک ان کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا (مسند امام احمد بن حنبل)

۸۔حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں۔ (اسد الغابہ)

۹۔حضرت سمرہ بن جندب نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا۔۔۔ا

(تہذیب التہذیب)

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں۔

(تہذیب التہذیب)

۱۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حدیثیں جمع کی تھیں (شرح بلوغ المرام)

مشہور مخالف اسلام سر ولیم میور نے حدیثوں کی مخالفت میں بہت کچھ زور لگایا ہے۔ لیکن اس کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ کہ بعض صحابہ کے پاس آنحضرت کی احادیث کی تحریری یادداشتیں تھیں (لائف آف محمد)

مخالفت تحریر حدیث کی تو ایک حدیث موقوف ہی ہے۔ تحریر و تبلیغ حدیث کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

۱۔ تم اس شخص کی حدیث لو جس کی شہادت قبول کرتے ہو۔ (خطیب)

۲۔ لائق لوگوں کو حدیث نہ سنانے والا ایسا ہے جیسا کہ نالائقوں کو سنانے والا۔ (فردوس)

۳۔ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ حاضر غائب کو پہنچا دے۔! (فردوس)

۴۔ مجھ سے وہ حدیث بیان کرو جس کو جان لیا کرو۔ (فردوس)

۵۔ اپنے علم کو لکھ کر محفوظ کرلو (طبرانی)

۶۔ حضرت بریدہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ یہ ابوموسیٰ کو سنا دو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! حضرت بریدہ نے حضرت ابوموسیٰ کو حدیث سنائی تو حضرت ابوموسیٰ نے

arfat.com

کہا میرا سچا بھائی تو نے مجھ کو حدیث سنائی (مشکوٰۃ)

۶۔ جو حدیث کو رد کرے وہ دوزخی ہے۔ (طبرانی)

تبلیغ و حدیث کے متعلق کثیر روایات ہیں۔ جو صحاح ستہ اور اور کتابوں میں مذکور ہیں۔ ہم نے صحاح ستہ کے علاوہ اور بعض کتابوں سے یہ چند حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ اسی طرح جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی ممانعت میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ ان حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سچی حدیث کے متعلق اجازت ہے۔

## روایت و تعلیم و حفاظت حدیث کی تاکید

حضور نے روایت و حفاظت و تعلیم کا حکم فرمایا ہے۔ نضر اللہ امرأ سمع منا شیئا فبلغه کما سمعه۔ خدا اس کو خوش رکھے جس نے ہم سے سنا اور اس کو اسی طرح پہنچایا جیسے سنا تھا۔ اور ارشاد ہے احفظوہ واخبروہ من ورائکم۔ "خود ان کو محفوظ کرو اور دوسروں کو پہنچا دو۔" وحدثوا عنی فلا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار "حدیث بیان کرو لیکن جس کسی نے میری طرف دانستہ جھوٹ کی نسبت کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔" (صحیح مسلم)

یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ کی حرمت کے متعلق فرمایا الیبلغ الشاہد الغائب فان الشاہد عسی ان یبلغ من ھو اوعی لہ منہ "جو حاضر ہیں وہ غائب کو پہنچا دیں۔ سنا دیں" (بخاری) حضرت سمرہ بن جندب نے فرمایا

کہ میں حضور سے حدیثیں یاد کرتا تھا۔ اور ان کو بیان کرتا تھا۔ اور کوئی چیز مجھ کو منع نہ کرتی تھی۔ (اسد الغابہ) اور ارشاد ہے۔ ماخذ علمکم ابن مسعود۔ "ابن مسعود سے حدیث سیکھو۔ (ترمذی) مالک ابن حویرث نے ارشاد فرمایا۔ ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم۔ "اپنے گھر واپس جاؤ اور لوگوں کو سکھاؤ اور حضور نے ارشاد فرمایا۔ قید العلم بالکتاب۔ "حدیث کو کتاب میں لکھ لیا کرو۔" اور ارشاد ہے۔ اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ۔ "حدیث کو اس کی سند کے ساتھ لکھا کرو۔ (بغیۃ الوعاۃ للسیوطی) اور ارشاد ہے "میرے اور میرے خلفا اور انبیاء سابعین کے خلفاء وہ ہیں۔ جو خدا کی رضا کے لئے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں۔" (جامع صغیر) اور ارشاد ہے۔ "جو شخص میری چالیس حدیثیں بامید مغفرت لکھے گا۔ خدا اس کو بخش دے گا۔" (مسند امام احمد حنبل جلد رابع و منتخب کنز العمال)

عہد رسالت میں پھر بھی حدیثیں کم لکھی گئیں۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ اول تو حضور خود موجود تھے۔ لوگ مطمئن تھے۔ کہ جب کوئی ضرورت پیش آئے گی۔ دریافت کر لیں گے۔ اور اہل عرب کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ ان کو اپنے حفظ پر بھروسہ تھا چنانچہ بعض ائمہ حدیث نے بھی تحریری روایت پر زبانی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور جنگ وجہاد تبلیغ و تنظیم وغیرہ امورات سے فرصت کم تھی۔ حالات میں جلد جلد تغیر واضح ہو رہا تھا۔ اس لئے بعض احکام میں مصلحت وقت تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ اس لئے

Marfat.cc

حضور نے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ کثرت سے حدیثیں روایت نہ کرو۔ یہ خطرہ تھا۔ کہ احکام منسوخ مروج نہ ہو جائیں۔ اور سب سے اہم یہ امر تھا۔ کہ لوگوں کی ہمتیں حفظِ قرآن پر مصروف تھیں۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہدِ خلافت راشدہ میں خلافت راشدہ کا بہت تھوڑا زمانہ تھا۔ جس میں کچھ سکون رہا۔ کفار عالم نے جمعیت خاطر کے ساتھ بیٹھنے ہی نہیں دیا۔ اس لئے صحابہ کو جنگ وجہاد حفاظت قرآن نظم ونسق ممالک تربیت نو مسلمین سے فرصت ہی نہ ملی۔ پھر بھی حدیث کے متعلق بہت کچھ کام ہوا۔

۱۔ حضرت ابوبکر نے ایک مجموعہ حدیث مرتب کیا۔ اس میں پانچ سو حدیثیں تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے حضور کے غلام ابورافع سے حضور کے حالات لکھے (طبقات ابن سعد)

۳۔ حضرت ابی بن کعب نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو حدیثوں سے مملو تھی۔ اس تفسیر سے امام احمد حنبل نے مسند میں، امام جریر طبری نے اپنی تفسیر میں، امام حاکم ~~۴۰۵~~ نے مستدرک میں روایات وغیرہ لیں۔ اس لئے یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے تفسیر لکھی۔ امام بخاری نے اس تفسیر سے بہت کچھ لیا ہے۔ اس تفسیر کے مختلف نسخے مختلف کتب خانوں

Marfat.com

میں اب تک محفوظ ہیں۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک مجموعہ حدیثوں کا بھی مرتب کیا تھا۔ (صحیح مسلم)

۶۔ حضرت زید بن ثابت نے کتاب الفرائض تالیف کی (فردوس)

۷۔ ابو الخطاب عرف خیاط نے بیان کیا۔ کہ میں نے واثلہ بن اسقع صحابی کو دیکھا۔ کہ حدیثیں لکھا رہے تھے۔ (بیہقی۔ ابن عدی)

۸۔ امام حسن نے حدیثیں جمع کیں۔ (تہذیب التہذیب)

۹۔ حضرت سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹوں کو خطوط لکھے ان میں کثرت سے حدیثیں تھیں۔ (اسد الغابہ)

۱۰۔ حضرت عمر نے یادداشتیں مرتب کی تھیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ نے سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق کو لکھا۔ کہ حضرت عمر کے نوشتے اور ان کی سیرت اور ان کے فیصلے جو مسلمانوں اور ذمیوں کے متعلق ہیں۔ میرے پاس بھیج دو۔ (شرح احیاء العلوم)

۱۱۔ حضرت علی کے فتاوے لکھے ہوئے تھے۔ جن کو حضرت ابن عباس نے دیکھا تھا۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

۱۲۔ انبار کے کتب خانہ میں کئی کتابیں صحابہ اور تابعین کی تالیف پائی گئیں (المقتطعت)

۱۳۔ حضرت انس صحابی اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے۔ کہ لکھ لیا کرو (دارمی)

Marfat.cc

# تعلیم حدیث عہد خلافت قرن اوّل میں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث کا درس دیا کرتی تھیں۔ (تذکرہ ذہبی) ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی۔ ان میں ۳۸ عورتیں تھیں جلیل القدر صحابہ مثل ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عباس عمرو بن العاص وغیرہ ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ہفتہ میں ایک دن حدیث کا ایک دن تفسیر کا ایک دن فقہ کا۔ ایک دن سیر و مغازی کا، ایک دن ادب کا ایک تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی تصانیف ان کی حیات میں دور دور شائع ہو گئیں۔ انہوں نے خود بیان کیا کہ اہل طائف میری تصانیف کی نقول بغرض تصحیح میرے پاس لائے۔ (شرح معانی الآثار جلد دوم) موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ کریب نے ہمارے پاس ایک اونٹ کے برابر ابن عباس کی کتابیں رکھیں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عمر نے تعلیم حدیث و فقہ کے لئے مدارس قائم کئے۔ حبان بن ابی جبلہ کو مصر میں معلم مقرر کیا۔ (حسن المحاضرہ) حضرت عمر نے عبداللہ بن مسعود کو کوفہ میں اور معقل بن یسار و عبداللہ بن معقل و عمران بن حصین کو بصرہ میں و عبادہ بن الصامت و ابوالدرداء کو شام میں اور معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ ان کی حدیثوں کے سوا عمل نہ کریں۔ (طبقات الحفاظ۔ کتاب الخراج۔ اسد الغابہ۔ ازالۃ الخفا [illegible]

میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے درس میں چار ہزار طلباء شریک ہوتے تھے۔ (اسرار الانوار) حضرت ابو دریس خولانی نے بیان کیا۔ کہ میں حمص کی مسجد میں گیا۔ تو ایک حلقہ جس میں ۳۲ صحابی تھے، بیٹھ گیا ایک صاحب روایت کر چکتے تو دوسرے کرتے۔ (مسند امام احمد حنبل)

حضرت نصر بن عاصم لیثی نے بیان کیا۔ کہ میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا۔ جو نہایت خاموشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ حضرت حذیفہ بن الیمان ہیں۔ (مسند امام احمد حنبل)

حضرت ابو الدرداء دمشق میں رہتے تھے وہ درس دینے کے لئے جب مسجد میں آتے تو ان کے ساتھ طلباء کا ایسا ہجوم ہوتا تھا۔ کہ جیسا بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ) ان کے درس میں سولہ سو سے زیادہ طلبا تھے۔ (طبقات القرا)

حضرت اتقیا اصبحی مدینہ آئے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ابوہریرہ ہیں۔ (ترمذی) حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں ہوتا تھا۔ (حسن المحاضرہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم کے تین مرکز تھے۔ مدینہ۔ مکہ۔ کوفہ مکہ کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن عباس مدینہ کے حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت زید بن ثابت کوفہ کے

Marfat.cc

حضرت عبداللہ بن مسعود (اعلام المؤمنین) حضرت عبداللہ بن مسعود کی باقاعدہ درسگاہ کوفہ میں تھی۔ ان کے شاگرد حدیثیں اور ان کے فتادے لکھا کرتے تھے۔ (اعلام المؤمنین)

# صحابہ کا شوقِ حدیث

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر عوالی میں رہتے تھے۔ اس لئے ضروریات کی وجہ سے روزانہ حاضر دربارِ رسالت نہ ہو سکتے تھے۔ انہوں نے روزانہ حضور کے اقوال و افعال پر اطلاع پانے کی یہ سبیل کی تھی۔ کہ ایک دن خود آتے ایک دن اپنے ہمسایہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھیجتے۔ وہ جو کچھ دیکھتے اور سنتے ان سے جاکر بیان کر دیتے (بخاری کتاب العلم)

۲۔ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے۔ ان سے بعد نماز حضور نے کچھ فرمایا جس کو اور صحابہ نہ سن سکے۔ وہ حضور کی خدمت سے واپس ہوئے تو ان کو صحابہ نے گھیر لیا۔ کہ حضور کا ارشاد معلوم کریں۔ (ابن ماجہ)

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ ایک مہینہ کا سفر کر کے مصر پہنچے۔ اور حدیث قصاص حضرت عبداللہ بن انیس جہنی مقیم مصر سے معلوم کی! (حسن المحاضرہ)

۴۔ ایک صحابی ایک حدیث معلوم کرنے کے لئے سینکڑوں کوس کا سفر کر کے حضرت فضالہ بن عبید کو (جو) مصر میں تھے) پاس پہنچے۔

(ابو داؤد)

۵۔ حضرت ابوہریرہ رسولِ کریم سے سوالات کیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ تم حدیث کے بڑے حریص ہو۔ (بخاری کتاب العلم) اس قسم کی اور بہت سی روایات ہیں۔

# صحابہ میں حفاظتِ حدیث

اقوال و افعال تو بڑی چیز ہیں۔ صحابہ نے رسولِ کریم کے حرکات و اشارات کو محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت اغرمزنی فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے ایک بار گنا تو حضورؐ نے ایک نشست میں سو دفعہ استغفار فرمایا۔ (ابوداؤد) حضرت ابوہریرہ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک ثلث میں عبادت ایک میں آرام ایک میں حدیثیں حفظ کرتے۔ (مسند دارمی)

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا۔ ہم نے حدیثیں سن کر یاد کر لی تھیں (دارمی)

حضرت سمرہ بن جندب نے فرمایا میں رسولِ کریم سے حدیثیں یاد کیا کرتا تھا۔ (اسد الغابہ) حضرت سائب بن حلاذ اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی دونوں نے رسولِ کریم سے ایک حدیث سنی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اس میں حضرت سائب کو کچھ شک ہوا۔ تو اس کی تصحیح کے لئے سفر کر کے حضرت عقبہ کے پاس پہنچے (اسد الغابہ)

حضرت عائشہ سے جب کوئی حدیث بیان کرتا۔ تو وہ کچھ طویل

arfat.com

نے شہادت دی۔ تب حضرت عمر نے قبول کیا۔ اور فرمایا۔ میں تم کو متہم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ احتیاط اس لئے ہے۔ کہ لوگ جھوٹی روایت کرنے پر دلیر نہ ہو جائیں۔ لیکن حضرت ابی بن کعب نے کہا عمر رسول کریم کے اصحاب کی جان کا عذاب نہ بنو (ابوداؤد)

حضرت عائشہ کی احتیاط کے متعلق بیان سابق میں لکھا جا چکا ہے۔ حضرت عائشہ نے اس کی احتیاط کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ نہ تم جھوٹے ہو نہ تمہارے راوی جھوٹے ہیں۔ لیکن کان غلطی کر جاتے ہیں۔ (مسلم) غرض صحابہ حدیث کے قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔

## بیان حدیث میں صحابہ کی احتیاط

چونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا۔ کہ جو میری طرف غلط بات منسوب کرے گا۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس لئے صحابہ روایت کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ کہ کہیں غلطی سے کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے۔ اس خوف سے بعض نے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ بعض سب سے کم روایت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود جب قال رسول اللہ کہتے تو بدن کانپنے لگتا تھا۔۔۔۔۔! (تذکرہ ذہبی) حاطب کہتے ہیں۔ کہ میں نے صحابہ میں حضرت عثمانؓ سے بہتر اور کامل حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا۔ مگر اس پر بھی وہ حدیث کے الفاظ بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے (طبقات ابن سعد)

حضرت زید بن ارقم نے روایت کرنا ترک کر دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت

میں تلاش کرتے پھر سنت پر نظر کرتے۔ اگر ان دونوں میں نہ پاتے مشورہ کرتے۔ (دارمی) حضرت عمرؓ کی رائے ہوئی۔ کہ بیوی شوہر کی دیت میں حصہ نہیں پا سکتی۔

حضرت ضحاک بن سفیان نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم انصاری کی بیوی کو شوہر کی دیت دلوائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو قبول کیا۔ (ابو داؤد) —— اور اس قسم کے واقعات کتب حدیث و تاریخ میں کثرت سے مذکور ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہ حدیث پر عمل کرنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ اور اس کے شائق تھے۔

## حدیث سننے والے اور بیان کرنے والے

## صحابہ کی تعداد

علی بن زرعہ رازی کا قول ہے کہ حضورؐ کی وفات کے وقت تک جن مسلمانوں نے آپکو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی۔ ان کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی۔ اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی۔ ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ ابو زرعہ نے یہ تعداد صرف ان لوگوں کی بتائی ہے۔ جو رواۃ حدیث تھے۔ لیکن ان کے علاوہ جو صحابہ کی تعداد ہو گی۔ علامہ ابن عبد اللہ نے استیعاب میں تین ہزار پانسو پچاس ایسے

arfat.com

صاحب نے نہ سمجھے ہوں، تو مجھ سے حدیث روایت کرے ورنہ
یہ بات نہ ہو تو پھر صاحب بتائے

# ممانعت روایت حدیث

حضور کی وفات کے وقت سے زمانہ عہد خلافت راشدہ تک حدیث پر عمل رہا ہے اور ان دونوں زمانوں میں حدیث پر پابندی رہی ہے یعنی کثرت روایت پر خود حضور نے بھی منع فرمایا تھا اور خلفاء راشدین بھی منع کرتے تھے۔ امام شعبی نے فرمایا ہے کہ صحابہ کثرت روایت کو مکروہ جانتے تھے (تذکرہ ذہبی)۔

عادات و سیاحات اور معاملات و معتقدات میں جو صورت تغیر و تبدل کی حضور کے عہد میں تھی، وہی عہد خلفائے میں تھی۔ کثرت روایت سے خطرہ تھا کہ اختلافی صورتیں سامنے نہ آجائیں۔ اگر یہ روک تھام نہ ہوتی تو اختلاف و افتراق کی ایک وسیع خلیج پیدا ہو جاتی اور ارکان اسلام کا محفوظ رہنا بھی دشوار ہو جاتا حضور نے نیز حضرت عمر نے جو روایت حدیث پہ پابندی عاید کی وہ احکامی حدیثوں کے متعلق نہ تھی بلکہ غیر احکامی حدیثوں کے متعلق تھے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا ہے۔ کہ جن حدیثوں میں تمہارا فائدہ تھا ہم نے بیان کر دیں (صحیح مسلم) یعنی احکامی احادیث حضرت عمر نے بھی غیر احکامی ہی کی روایات کو کم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ اس پر دارو گیر کرتے تھے۔ چنانچہ خود

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے۔ کہ جب عمر خلیفہ ہوئے۔ تو حکم دیا۔ کہ جو حدیثیں احکام سے متعلق نہیں کم روایت کی جائیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ جب تم ایسی حدیثیں بیان کرو گے کہ جو لوگوں کی عقل میں نہ آتی ہوں گی تو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔! (مقدمہ صحیح مسلم) ان غیر احکامی حدیثوں میں سے بعض سیاسی حالات سے متعلق تھیں بعض معاشرت و مباحات سے بعض کا تعلق معتقدات مذاہب غیر سے تھا بعض میں پیش گویاں بعض میں پیچیدہ امور تھے۔

حضرت عمر کا زمانہ جنگ و جہاد کے شباب کا عہد تھا۔ اگرچہ اندرونی فتنوں کو حضرت ابوبکر نے دبا دیا تھا۔ مگر قرآن مجید کی اشاعت ابھی پوری طرح نہ ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ تابعین اور نومسلموں کا نیا گروہ پیدا ہو رہا تھا۔ جو مختلف ممالک مختلف اقوام مختلف مذاہب کے لئے کثرت روایت کی صورت میں ایسی حالت میں ہر قسم کے خطرات تھے حضرت عمر نے ہر کام کا ایک ضابطہ مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی حکومت کو تمام دینی و دنیوی ضروریات کا کفیل بنایا تھا۔ اس لئے وہ اس کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص ان امور کو اپنے ہاتھ میں لے جن کو حکومت نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ انہوں نے تعلیم حدیث و فقہ کے لئے مدارس قائم کر دئے تھے۔ اس لئے ان کا منشار تھا۔ کہ مقررہ کردہ محدثین کے سوا اور کوئی روایت نہ کرے۔ اس کے خلاف عمل کردہ قانون شکن سمجھتے تھے۔ انہوں نے مفتی بھی مقرر کر دئے تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود

جو حضورؐ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے جن کے تفقہ اور علم کی رسول کریمؐ نے بھی تعریف فرمائی تھی۔ اور حضرت عمرؓ خود ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں وہ فتوے بھی دیتے تھے مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے نامزد کردہ مفتیوں میں سے نہ تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ فتویٰ دیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو روک دیا۔ (مسند دارمی) اس روک ٹوک کا مقصد صرف یہ تھا کہ جب حکومت نے مفتی مقرر کر دیے ہیں۔ تو دوسرا شخص کیوں فتویٰ دے۔ اسی طرح ایک مرتبہ روایت حدیث پر حضرت عبداللہ بن مسعود، حکیم الامت حضرت ابوالدرداء و حضرت ابوذر غفاری جیسے جلیل القدر اصحاب کو نظر بند کر دیا تھا۔ (المختصر من المختصر مشکل الآثار للطحاوی)

صحابہ میں مفتی و فقیہ ایک سو کچھ آدمی تھے ان میں سنتالیس ممتاز تھے ان سنتالیس میں سے سات کو حضرت عمرؓ نے فتویٰ کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ (سیرۃ البخاری ص۱۰۵)

حضرت عمرؓ بالکل روایت حدیث کے خلاف نہ تھے وہ تو خود متوسطین رواۃ حدیث میں سے ہیں۔ انہوں نے ۵۳۹ حدیثیں روایت کی ہیں۔ بخاری کی سب سے پہلی حدیث انہیں کی روایت سے ہے۔ ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن عمرؓ رواۃ مکثرین میں سے ہیں۔ انہوں نے ۱۶۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

صحابہ کے دو گروہ تھے۔ ایک کثرت روایت اور غیر احکامی حاشیوں

کی روایت کا مخالف تھا۔ اس میں حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ تھے۔ دوسرا گروہ کثرتِ روایت کو تو بکروہ سمجھتا تھا۔ مگر ہر قسم کی حدیثوں کا بیان کرنا ضروری خیال کرتا تھا۔ اس میں حضرت عثمان حضرت علی حضرت ابوہریرہ حضرت ابی بن کعب حضرت ابوذر غفاری تھے۔ یہ وہی حضرات ہیں جن کے مشوروں کے ابوبکر و عمر محتاج تھے۔ اور ابوبکر و عمر کے دست و بازو تھے۔ اور نبی کریم کے خاص الخاص اصحاب تھے۔ حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا۔ اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھ دوگے تو میں ان کلمات کو ضرور ادا کروں گا۔ جو میں نے رسولِ کریم سے سنے ہیں۔ (بخاری)

خلافت سوم میں فتوحاتِ فاروقی کی تکمیل ہوئی۔ اور ممالک مفتوحہ پر بالاستحکام تسلط ہوا۔ ہر ملک و قوم میں کثرت سے اسلام شائع ہو گیا۔! ضروریات اور معاملات و تعلقات میں بہت زیادہ افزائش ہو گئی۔ خلافتِ اول و دوم کے فتاوے و نظائر موجود و محفوظ تھے۔ قرآن مجید ایک لغت پر جمع ہو کر شائع ہو گیا۔ تفسیریں بھی تصنیف ہو گئی تھیں احادیث کے مجموعے بھی تیار ہو گئے تھے۔ اس لئے اب کسی روک ٹوک کی ضرورت نہ رہی۔ بلکہ یہ ضروری ہو گیا۔ کہ تمام احادیث کا ذخیرہ سامنے آجائے۔ تاکہ پیش آمدہ ضروریات کا حل سہولت سے ہو سکے۔ اور اختلاف کے مواقع پیدا نہ ہوں۔ کیونکہ تمام حدیثیں تمام صحابہ کو نہ پہنچی تھیں حضرت ابوعمرو نے کہا ہے۔ کہ نبی کریم کے بعد کوئی ایسا نہیں۔ جس پہ

arfat.com

کوئی نہ کوئی حدیث پوشیدہ نہ رہ گئی ہو۔ (انصاف)

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ کہ بعض حدیثیں انصار کے یہاں سے ملیں (ترمذی) چونکہ صحابہ ممالک میں منتشر ہو گئے تھے۔ اور جس کسی نے حضورؐ سے جو کچھ سنا تھا۔ اس کو گانٹھ باندھ لیا تھا۔ اسی پر عمل خود کرتے اور اپنے شاگردوں کو وہی تعلیم کرتے اگر تمام حدیثیں نہ پہنچائی جاتیں تو اختلاف عظیم برپا ہو جاتا۔ عرب میں تعداد رکعات نماز اور ہوتی، چین میں اور ہوتی۔ ایران میں اور ہوتی۔ نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل میں اختلاف ہوتا۔ آج جو اتفاق ہے۔ وہ نظر نہ آتا۔ حضرت معاذ بن جبل جب شام میں گئے۔ تو دیکھا۔ کہ اہل شام وتر نہیں پڑھتے چنانچہ ان سے امیر معاویہ نے دریافت کیا۔ کہ کیا وتر واجب ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں اس وقت سے اہل شام نے وتر پڑھنا شروع کئے۔ (تاریخ الخلفاء)

اس لئے ضرورت تھی۔ کہ تمام حدیثیں ظاہر کر دی جائیں۔ اور ان کو تمام ممالک میں پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث یہ ایسی چیزیں ہیں۔ کہ بوقت اختلاف مسلمانوں کے کام آسکتی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت حدیث کو منع فرمانا ایک حدیث موقوف سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اجازت روایت وکتابت کی بہت سی مرفوع حدیثیں ہیں۔ اس لئے موقوف ہونے کے علاوہ ان آخر الذکر حدیثوں سے وہ منسوخ بھی ہے۔ اور اس وقت جو اس میں مصلحت تھی۔ وہ بھی ظاہر ہو چکی ہے۔

حضرت عمر کا روایت حدیث کو منع فرمانا۔ اس کے متعلق ثابت ہے۔ کہ غیر احکامی حدیثوں سے اس کا تعلق تھا۔ دوسرے قانونِ حکومت سے تعلق تھا۔ کیونکہ حکومت نے خود معلمین و رواتِ حدیث مقرر کر دئیے تھے۔ اس لئے دوسروں کا اس کے خلاف عمل کرنا قانون شکنی تھا۔ جس کو گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر مخالفین کتابت و روایت حدیث کی خاطر سے یہ مان لیا جائے۔ تو میں عرض کروں گا۔ حضرت عمرؓ کا قول احادیث رسولِ اکرم کے مقابلہ میں قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ذر غفاری نے صاف کہہ دیا۔ کہ میں ضرور روایت کروں گا۔ اور حضرت ابی بن کعب نے کہہ دیا۔ کہ عمرؓ تم اصحاب رسول کی جان کا عذاب نہ بنو۔ صرف حضرت عمر کی رائے پر اسلام کا مدار نہیں۔ اور بزرگ بھی رسولِ کریم کے صحابی تھے۔ اور حضرت عمر معصوم نہ تھے۔ ان کی رائے کی غلطی کئی دفعہ ثابت ہو چکی ہے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر نے جیش اسامہ کی روانگی کا قصد کیا۔ تو حضرت عمر نے مخالفت کی۔ حضرت ابوبکر نے ان کی رائے کو نہ مانا۔ اگر اس وقت ان کی رائے پر عمل کیا جاتا۔ تو اسلام کی تمام عمارت منہدم ہو جاتی۔

ایک دفعہ ان کے خیال میں آیا۔ کہ مہر کی تعداد مقرر کر دی جائے اس کے لئے انہوں نے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ تو ایک صحابیہ نے کہا۔ کہ عمر تو وہ کام کرے گا جس کو حضور نے نہیں کیا۔ اس کو سن کر حضرت عمر متنبہ ہوئے۔ اور

یہ مقصد ملتوی کر دیا۔ ایک مرتبہ ایک اہم معاملہ کے متعلق انہوں نے حکم دیا۔ حضرت علی نے ان کو اس غلطی پر توجہ دلائی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ غرض کثرت رائے صحابہ کی روایت اور کتابت حدیث پر ہے۔ اور یہ عمل عہد رسالت سے چلا آتا ہے۔ حضرت عمر نے بھی ان کو روکا نہیں۔ بلکہ ایک ضابطہ کے تحت میں داخل کیا۔ اس زمانے میں جو لوگ حضورؐ کے حکم ممانعت کتابت حدیث اور حضرت عمر کے روایت حدیث کو روکنے پر اصرار کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ علم حدیث اور ناسخ و منسوخ حدیث اور اقسام حدیث سے واقف نہیں ہیں اور حضرت عمر کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اور دیگر صحابہ کی ان کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہے۔

## تحریر و تدوین حدیث خلافت راشدہ کے بعد رجال کے قرن اول کے ختم یعنی سنہ ۱۱۰ تک

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن شبل کو لکھا کہ تم جب میرے خیمہ کے پاس اترے ہو تو مجھ کو حدیث سناؤ (مسند امام احمد حنبل)

۲۔ امیر معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بعد سلام نماز جو دعا حضورؐ پڑھتے تھے لکھائی۔ (ابو داؤد)

Marfat.com

۳۔ مروان بن حکم نے حضرت زید بن ثابت سے حدیثیں لکھائیں (مسند دارمی)

۴۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جو حدیثیں جمع کی تھیں۔ اس کو ان کے صاحبزادے اور شاگرد ابو بریدہ نے مرتب کیا جو نسخہ ابو بریدہ عن ابی موسیٰ مشہور ہوا۔ (شرح بلوغ المرام)

۵۔ ہمام بن عقبہ شاگرد حضرت ابو ہریرہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا۔ اس صحیفہ کے حوالے سے مسلم اور دیگر محدثین نے روائتیں لکھی ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل) یہ صحیفہ برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۶ ہمام بن عقبہ کی تصنیف کتاب المبتدا ۱۱۰۰ھ ہجری تک موجود تھی۔

۷۔ بشر بن نہیک تابعی نے بیان کیا۔ کہ میں حضرت ابو ہریرہ سے جو لکھتا تھا۔ رخصت ہوتے وقت ان کو دکھا دیتا تھا۔ (ترمذی)

۸۔ سعید بن جبیر تابعی حضرت ابن عباس کی روایتوں کو لکھا کرتے۔! (دارمی)

۹۔ وہب تابعی نے حضرت جابر بن عبد اللہ کی مرویات لکھیں۔! (تہذیب)

۱۰۔ نافع تابعی حضرت ابن عمر کے سامنے حدیثیں لکھ دیتے تھے! (دارمی)

۱۱۔ سلیمان بن قیس یشکری نے حضرت جابر کی روایات لکھیں۔! (تہذیب)

۱۲۔ ایک شخص کو حضرت ابن عمر نے خود حدیثیں لکھائیں۔ (دارمی)

۱۳۔ ابان نے حضرت انس کی مرویات جمع کیں۔ (دارمی)

۱۴۔ عروہ بن زبیر نے غزوۂ بدر کا حال لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا۔ (طبری)

۱۵۔ عروہ بن زبیر نے آنحضرت کے حالات میں دو کتابیں لکھیں۔ (کشف الظنون)

۱۶۔ براء بن عازب صحابی کی مرویات لکھی گئیں۔ (دارمی)

۱۷۔ امام شعبی نے ایک کتاب تصنیف کی جو ابواب پر منقسم تھی۔

۱۸۔ خلیفہ عمر و بن عبدالعزیز المتوفی ۱۰۱ھ نے قاضی ابوبکر بن حزم حاکم مدینہ اور دیگر ائمہ کو حکم دیا۔ کہ حدیثیں جمع کریں (بخاری) ـــــ اسی خلیفہ نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم تمام صوبات کے گورنروں کو لکھا تھا۔ (فتح الباری)

۱۹۔ اسی خلیفہ نے عطا کو حکم دیا۔ کہ اپنی اپنی مسجدوں میں حدیثوں کا درس دیں۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)

۲۰۔ سعد بن ابراہیم نے بیان کیا۔ کہ ہم کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کے دفتر لکھے خلیفہ نے ان کی نقلیں ممالک محروسہ میں بھیجیں (جامع بیان العلم)

۲۱۔ اسی خلیفہ نے امام زہری و قاضی ابوبکر بن حزم کو حدیثیں جمع کرنے پر مامور کیا۔ ان دونوں کے مجموعہ مرتب ہو گئے (زرقانی)

امام زہری کی تالیفات اس کثرت سے تھیں۔ کہ ولید بن یزید کے قتل

Marfat.com

کے بعد جب حدیث و روایات کا دفتر ولید کے کتب خانہ سے منتقل ہوا
امام زہری کی تصانیف گھوڑوں اور گدہوں پر لاد کر لائی گئیں (تذکرۃ الحفاظ)
امام زہری کی وفات قرن اوّل کے اختتام سے چار سال بعد ہوئی ہے۔

## صحابہ کے بعد مدارس حدیث

شیخ علی بن عاصم محدث کی درسگاہ میں تیس ہزار آدمی شریک ہوئے
شیخ یزید بن ہارون کی درسگاہ بغداد میں تھی، ستر ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔
شیخ عاصم بن علی کی درسگاہ کے حاضرین کا تخمینہ ایک لاکھ تیس ہزار کیا گیا۔
(تذکرۃ الحفاظ)

امام ابوسلم نے جب بغداد میں درس دینا شروع کیا۔ تو چالیس ہزار
لکھنے والوں کا شمار ہوا۔ اور سامعین ان کے علاوہ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)
شیخ سلیمان بن حرب محدث کے درس کے لئے قصر خلافت کے قریب
ایک مرتفع جگہ منبر رکھا گیا۔ خلفاء اور امراء جمع ہوتے تھے۔ شیخ کی زبان سے
جو لفظ حدیث کا نکلتا۔ خلیفہ مامون رشید خود لکھتا تھا۔ اس درس کے حاضرین
کا تخمینہ چالیس ہزار کیا گیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)
شیخ علامہ فریابی نے بغداد میں درس حدیث شروع کیا۔ تو تین تین سو
مستملی مقرر کئے جاتے تھے۔ حاضرین کا اندازہ تیس ہزار تک ہوتا تھا۔
دس ہزار آدمی لکھتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)
امام ابراہیم سعفی کی درس گاہ میں اس قدر آدمی آتے تھے۔ کہ امام کی

arfat.com

آواز سب کو نہ پہنچی تھی۔ (مقدمہ ابن صلاح)

شیخ یزید بن ہارون کا بیان ہے۔ کہ امام اعظم کے درس میں ستر ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔ (تاریخ الفقہ)

## تابعین کا شوقِ حدیث

حضرت ابو سعید خدری جب حدیث بیان کرتے تو لوگوں کی دیوار سامنے کھڑی ہو جاتی۔ (مسلم) حضرت ابو درداء کے پاس مدینہ میں ایک شخص شام سے سفر کر کے آیا۔ اور کہا۔ کہ ایک حدیث کے لئے آیا ہوں۔ (ترمذی ابو داؤد۔ ابن ماجہ) سعد بن ہشام سفر کر کے مدینہ آئے اور حضرت عائشہ سے رسول کریم کی نماز تہجد کے متعلق سوالات کئے۔ انہوں نے سب کے جواب دئے۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو الدرداء جب مسجد میں داخل ہوئے۔ تو ان کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت تھی۔ جو حدیثیں دریافت کر رہی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ) صرف ایک شہر کوفہ میں حضرت ابوہریرہ کے آٹھ سو شاگرد تھے۔ کوفہ میں ہزاروں صحابہ کا قیام رہا ہے۔ اس سے صرف ایک ہی شہر میں ایک صحابی کے تلامذہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ تابعین نے ایک ایک حدیث کی تلاش میں مہینوں کے سفر کئے ہیں۔ اور بے آب و گیاہ دشت و جبل کو طے کیا ہے۔ اور بہت سا مال و دولت صرف کیا ہے۔ امام زہری دولت مند تھے۔ مگر تلاش حدیث میں سب صرف کر دیا۔ یہاں تک کہ آخر میں گھر کا

Marfat.com

شہتیر بھی فروخت کرنا پڑا۔ شیخ ابن مبارک نے چالیس ہزار درہم شیخ یحیٰ بن معین نے دس لاکھ خرچ کئے۔ اسی طرح ان کے اور معاصرین نے اور ان کے بعد والوں نے بھی خرچ کئے۔ ابن رستم نے تیس لاکھ۔ عبداللہ نے ستر لاکھ۔ علامہ ذہبی نے پندرہ لاکھ خرچ کئے۔ (تاریخ الفقہ)

## تابعین کی احتیاط قبول حدیث میں

قرآن مجید میں روایت و درایت کے اصول موجود ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وضاحت فرما کر توسیع فرمائی ہے۔ صحابہ کا ان پر عمل تھا۔ چونکہ صحابہ روایت کے معاملہ میں عدول ہیں۔ اس لئے ان سے سند نہیں پوچھی جاتی تھی۔ جب صحابہ کے آخر زمانے سے وضع و تدلیس کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو سند کی پوچھ گچھ ہونے لگی۔ اس لئے تابعین نے روایت و درایت کے اصولوں کو اور وسعت دی۔ اور سختی سے ان پر عمل پیرا ہونے لگے۔

امام ابن سیرین نے فرمایا ہے۔ کہ پہلے زمانے میں لوگ اسناد نہیں پوچھا کرتے تھے۔ جب فتنہ پیدا ہو گیا۔ تو اسناد کو پوچھنے لگے ــــــ! (کتاب العلل) ابوالعالیہ کا قول ہے۔ کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی مرویات سنتے۔ پھر اس کی تصدیق کے لئے مدینہ جاتے۔ اور خود ان کی زبان سے سنتے۔ (مسند دارمی) امام شعبہ نے ایک شخص سے اس لئے روایت حدیث ترک کی۔ کہ ایک دن اس کے گھر سے طنبورہ بجنے کی آواز آئی

تھی۔ امام ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ مجھے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر نے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے ان سے دو سال کے بعد پھر وہ حدیث دریافت کی انہوں نے اسی طرح بیان کی۔ امام تناوہ کا قول ہے۔ جو میرے کانوں نے سنا ہے۔ اس کو میرے دل نے محفوظ کر لیا ہے۔

## تابعین کی احتیاط بیان حدیث میں

شیخ عبد الملک بن عمر نے فرمایا کہ میں حدیث بیان کرتا ہوں۔ اس میں ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا۔ جب کوئی تابعی حدیث بیان کرتا۔ تو پہلے سند بیان کرتا۔ اگر کوئی عقیدت مند نہ چاہتا۔ تو وہ اس کو کبھی منظور نہ کرتے اور سند ضرور بیان کرتے۔ امام زہری نے ایک دن امام سفیان بن عتبہ سے ایک حدیث بیان کی۔ سفیان ان کے علوم تبت سے واقف تھے اور معتقد تھے۔ کہنے لگے کہ سند بیان نہ فرمائی۔ امام زہری نے کہا تو بغیر زینہ پر چڑھ سکتا ہے۔ (تدریب الراوی)

جس طرح بعض صحابہ حدیث بیان کرتے میں آنحضرت کا نام لیتے ہوئے گھبراتے تھے۔ کہ مبادا ہم سے سہواً کوئی تغیر ہو جائے۔ اور اس سے حضور کی طرف جھوٹ کا ارتکاب ہو۔ اسی طرح تابعین بھی بیان حدیث میں محتاط تھے۔ امام ابراہیم نخعی نے ایک حدیث بیان کی۔ لوگوں نے کہا کیا تمہیں ایک حدیث معلوم ہے۔ اور نہیں امام نے کہا مجھے بہت سی حدیثیں معلوم ہیں مگر میں روایت میں صرف ابن مسعود تک پہنچاتا ہوں۔ اور یہ بھی کہ یہ

Marfat.com

ہے۔ (دارمی) یعنی رسولِ کریم تک نہیں پہنچاتا۔ صحابی تک پہنچا دیتا ہوں۔

# حدیث و مسائل میں اختلاف

## صحابہ و تابعین کے وجوہ

حدیث و مسائل کے اختلاف میں جو صحابہ اور تابعین میں تھا۔ زمانہ حال کے اختلاف پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ ان کا اختلاف وہ اختلاف تھا۔ جس کے متعلق حضورؐ نے فرما دیا تھا۔ کہ رحمت ہے۔ اور درحقیقت رحمت تھا کیونکہ اس اختلاف سے بعض مسائل مشکلہ میں عمل کرنے کے لئے چند صورتیں پیدا ہو گئیں۔ حضرت عثمان سے چند مسائل میں بعض صحابہ کو اختلاف تھا۔ مگر سب اسی طرح ان کے حلقہ بگوش تھے۔ اس اختلاف میں اتحاد قائم رہنے کا یہ باعث تھا۔ کہ ان کے اختلاف میں نفسانیت کا شائبہ نہ تھا۔ بلکہ اس کے خاص وجوہ تھے۔

۱۔ حضورؐ علیہ السلام عادات و مباحات میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے۔ اس لئے جس صحابی نے جو کچھ دیکھا یا سنا اس کو گرہ میں باندھ لیا۔

۲۔ بعض اعمال کو بنظر سہولت حضورؐ نے خود کئی طرح کرکے دکھایا ہے۔

۳۔ احکامات میں بحسب مصلحت تغیر و تبدل ہوا ہے جس کو اس تغیر کی اطلاع نہیں ہوئی۔ وہ سابقہ حکم پر بدستور قائم رہا۔

۴۔ کسی معاملہ میں ایک صحابی نے حضورؐ سے کچھ سنا۔ دوسرے نے

نہ سنا۔ اس نے اپنے اجتہاد سے کام لیا۔

۵۔ رسولِ کریم کے بعض افعال کو بعض اصحاب نے عبادت پر محمول کیا۔ بعض نے اباحت پر۔ جیسے زمانۂ حج میں نزول محصب کو حضرت ابن عمر سنن حج میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس امر اتفاق قرار دیتے ہیں۔

۶۔ رسولِ کریم کے کسی فعل کی صحابہ نے اپنے ظن سے مختلف حیثیتیں قائم کر لیں۔ جیسے حجۃ الوداع کے متعلق بعض اصحاب کہتے ہیں کہ آپ قارن تھے۔ بعض کہتے ہیں متمتع تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مفرد تھے۔

۷۔ بعض اختلاف سہو و نسیان کی بنا پر ہوئے۔ حضرت ابن عمر کا خیال ہے کہ رسول کریم نے رجب میں عمرہ کیا۔ حضرت عائشہ اس کو نسیان کا نتیجہ قرار دیتی ہیں۔

۸۔ بعض اختلافات پوری روایت کے نہ سننے سے ہوئے۔

۹۔ بعض اختلافات روایت کے پورے اجزا محفوظ نہ رکھنے سے ہوئے

۱۰۔ کسی حکم کی علت میں اختلاف ہوا۔ جیسے جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا کسی نے کہا تعظیم میت کے لیے تھا کسی نے کہا تعظیم ملائکہ کے لئے تھا۔

۱۱۔ رسولِ کریم کے دو متضاد احکام کی تطبیق میں اختلاف ہوا۔

۱۲۔ کسی حکم کا شانِ نزول نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوا

ان تمام اختلافات نے عداوت و مخالفت پیدا نہیں کی بلکہ وہی اخلاص رہا۔ یہ اختلاف امت کے لئے مفید ہے۔ حضور نے فرمایا ہے

کہ میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں۔ تم جس کے پیچھے چلے جاؤ گے۔ نجات پا جاؤ گے۔ تابعین کے اختلاف کی بھی یہی صورتیں ہیں جس تابعی نے جس صحابی سے تعلیم پائی اس نے اپنے عمل و اجتہاد کا مدار اپنے استاد کے اقوال و افعال پر رکھا۔

## حدیث کی کیفیت قرن اوّل میں

۱۔ حدیث کی تحریر کا سلسلہ حضورؐ نے شروع کرایا۔ اور آپ کی حیات میں بہت سا ذخیرہ ضبط تحریر میں آ چکا تھا۔ آپ نے خود جو کچھ تحریرات کرائیں ان میں سے بعض اب تک موجود ہیں۔ آپ کی حیات طیبہ ہی میں حدیث پر تصنیف کا سلسلہ قائم ہو گیا تھا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کتاب صادقہ مرتب کی اس کتاب میں کسی ترتیب کا لحاظ نہ تھا۔ بلکہ جو حدیث جب سنی وہ لکھ لی۔

۳۔ عہد خلافت راشدہ میں زید بن ثابت نے یہ جدت کی کہ ایک ہی مضمون کی حدیثیں تلاش کر کے جمع کیں۔ اس طرح کتاب الفرائض تالیف کی

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے حضورؐ کے حالات لکھ کر سیرت کی بنیاد قائم کی۔

۵۔ خلافت راشدہ کے بعد یہ طرز چلا۔ کہ حدیثوں کے ساتھ خلفاء کے فتاوے اور فیصلے لکھے گئے۔

۶۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے یہ جدت کی کہ صرف ایک شخص کے

arfat.com

فیصلے اور خطوط جمع کئے یعنی حضرت عمر کے۔

۷۔ حضرت ابی بن کعب نے تفسیر لکھی۔

۸۔ تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی حدیثیں جمع کیں۔ اس کے موجد ہمام بن عقبہ تھے۔

۹۔ بعض تابعین نے حدیث کے ساتھ اقوال و قضایا اور فتاوے خلفاء و صحابہ اور اپنے اساتذہ تابعین کے جمع کئے۔

۱۰۔ امام شعبی نے یہ جدت کی کہ اپنی کتاب کو ابواب و فصول پر مرتب کیا۔

نمبر ۱ میں سے چند موجود ہیں نمبر ۸ موجود ہے۔ نمبر ۱۲ میں چند موجود ہیں نمبر ۱۳ موجود ہے۔ نمبر ۱۴ موجود ہے۔

اس عہد میں درس حدیث کا طریقہ یہ تھا کہ شیخ حدیث بیان کرکے اس کی تشریح کرتا تھا۔ شاگرد سنتے تھے۔ لکھتے تھے۔ اس قرن میں صحابہ کے بعد محدثین میں زیادہ مشہور ابو مسلم خولانی ۶۲ھ۔ علقمہ بن قیس النخعی ۶۲ھ۔ ابو بردہ عامر ۷۲ھ۔ امام زین العابدین ۹۴ھ۔ عروہ بن زبیر ۹۴ھ۔ سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ ابراہیم نخعی ۹۵ھ۔ امام حسن مثنیٰ ۹۰ھ۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ۔ عمرہ بنت عبدالرحمن ۱۰۱ھ۔ قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق ۱۰۶ھ۔ امام حسن بصری ۱۱۰ھ۔ امام ابن سیرین ۱۱۰ھ وغیرہ۔

## قرنِ ثانی ۲۰۰ھ تک

اس قرن میں تعلیم حدیث کے مدارس کثرت سے تھے بعض بعض مقامات پر کئی کئی مدرسے تھے۔ طرز تعلیم وہی تھا جو قرن اوّل میں رائج تھا۔ امام مالک نے اپنے درس کا نیا انداز اختیار کیا۔ یعنی شاگرد پڑھتا تھا۔ امام صاحب سنتے تھے۔ تصانیف و ایجادات بھی بہت ہوئیں جن کا ذکر کتب اور علوم کے بیان میں ہوگا۔ اس عہد کی بعض تصانیف موجود ہیں۔

## قرنِ ثالث ۳۰۰ھ تک

اس عہد میں مدارس و تصانیف میں بہت ترقی ہوئی بعض مدارس میں امام مالک کے درس کا طریقہ رائج ہوا۔ اس عہد کی تصانیف موجود ہیں۔

قرن دوم و سوم میں کثرت سے تصانیف ہوئیں اور صدہا مصنفین ہوئے ان میں زیادہ مشہور امام اعظم۔ امام مالک۔ امام سفیان ثوری۔ امام اوزاعی وغیرہ ہیں۔ قرون ثلاثہ کے بعد مدارس تعلیم و تصانیف میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی۔ اور تصانیف میں نئی نئی مفید ایجادات ہوتی رہیں جن کی تفصیل مختلف بیانات سے معلوم ہوگی۔ حدیث اور علوم حدیث پر تصانیف کا سلسلہ آج تک قائم ہے۔

## ائمہ کا شوقِ حدیث

امام ابوحاتم رازی تلاش حدیث میں پا پیادہ سفر کرتے تھے۔ ایک ہزار

arfat.com

کوس تک کا سفر کیا۔ امام بخاری تلاش حدیث میں شیخ آدم ابن ابی ایاس کے پاس گئے۔ راستے میں تین رات تین دن کھانے کو کچھ میسر نہ آیا۔ مگر گھاس پات کھا کر سفر جاری رکھا۔ امام نسائی نے حصولِ حدیث کے لئے پندرہ سال کی عمر سے سفر کا سلسلہ شروع کیا۔

اکثر ائمہ نے حصولِ حدیث میں بہت کچھ مال و متاع صرف کیا اس کا ذکر کسی بیان میں آچکا ہے۔

## ائمہ کی احتیاط قبول حدیث میں

محدثین جب کوئی حدیث سنتے تھے تو اس کو ہر طرح جانچ پڑتال کر قبول کرتے تھے۔ اس چھان بین میں ان کو اکثر بڑے بڑے سفر کرنے پڑے۔ تکالیف و مصائب کا سامنا ہوا۔ ہر قسم کے نقصانات پہنچے۔ مگر وہ ایسے دھن کے پکے تھے۔ اور صحت احادیث کی ایسی لگن ان کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ کہ وہ کسی بات سے گھبراتے نہ تھے۔ یہاں تک کہ اصل معاملہ کی تہ کو پہنچ جاتے تھے۔ دنیا میں حدیث کی ہزاروں کتابیں ہیں۔ اگر محدثین بغیر دیکھ بھال جانچ پڑتال جمع حدیث پر قناعت کرتے تو اس سے بھی زیادہ ذخیرہ اکٹھا ہو جاتا۔ اور حدیثوں کی دستیابی کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوتا۔ آج کل اہل ضلالت کو علم حدیث کی طرف نظر کر کے جو مایوسی ہوتی ہے۔ وہ نہ ہوتی۔ بلکہ ان کی ہر خواہش کامیاب ہوتی ہمارے ائمہ نے تلاش کر کے صحابہ کے تعامل پر نظر کر کے راویوں کو جانچ کر عقل کی ترازو میں

Marfat.com

تول کر کتاب و سنت سے مقابلہ کر کے حدیثوں اور راویوں کے مدارج و مراتب مقرر کر دئیے اور راویوں کے پوست کندہ حالات پیش کر دئیے۔ اب کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ صحیح کو ضعیف اور ضعیف کو قوی بنا دے۔ انہوں نے ایسے سخت اصولوں سے اور ایسی جد وجہد سے جانچ کی ہے۔ کہ اس سے زیادہ وہم وخیال میں بھی نہیں آ سکتی۔ حضرت ابوہریرہ کی حدیث ظل عرش میں ایک راوی سے ذراسی لفظی تقدیم و تاخیر ہو گئی تھی۔ محدثین نے تحقیق و تفتیش کر کے بتا دیا۔ کہ اصل ترتیب اس طرح ہے۔ (نزہتہ الفکر)

موبل بن اسماعیل سے ایک شخص نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل حضرت ابی بن کعب سے مرفوعاً روایت کئے۔ موبل نے ان سے دریافت کیا۔ کہ یہ حدیث آپ کو کس سے پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا مداین کے ایک شیخ سے اور وہ ابھی زندہ ہے۔ موبل مداین پہنچ کر اس شیخ سے ملے۔ اور دریافت کیا۔ کہ آپ نے یہ حدیث کسی سے سنی ہے۔ اس نے ایک اور شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ اس کے پاس گئے اس نے بصرہ کے شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ بصرہ پہنچے۔ اس نے عبادان کے ایک شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ عبادان گئے۔ اس شیخ نے ان کی ایک شیخ سے ملاقات کرائی۔ انہوں نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ میں نے ترغیب کے لئے یہ حدیث وضع کی ہے۔! (تدریب الراوی)

اس سے زیادہ کیا احتیاط ہو سکتی ہے۔ کہ اگر ایک شخص کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے۔ اور وہ شخص توبہ کر لے تو عدالت اسلام اس کی شہادت

قبول کرے گی۔ مگر محدثین ایسے شخص کی حدیث قبول نہ کریں گے۔ اور جھوٹ ثابت ہوتا تو بڑی بات ہے۔ اگر کوئی شخص متہم بالکذب بھی ہے۔ اس کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

امام بخاری نے تدلیس کے شبہ پر ایک شخص کی دس ہزار حدیثیں ترک کر دیں (الفوائد الداری علامہ عجلونی) امام احمد حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں ان میں سے تیس ہزار حدیثیں منتخب کر کے مسند مرتب کیا۔ امام بخاری نے چھ لاکھ میں سے امام ابو داؤد نے پانچ لاکھ میں سے۔ امام مسلم نے تین لاکھ میں سے انتخاب کیا۔ امام مسلم نے ابو الزناد و عبد اللہ بن ذکران سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ میں نے مدینہ میں سو آدمی ایسے پائے جو سب کے سب مامون تھے۔ لیکن ان کی حدیث قبول نہ کی جاتی تھی کہا جاتا تھا۔ کہ یہ اس کے اہل نہیں سفیان سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں نے جابر کو سنا وہ تیس ہزار حدیثیں بیان کرتے تھے لیکن میں ان میں سے ایک کا بھی بیان کرنا جائز نہیں سمجھتا اسماعیل بن اویس اپنے ماموں امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس ستون کے پاس ستر آدمیوں کو روایت کرتے سنا۔ مگر ان سے ایک حرف نہیں لیا۔ وہ متدین اور صالح ضرور تھے لیکن اس فن سے اہل نہ تھے مطرف بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ مدینہ کے بعض صالحین حدیث بیان کرتے تھے لیکن میں نے ان سے حدیث اس لئے نہیں سنی کہ وہ جو کہتے تھے۔ اس کو سمجھتے نہ تھے۔

Marfat.com

# ضابطہ قبول حدیث

۱۔ وہ حدیثیں قبول کی جائیں گی جو بخاری و مسلم دونوں کی متفق علیہ ہوں۔

۲۔ جن کی تخریج امام بخاری نے کی ہے۔

۳۔ جن کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔

۴۔ جو موافق شرائط شیخین ہوں۔

۵۔ جو امام بخاری کی شرائط کے موافق ہوں۔

۶۔ جو امام مسلم کی شرائط کے موافق ہوں۔

۷۔ جو ائمہ ستہ کی شرائط کے موافق ہوں۔

۸۔ جو صحاح ستہ میں ہوں۔

# تین قسم کے راوی

۱۔ بعض لوگوں نے روایت باللفظ کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور روایت بالمعنی کو مضر سمجھا ہے۔

۲۔ جو روایت باللفظ کو بہتر جانتے تھے۔ اور بمجبور روایت بالمعنی بھی کرتے تھے۔

۳۔ جو روایت بالمعنی کے عادی تھے۔ اور اس میں کچھ مضرت نہ سمجھتے تھے۔ یہ تعداد میں بہت کم تھے۔ ان میں سے خاص خاص ماہر علوم کی روائتیں لی گئی ہیں۔

arfat.com

# اقسامِ حدیث

حدیث کی سب سے پہلے دو قسمیں ہیں۔ ایک خبر مقبول دوسری خبر مردود
خبر مردود وہ روایتیں ہیں۔ جن کو ائمہ نے باعتبار روایت و درایت ناقابل
حجت قرار دیا ہے۔

یہ دونوں قسمیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔ قولی - فعلی - تقریری -

قولی - صحابی حضور کا قول اس طرح بیان کرے۔ کہ آنحضرت نے یہ
فرمایا ہے۔

فعلی - صحابی بیان کرے کہ حضورؐ نے یہ فعل اس طرح کیا ہے۔

تقریری - صحابی اس طرح بیان کرے۔ کہ میں نے خود یا فلاں شخص نے
حضورؐ کے سامنے یہ فعل اس طرح کیا حضورؐ نے منع فرمایا۔

ان تینوں قسموں کی دو قسمیں ہیں۔

صریحی قولی - صحابی حضورؐ کے بیان فرمودہ الفاظ کو اس طرح بیان کرے
کہ جس سے صاف معلوم ہو۔ کہ اس نے یہ خود حضورؐ سے سنا ہے جیسے
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدثنی یا حدثنا۔ یا اخبرلی
یا اخبرنی یا انبانا۔ مگر ائمہ نے قال رسول اللہ وعن رسول اللہ کو بھی صریحی
قولی قرار دیا ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے دیگر صحابہ سے بھی سن کر روایت
کی ہے۔

صریحی فعلی - صحابی حضورؐ کے فعل کو اس طرح بیان کرے۔ کہ اس نے

Marfat.com

حضورؐ کو بچشم خود یہ کام کرتے دیکھا ہے۔ جیسے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر محدثین نے کان رسول اللہ کو بھی اس میں شمار کیا ہے کیونکہ بعض صحابہ نے حضورؐ کو خود وہ فعل کرتے نہیں دیکھا۔ دوسرے صحابی سے سن کر روایت کیا۔

صریحی تقریری۔ صحابی ایسے کام کو جو آنحضرت کے سامنے ہوا ہو اور آپ نے اس سے روکا نہ ہو۔ ایسے الفاظ میں بیان کرے جس سے صاف معلوم ہو کہ اس نے حضورؐ کے سامنے خود یہ کام کیا ہے۔ یا یہ واقعہ اس کے سامنے ہوا ہے۔ جیسے۔ فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ محدثین نے فعل فلاں بحضرتہ کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔

حکمی قولی۔ ایک ایسا صحابی جو اسرائیلیات سے کوئی بات اخذ کرنے کا عادی نہ ہو۔ وہ ایسی بات بیان کرے جس کا تعلق عقل و اجتہاد بیان لغت اور شرح غریب سے نہ ہو۔ جیسے۔ احوال قیامت قصص انبیاء وغیرہ۔

حکمی تقریری۔ صحابہ نے آنحضرت کے عہد میں کوئی غیر ممنوع کام کیا ہو۔

باعتبار شہرت و عدم شہرت حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ متواتر، احاد۔

متواتر۔ وہ حدیث جس کو اس قدر اشخاص روایت کریں۔ کہ ان کا جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہو۔ تواتر کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں ——— !

ایک تواتر فعلی۔ دوسرے تواتر قولی۔

تواتر فعلی یہ کہ حضورؐ نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق لوگوں کے ہر

وقت یا کچھ دنوں کے بعد پے در پے دستور العمل سے ہے۔ اور تمام مسلمان اس کو عمل میں لاتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل متعلقہ۔

تواتر قولی۔ حضور کا جو ارشاد تواتر سے ثابت ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ تواتر لفظی اور تواتر معنوی۔

تواتر لفظی یہ کہ راویوں نے حضورؐ کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔

تواتر معنوی یہ کہ راویوں نے اس کے معنی و مطالب کو محفوظ رکھا ہو اور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہو۔

ان تمام متواترات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تواتر سکوتی دوسرے تواتر غیر سکوتی۔

تواتر سکوتی یہ کہ راوی نے بیان کیا۔ اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔

تواتر غیر سکوتی یہ کہ راوی نے بیان کیا۔ اور لوگوں نے اس پر اثبات کیا اور عمل کرنے لگے۔

متواتر چونکہ مفید علم یقینی ہوتی ہے۔ اس سے قبول ہی ہوتی ہے۔ رد نہیں ہوتی۔ — متواتر کا تعلق حس سے ہے۔ فعل کا تعلق حس باصرہ سے اور قول کا حس سامعہ سے ہے۔ فعل کے متعلق راوی بیان کرے رأیت رسول اللہ یا فعل۔ قول کے متعلق بیان کرے۔ سمعت رسول اللہ یا قال کذا۔

احاد۔ وہ ہے۔ جو متواتر نہ ہو یا وہ روایات کہ عموماً ان کا تعلق عام خلائق سے ایسا نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت یا کچھ دنوں کے بعد پے در پے …

عمل میں آتی رہی ہوں۔ بلکہ قلت وندرت کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ خبر واحد کے راوی اگر اچھے ہیں۔ تو مقبول ہو گی۔ ورنہ مردود ہو گی۔

احاد کی تین قسمیں ہیں۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔

مشہور۔ جس حدیث صحیح کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین ضرور رہوں۔ یا جس کی روایت عہد صحابہ وتابعین میں کم ہوئی ہو۔ اور بعد میں کچھ زیادہ ہوئی ہو۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ رواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو۔ اگر مشہور کے رواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہے۔ تو اس کو مستفیض کہیں گے۔

عزیز۔ وہ حدیث جس کے سلسلہ رواۃ میں ہمیشہ دو ہی راوی پائے جائیں۔ گو کتنے ہی طرق سے مروی ہو۔ مگر ہر طریق میں انہیں دو راویوں میں سے کوئی ایک راوی ہو۔

غریب۔ وہ حدیث جس کے اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو۔ اس کو فرد بھی کہتے ہیں۔ فرد کی دو قسمیں ہیں۔ فرد مطلق اور فرد نسبی۔ فرد مطلق یہ کہ جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرتا ہے۔ وہ متفرد ہے۔ اس کو غریب مطلق بھی کہتے ہیں۔ فرد نسبی یہ کہ جس میں صحابی سے روایت کرنے والے کے بعد کوئی راوی منفرد ہو۔

غریب بہذ اللفظ جو حدیث باعتبار تین خاص کے غریب ہو۔



arfat.com

# خبرِ مقبول کی پہلی تقسیم

صحیح ۔ وہ حدیث جس کے راوی متدین متقشرع جید الحفظ ضابط و عادل ہوں۔ اور اس کی سند مسلسل ہو۔ اور اس میں کوئی علت نہ ہو۔

حسن ۔ مثل صحیح کے ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ اس کے راوی صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں۔ ان دو قسموں کی دو قسمیں ہیں صحیح لذاتہ اور صحیح لغیرہ۔

صحیح لذاتہ جس کے راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ اور علل و شاذ نہ ہو۔

صحیح لغیرہ ۔ راوی صحیح لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں متعدد طرق سے ہو۔ اسناد متصل ہوں شاذ نہ ہو۔

حسن لذاتہ ۔ جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں لیکن کثرت طرق سے ہو۔

حسن لغیرہ ۔ جس کے راوی حسن لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں ۔ مگر متعدد طرق سے ہو۔

قوی ۔ جس کے سب راوی عقیل اور قوی الحافظہ اور ثقہ ہوں۔

شاذ و محفوظ ۔ اگر ثقہ راوی نے کسی اپنے سے اوثق راوی کے خلاف روایت کی ہو اس سے راجح ہے۔ تو اس کو شاذ کہیں گے اور اس کے مقابل کو محفوظ۔

منکر و معروف ۔ اگر ضعیف راوی سے قوی راوی کے خلاف روایت ہو۔ تو اس کو منکر اور مقابل کو معروف کہیں گے۔

متابع۔ حدیث فرد کے جس راوی کے متعلق گمان تفرد تھا۔ اگر اس کا کوئی موافق مل گیا۔ تو اس موافق کو متابع اور موافقت کو متابعت کہتے ہیں۔ اگر متابعت نفس منفرد راوی کے لئے ہے۔ تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے شیخ یا اوپر کے راوی کے لئے ہے۔ تو متابعت قاصرہ کہیں گے۔

شاہد۔ اگر کسی دوسرے صحابی سے ایسا متن مل گیا۔ جو کسی حدیث فرد کے ساتھ لفظاً و معناً یا صرف معناً مشابہ ہے۔ تو اسے شاہد کہتے ہیں۔

# خبر مقبول کی دوسری تقسیم

محکم۔ جس حدیث مقبول کی کوئی حدیث معارض نہ ہو۔

مختلف الحدیث۔ اگر کسی خبر مقبول کے معارض دوسری خبر مقبول ہے۔ اور ان دونوں میں بطریق اعتدال تطابق ممکن ہے۔ تو اس کو مختلف الحدیث کہیں گے۔

ناسخ و منسوخ۔ جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہو۔ اور ان میں تطابق ممکن نہ ہو۔ تو جو حدیث مقدم ثابت ہو گی۔ وہ منسوخ سمجھی جائے گی۔ اور بعد والی کو ناسخ کہیں گے۔

متوقف فیہ۔ جن دو حدیثوں میں تعارض ہو۔ اور تطبیق ممکن نہ ہو۔ اور شان نزول کے ذریعہ سے ان کو ناسخ و منسوخ قرار نہ دیا جا سکتا ہو۔ تو دونوں پر عمل کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

arfat.com

# خبر مردود کی تقسیم

حدیث کے مردود ہونے کی دو وجہ ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے اسناد سے ایک یا کئی راوی ساقط ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس کا کوئی راوی بلحاظ دیانت و ضبط مجروح ہو۔

## باعتبار سند

سقوط راوی کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں۔ معلق، مرسل، معضل، منقطع۔

معلق: جس حدیث کی ابتدا سند سے ایک راوی یا متعدد راوی ساقط ہوں۔ یا اس کی کل سند حذف کر دی گئی ہو۔ یا جو راوی اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ الشیخ سے روایت کرے۔ ایسی حدیث کو معلق کہتے ہیں۔ اور اگر راوی تدلیس سے۔ تو تدلیس کہا جائے گا۔

مرسل: تابعی کا اوپر کا راوی یعنی حدیث میں ساقط ہو۔ اس طرح روایت کرنے کو ارسال کہتے ہیں۔ اگر کوئی تابعی اپنے کسی ایسے محدث سے روایت کرتا ہے کہ جس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں۔ تو اس کو مرسل خفی کہتے ہیں۔

معضل: جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متصل ساقط ہوں۔

Marfat.com

منقطع۔ حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں۔

حدیث معنعن۔ جس حدیث میں عنعنہ فلاں سے روایت ہو۔ یا فلاں راوی سے مروی ہے۔ بیان کیا جائے۔ امام بخاری کی یہ شرط ہے۔ کہ راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔ امام مسلم کی شرط یہ ہے۔ کہ دونوں ہم عصر ہوں۔ بعض نے راوی کا مروی عنہ سے روایت کرنا کافی سمجھا ہے۔

## بلحاظ طعن راوی

موضوع۔ جس کا راوی وضاع مشہور ہو۔

متروک۔ جس کو کذاب راوی نے روایت کیا ہو۔

منکر۔ جس کا راوی بکثرت غلطیاں کرتا ہو۔

معلل۔ جس کی سند کی صحت میں خلل انداز ہونے والی علتیں ہوں۔

مدرج۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ مدرج الاسناد دوسری مدرج المتن۔

مدرج الاسناد جس کی سند میں تغیر واقع ہوا ہو۔ مدرج المتن متن حدیث میں صحابی یا تابعی کا قول ملا دیا گیا ہو۔

مقلوب جس کی سند میں یا متن میں الفاظ مقدم موخر ہو گئے ہوں۔

المزید فی متصل الاسناد۔ جس کی سند میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

مضطرب۔ راوی میں اس طرح تبدیلی کر دی گئی ہو۔ کہ ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینا ناممکن ہو گیا ہو۔ یا راوی کو سلسلہ روایہ یا عبارت متن

حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔

مصحف ومحرف۔ اسمائے رواۃ یا الفاظ حدیث میں باوجود بقائے صورت خطی تغیر کر دیا گیا ہو۔ جیسے شریح کو سریج کر دیا گیا ہو۔ تو اس کو مصحف کہتے ہیں۔ اور اگر اسمائے رواۃ میں اس طرح تغیر ہوا ہو۔ جیسے حفص کا جعفر ہو گیا ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

روایت بالمعنی۔ راوی حدیث کا اختصار کرے یا الفاظ حدیث کو محفوظ نہ کر سکے۔ اور اس کے مطلب کو اپنی عبارت میں بیان کرے بعض ائمہ نے روایت بالمعنی کو جائز رکھا ہے بعض نے یہ شرط کی ہے کہ روایت بالمعنی صحابہ کے سوا کسی کی جائز نہیں بعض نے یہ شرط لگائی ہے۔ اگر روایت بالمعنی کرنے والا فقیہ و فہیم ہے۔ تو اس کی روایت لی جائے گی۔ اور اس کا اعتبار کیا جائے گا تابعین میں سے امام حسن بصری، امام شعبی، امام ابراہیم نخعی، امام سفیان ثوری روایت بالمعنی کو لیتے تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دماغ میں فراست اور تفقہ فی الدین ہوتا ہے۔ ان کو الفاظ کا یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے دماغ میں معانی و مطالب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ الفاظ کے لئے اس میں سے گنجائش ہوتی ہے اکثر مجتہدین کی یہی کیفیت تھی۔

امام سفیان ثوری کا قول ہے۔ کہ اگر ہم ایک حدیث کو اپنے سننے کے موافق بیان کرنا چاہیں تو بیان کر سکتے ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ۔ امام ابن سیرین نے بیان کیا۔ کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا ہر ایک

نے مختلف لفظوں میں بیان کیا۔ مگر معنی یکساں ہی تھے (مصنف عبدالرزاق)
فقیہ و فہیم کو بالمعنی یا بالاختصار روایت کرنا مضر نہیں۔ ہاں عامہ کا ضرر و باعثِ نقصان ہے۔ اس لئے خاص خاص مجتہدین نے روایت بالمعنی کو جائز رکھا ہے۔ باقی محدثین اکثر روایت باللفظ ہی کے پابند تھے۔ اور ان کو یاد رہتا تھا۔ اور وہ یاد رکھتے تھے۔ الفاظ رسول کا بیان حدیث قولی ہی میں ہو سکتا ہے۔ فعلی اور تقریری کا بیان تو بالمعنی ہی ہوگا۔

مبہم۔ جس کے راوی کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ یا اس طرح ذکر کیا ہو۔ کہ صحیح خیال قائم نہ ہو سکے۔

مستور۔ جس کو ایسے راوی نے روایت کیا ہو۔ کہ جس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو۔ اور یہ تحقیق نہ ہو سکتا ہو۔ کہ یہ روایت اس کی کس زمانہ کی ہے۔ قبل از عارضہ یا بعد از عارضہ

شاذ۔ جس کا راوی ہمیشہ بد حافظہ رہا ہو۔

مختلط۔ جس کے راوی کو کسی وجہ سے سہو و نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔ ایسے راوی کی روایت جو قبل از عارضہ ہو گی لی جائے گی۔ جو عارضہ کے بعد ہو گی وہ قبول نہ کی جاوے گی۔

ضعیف۔ جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم بدحافظہ وغیرہ ہو۔

## تقسیم خبر بلحاظ اسناد

مرفوع۔ جس حدیث کی سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہو۔ اور

arfat.com

سب راوی ثقہ ہوں۔

موقوف: جس میں راوی صحابی کے قول و فعل و تقریر کو بیان کرے۔

مقطوع: جس میں راوی تابعی کے قول و فعل و تقریر کو بیان کرے۔ موقوف اور مقطوع کو اثر بھی کہتے ہیں۔

مسند: مرفوع صحابی جو ایسے اسناد سے ثابت ہو کہ بظاہر متصل ہے۔

متصل: جس کے سلسلہ روایت میں ایک راوی بھی ساقط نہ ہوا ہو۔

نوٹ: بعض حدیثوں کے ساتھ حسن غریب اور حسن صحیح لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ حدیث دونوں طریق سے مروی ہے۔

متفق علیہ وہ حدیث ہے کہ جس پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہیں۔ متفق علیہ حدیثیں ۲۳۲۶ ہیں۔

حدیث قدسی: جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرماتا ہے۔

## اقسام تصانیف اور ان کی ایجاد

جوامع: جن میں ہر قسم کی حدیثیں ہوں۔ یہ قسم عہد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حسب ارشاد حضور ایجاد ہوئی۔ پہلے مصنف حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص متوفی ۶۵ھ ہیں۔ ان کی کتاب کا نام صادقہ تھا۔ جوامع کی ترتیب ابواب فقہیہ بشمول اقوال صحابہ مرتب کرنا یہ امام شعبی ۱۰۶ھ نے کیا۔ جامع میں صحیح حدیثوں کا التزام کرنا اس کے موجد امام بخاری ۲۵۶ھ ہیں۔

مسانید۔ جن کتاب میں احادیث کو بترتیب صحابہ خواہ باعتبار حروف تہجی یا سبقت اسلام یا شرافت نسبتی جمع کیا گیا ہو۔ اس کے موجد امام موسیٰ کاظم ۱۸۳ھ ہیں۔ ان کے بعد ابو داؤد طیالسی ۲۰۴ھ نے مسند مرتب کیا۔ ان کے بعد ان کے چند ہمعصر اور قریب العصر حضرات نے مسانید مرتب کئے۔

معاجم۔ جن میں احادیث کو بترتیب شیوخ جمع کیا گیا ہو۔ اس کے موجد ہمام بن عتبہ تابعی ۱۳۱ھ ہیں۔ معاجم کو باعتبار حروف تہجی مرتب کرنے کی ایجاد طبرانی ۳۶۰ھ کی ہے۔

سنن۔ جن میں احادیث احکام مذکور ہوں۔ یہ سعید بن منصور ۲۲۹ھ کی ایجاد ہے۔

اجزا۔ جزء کی جمع ہے۔ جس میں ایک شخص خاص کی حدیثیں جمع کی جائیں۔ جیسے جزء حدیث ابوبکر۔ یہ ابو بردہ تابعی ۱۰۳ھ کی ایجاد ہے۔

رسالہ۔ جس میں کسی خاص مقصد کی حدیثیں جمع کی جائیں۔ اس کے موجد حضرت زید بن ثابت صحابی ۴۵ھ ہیں۔ انہوں نے کتاب الفرائض مرتب کی۔

اربعین۔ جس میں چالیس حدیثیں جمع کی جائیں اس کے موجد شیخ عبداللہ بن مبارک محدث ۱۸۱ھ ہیں۔ میرے فرزند ارجمند پسر غیر قاضی عبدالصمد صارم سلمہ نے اس میں یہ جدت کی کہ صرف ایک ہی شخص کی چالیس حدیثیں جمع کیں یعنی امام اعظم کی۔ اس کا نام ہی اربعین اعظم ہے۔ ۱۳۵۰ھ ہجری میں طبع ہوئی۔

# طبقات کتب حدیث

سلف صالحین ماہرین علم حدیث نے کتب حدیث کو چار طبقوں یعنی درجوں پر تقسیم کیا ہے۔ کتب حدیث کا اعتبار ان کے طبقات ہی کے نمبر سے کیا جاتا ہے۔

طبقہ اوّل یعنی درجہ اوّل

موطا امام مالک۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ان کتابوں میں قریب دو ثلث کے درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں جن کا زیادہ تر تعلق احکام سے ہے۔ اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں مگر درجہ چہارم کے راوی نہیں۔

طبقہ دوم

جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مسند امام احمد حنبل۔ جامع الاصول ابن اثیر، موطا امام محمد۔ ان میں اوّل الذکر تینوں کتابوں میں قریب نصف کے درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اول و دوم کے اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے۔ باقی کتب میں درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں نصف سے کچھ زیادہ ہیں۔

طبقہ سوم

سنن ابن ماجہ، مسند شافعی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی

شبہ، مسند ابوداؤد طیاسی، مسند دارمی، مسند ابو یعلی، مسند عبد بن حمید
سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی۔ کتب
طحاوی، تصانیف طبرانی، سنن سعید بن منصور۔ مسند حارث۔ سنن مسلم۔
مسند بزاز، معجم ابن قانع، مسند امام اعظم۔ ان کتابوں میں ایک ثلث
سے زیادہ درجہ سوم کے اور ایک ثلث درجہ چہارم کے ان میں سے
بعض کتابیں باعتبار روایت ایک دوسرے سے قوی مانی گئی ہیں۔

طبقہ چہارم

کتاب الضعفاء لابن حبان، کتاب الضعفاء للعقیلی، تصانیف حاکم،
کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب،
تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، تصانیف فردوس دیلمی، تصانیف
ابن نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابو شیخ،
تصانیف ابن نجار، طبقات کبریٰ واقدی۔ تاریخ طبری۔ سیرت شامی،
ابوالفدا، مسعودی، مذاہب مدینہ، زرقانی شرح مذاہب، تاریخ الخمیس،
خصائص کبریٰ، دلائل نبوت، روضۃ الاحباب، مدارج النبوت، نزہۃ المجالس
مسامرۃ الاخیار، سیرت خلیفہ، تاریخ کامل، شواہد نبوت، معارج نبوت۔
دلائل ابو نعیم، ابن خلدون، ابن خلکان، شرح اربعین ——! اور بہت
سی کتابیں ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں باعتبار روایات بعض سے قوی ہیں
اس طبقہ کی کتابوں میں تقریب ایک ثمن کے درجہ اوّل و دوم کے اور قریب
دو ثمن کے درجہ سوم کے باقی پانچ ثمن میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں

ہیں چونکہ ہر درجہ کے رواۃ بھی باعتبار روایت اعلیٰ و ادنیٰ ہیں لہٰذا ان کتابوں میں درجہ اوّل و دوم و سوم کے ادنیٰ رواۃ کی روایتیں ہیں

# طبقۂ اوّل کی کتابیں

## موطا

امام مالک نے اپنی کتاب موطا کو ابواب فقہ پر مدون کیا ہے۔ موطا کے تمام احادیث و آثار ۱۷۲۰ ہیں۔ ان میں سے چھ سو حدیثیں صحیح مسند ہیں ۲۲۲ مرسل۔ باقی موقوف اور ۲۰۵ اقوال تابعین ہیں۔ موطا کو ام الصحیحین کہا جاتا ہے۔ موطا کی تمام احادیث مرفوعہ بخاری میں ہیں (عجالۂ نافعہ)

امام شافعی کا قول ہے کہ کتاب اللہ کے بعد موطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔ درحقیقت موطا ہی ایسی کتاب ہے جس نے خیر القرون میں بزرگان خیر القرون کی زبان سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا خطاب پایا ہے۔ موطا کو صحاح ستہ میں اس لئے شامل نہیں کیا گیا کہ اس کی تمام حدیثیں بخاری میں آگئی ہیں۔ موطا کو امام مالک نے چند نے ستر شیوخ حدیث کے سامنے پیش کیا۔ سب نے پسند کیا۔ امام مالک سے موطا کو تقریبا ایک ہزار آدمیوں نے روایت کیا ہے۔ ان میں ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی و امام محمد محدثین میں سے عبد اللہ بن وہب حمری و یحییٰ بن یحییٰ فقہاء میں سے ہشام بن عبد اللہ بن قاسم صوفیاء میں سے خواجہ ذوالنون مصری سلاطین میں سے ہارون و مامون رشید ہیں۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے جس قدر

روایت کرنے والوں کی تعداد ہے۔ اتنی کسی امام کی نہیں۔(تنویر الحوالک)

یحییٰ بن بکیر نے امام صاحب سے چودہ مرتبہ موطا سنی۔ امام صاحب نے موطا کو کئی مرتبہ ترتیب دیا۔ اور ہر دفعہ اس میں تغیر کیا۔ ہر بار ان کے تلامذہ اس کی نقل لے گئے۔ اس لیے موطا کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ موطا کے شارحین و معلقین و محشین کی بڑی تعداد ہے۔ تقریباً پچیس علماء نے مثل شیخ ابوسلیمان خطابی و قاضی عیاض وغیرہ موطا کی شرح و تعلیق لکھی۔ سعدون شاعر و قاضی عباس نے موطا کی مدح میں قصائد لکھے۔ امام صاحب ۱۳۰ھ سے ۱۴۰ھ تک اس کی تصنیف میں مشغول رہے۔ موطا سے پہلے جو کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ان کا مبنیٰ زیادہ تر اصحاب و تابعین کے فتاوے تھے امام صاحب نے موطا میں احادیث صحیح و مسند و منقطع و مرسل کو مبنائے اول اور آثار و فتاوٰی کو مبنائے ثانی قرار دیا ہے۔

اس طبقہ میں یہ پہلی کتاب ہے۔

## صحیح بخاری

یہ کتاب کتب حدیث کی اول درجہ کی اور صحاح ستہ میں بھی اوّل درجہ کی کتاب ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری کی تصنیف ہے۔ امام صاحب نے سولہ برس تک مسجد الحرام میں بیٹھ کر اس کتاب کو تصنیف کیا۔ جب مسودہ تیار ہو گیا۔ تو مبیضہ مدینہ منورہ میں منبر اور قبر نبی کریم کے درمیان بیٹھ کر لکھا۔ امام صاحب نے تین مرتبہ اس کتاب کو مرتب کیا۔ ہر دفعہ کچھ نہ کچھ تغیر کیا۔

یہی نسخوں کے اختلاف کا باعث ہے۔ امام بخاری نے تصنیف کرنے کے بعد اس کتاب کو امام احمد حنبل وغیرہ ائمہ حدیث کے سامنے پیش کیا۔ سب نے پسند کیا۔ چار حدیثوں کے متعلق اختلاف ہوا۔ محققین نے ان حدیثوں کے متعلق امام بخاری کے قول کو ترجیح دی ہے۔ امام بخاری سے اس کتاب کو نوے ہزار آدمیوں نے حاصل کیا۔ اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ قاضی بلخ کے کتب خانہ میں گیارہ شرحیں تھیں جن میں سے ہر ایک حجم میں فتح الباری کے برابر تھی۔ (النفس الیمانی مصنفہ شیخ عبدالرحمن بن سلیمان الاہدل الیمانی)

کل ساٹھ شرحیں پانچ تعلیقات مختصر ہیں۔ صحیح بخاری کے متعلق اردو میں ۴۴ کتابیں ہیں۔ اس حدیث میں تمام حدیثیں مع تعلیقات و شواہد ومتابعات ومکررات کے ۹۸۸۲ ہیں۔ مکررات کو حذف کرکے احادیث مرفوعہ ۲۶۲۳ ہیں۔ ۲۲ حدیثیں مع مکررات ثلاثیات ہیں۔ اور جو حذف کئے گئے ۱۶۰ ہیں۔ ۳۴۵۰ ابواب میں صحابہ اور صحابیات کی روایات بہ تفصیل ذیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ ۴۴۶، حضرت انس ۲۶۰، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق ۲۷۰، حضرت عبداللہ بن عباس ۲۱۷، حضرت عائشہ ۲۴۲، حضرت عمر ۶۰، حضرت علی ۲۹، حضرت ابوبکر ۲۲، حضرت عثمان ۹، حضرت ابوسفیان ۸، دیگر صحابیات ۲۷

امام بخاری نے ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ پہلے موطا امام مالک اصح الکتب

بعد کتاب اللہ کہتے تھے۔ قرن ثالث کے بعد بخاری کو کہنے لگے۔ کیونکہ اس میں موطا سے زیادہ حدیثیں ہیں۔ اور موطا کی تمام حدیثیں اس میں آگئی ہیں۔

## صحیح مسلم

صحیح مسلم امام ابو الحسین مسلم بن حجاج الملقب عساکر الدین کی تصنیف ہے۔ امام صاحب نے پچپن سال کی عمر میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ یہ کتاب طبقات کتب حدیث میں طبقہ اول کی اور صحاح ستہ میں نمبر دوم کی کتاب ہے۔ تین لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے۔ اس میں احادیث صحیحہ کو نقل کیا ہے۔ مکررات کو حذف کر دیا ہے۔ طرق و اسناد کو جمع کر دیا ہے۔ فقہ اور تراجم کے بابوں پر مرتب ہے۔ یہ کتاب سہل المآخذ ہے جودت ترتیب حدیث کے شواہد و متابعات کے اجماع کے لحاظ سے صحیح بخاری پر ترجیح ہے۔ اس میں اسی سے زیادہ ایسی حدیثیں ہیں جن کی سند میں امام مسلم اور نبی کریم کے درمیان چار واسطے ہیں۔ یہ ان کی اعلیٰ سند ہے۔ بعد حذف مکررات ۴۰۰۰ حدیثیں ہیں۔ شروح و حواشی کی تعداد تیس سے زیادہ ہو۔ بعض علماء نے اس کو صحیح بخاری سے بہتر کہا ہے۔ علامہ بو علی نیشاپوری نے اس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا ہے

علماء مغاربہ (اہل افریقہ) کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر کثرت رائے بخاری کی طرف ہے۔

# صحاح ستہ

حدیث کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح چند کتابیں تسلیم کی گئی ہیں ان کے اسماء بہ ترتیب مرتبہ اس طرح ہیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ۔ بعض علماء نے ابن ماجہ کی جگہ سنن دارمی بعض نے موطا امام مالک کا نام لیا ہے۔ مگر اس قول کو قبول عام کی سند نہیں ملی بخاری و مسلم کو صحیحین کہا جاتا ہے۔ ترمذی کو جامع اور سنن کہتے ہیں۔ باقی سب سنن کہلاتی ہیں سنن اربعہ جہاں کہیں بولا جاتا ہے۔ وہاں صحیحین کے سوا چاروں کتابیں مراد ہوتی ہیں۔ صحاح میں ایک سو پانچ صحابہ کی روایتیں ہیں۔ ان میں سے چند کثیر الروایت ہیں۔ علم حدیث میں نصف سے زیادہ ان کی روایتیں ہیں کتب صحاح ستہ میں صحیح حسن ضعیف ہر قسم کی روایتیں ہیں جن کو ائمہ نے ظاہر کردیا ہے۔ بوجہ اغلب کے ان کو صحاح کہا جاتا ہے۔ ... جب شاہ عالم بادشاہ دہلی انگریزوں کا پنشن ... چند امراء ذی ... امیروں نے سرپرستی مرتضیٰ خان ... خان صحاح ستہ کی کتابوں کی تعریف کرا کر خوشخط نسخے لکھا کے واجبوں قیمت فروخت کرائے لیکن یہ چال ... وقت عمل گئی۔ اور علماء نے اس کا سد باب کر دیا

جامع ترمذی۔ یہ کتاب امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ کی تصنیف ہے ۲۰۹ھ میں وفات پائی امام صاحب اثر الفقہا ... شافعی المذہب تھے۔ ان کی یہ کتاب طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی اور بہت ... سنن ...

نمبر سوم کی کتاب ہے۔ اس کی سولہ شرحیں عربی میں لکھی گئیں۔ اس کتاب کی مدح میں علماء نے قصائد لکھے۔ علامہ قسطلانی اور ایک دوسرے محدث کے قصیدوں کو علامہ علی بن سلیمان بجوی نے اپنی تصنیفات کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔

سنن ابوداؤد۔ امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث کی تصنیف ہے۔ امام صاحب نے ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ یہ کتاب پانچ لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے۔ اس میں ۴۸۰۰ حدیثیں ہیں۔ ثلاثیات بھی ہیں۔ اس کی کئی شرحیں ہیں۔ علامہ حافظ ابوطاہر نے اس کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ یہ کتاب طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی اور صحاح ستہ میں نمبر چار کی کتاب ہے۔ اس کی ایک شرح مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی بذل المجہود ہے۔

سنن نسائی۔ امام ابو عبدالرحمن احمد المتوفی ۳۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی اور صحاح ستہ میں نمبر پانچ کی کتاب ہے۔ اس کی کئی شرحیں ہیں۔

سنن ابن ماجہ۔ امام ابوعبداللہ محمد المتوفی ۲۷۳ھ کی تصنیف ہے۔ طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی اور صحاح ستہ میں نمبر چھ کی کتاب ہے۔ اس میں ۳۲ کتابیں ۱۵۰۰ ابواب ۴۰۰۰ حدیثیں ہیں۔ اس کی ایک شرح پانچ جلدوں میں حافظ مغلطائی کی ہے۔ ایک امام سیوطی کی اس کا نام مصباح الزجاجہ ہے۔ ایک حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن محمد حلبی کی ایک

پانچ جلدوں میں شیخ کمال الدین بن موسیٰ کی ایک شیخ سراج الدین عمر بن علی بن حماد شافعی کی ایک شیخ ابوالحسن سندھی بن عبدالہادی کی ایک شاہ عبدالغنی دہلوی کی ہے۔ اس کا نام الحاجہ ہے۔ صحاح ستہ میں اوّل موطا امام مالک شامل تھی۔ چونکہ اس کی تمام احادیث بخاری و مسلم میں آگئیں اس لئے اس کی جگہ شیخ ابوالفضل محمد بن طاہر المتوفی سنہ ۵۰۷ھ نے سنن ابن ماجہ کو داخل کیا۔ ان کے بعد ابن ماجہ کو خارج کر کے پھر دارمی کو داخل کیا گیا۔ علامہ حافظ عبدالغنی محدث المتوفی سنہ ۶۰۰ھ نے پھر ابن ماجہ کو داخل کر دیا۔ پھر اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ چونکہ دارمی کا نام آیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ لکھنا مناسب ہے۔ سنن دارمی امام ابن ماجہ کے شاگرد ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن المتوفی سنہ ۲۵۰ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں [illegible] حدیثیں ہیں۔ ان میں پندرہ ثلاثیات ہیں۔ ثلاثیات کتب حدیث میں یہ [illegible] کتاب [illegible]

## شرائط قبول حدیث

حدیث کی جانچ و طریق قبول کے کئی ہیں۔ ایک اصول روایت [illegible] اصول روایت یہ دونوں اصول قرآن و حدیث و فضائل صحابہ سے ماخوذ ہیں ہمارے آئمہ نے حسب ضرورت ان کی توسیع کی ہے۔ اس [illegible] کے تقرر کرنے میں اختلاف واقع ہوا ہے سب سے زیادہ [illegible] امام اعظم نے ہیں اور دوسرا [illegible] (استاد امام بخاری) کا قول ہے [illegible]

روایت کا خوف ہے۔ (فتح المغیث)

## شرائط امام اعظم

۱۔ راوی اوّل درجہ کے رواۃ میں سے ہو۔

۲۔ روایت باللفظ ہو۔

۳۔ اگر مستملی کی زبان سے روایت سنی ہو تو حدثنا کے لفظ سے روایت نہ کی جائے۔

۴۔ جن محدثین کے پاس تحریری ذخیرہ ہو۔ اگر ان کو حدیث کا ہر حرف محفوظ ہے۔ تو زبانی روایت کر سکتے ہیں۔ ورنہ بروقت روایت تحریر کو سامنے رکھیں۔

۵۔ اس زمانہ تک جو روایت بالمعنی ہو چکی ہے۔ اگر اس کا راوی فقیہ ہے۔ ورنہ کم از کم ثقہ عدول صدوق ہو۔ اور وہ روایت بروئے درایت صحیح ہو۔ تو قبول کی جائے۔

۶۔ روزانہ معاملات و عبادات کے متعلق اگر کوئی خبر واحد بیان کی جائے تو اس پر شہادت ہو اگر معتبر شہادت نہ ہو۔ تو وہ بروئے درایت صحیح ہو۔

## شرائط ائمہ ستہ

امام بخاری۔ ۱۔ حدیث متصل الاسناد ہو۔ ۲۔ طول ملازمت یعنی راوی اپنے شیخ کے پاس سالہا سال رہا ہو۔ ۳۔ راوی طبقہ اوّل کا مشہور ثقہ ہو۔ ۴۔ راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔

امام مسلم ۱۔ حدیث متصل الاسناد ہو ۔ ۲۔ تمام رواۃ ثقات ہوں۔ ۳۔ رواۃ ہمعصر ہوں ۔ ۴۔ رواۃ مشہور ہوں ۔ ۵۔ شذوذ و علت نہ ہو۔

امام ابوداؤد ، امام نسائی ۔ ۱۔ جو حدیثیں صحیحین میں ہوں ۔ ۲۔ جو حدیث موافق شرائط صحیحین ہو ۔ ۳۔ وہ حدیث جس کے ترک پر اجماع نہ ہوا ہو ۔ اور اس کی سند متصل ہو ۔ اور صحیح ہو مرسل و منقطع نہ ہو ۔ ۴ ۔ جو روایت طبقہ رابعہ کے عمدہ رواۃ سے مروی ہو ۔ ۵ ۔ شواہد و متابعات کے لئے امام ابوداؤد وہ حدیثیں بھی قبول کر لیتے تھے جو ضعاف و مجہول رواۃ سے مروی تھیں۔

امام ترمذی ۔ ۱۔ جو حدیث صحیحین میں ہو ۔ ۲ ۔ جو حدیث موافق شرائط شیخین ہو ۔ ۳ ۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے جو حدیث نقل کی ہو ۔ اور اس کی علت ظاہر کر دی ہو ۔ ۴ ۔ جو حدیث بعض فقہا کی معمول رہی ہو ۔ ۵ ۔ وہ حدیث جس کا مضمون اس حکم کے موافق ہو جس پر عمل ہوتا رہا ہو ۔ ۶ ۔ ان ثقات کی روایت جن پر جرح ہوئی ہو ۔ ۷ ۔ ان رواۃ کی روایت جن پر جرح ہوئی ۔ لیکن ان کی تعدیل بھی ہوئی ۔

امام ابن ماجہ ۔ ۱۔ جس کو ائمہ خمسہ نے لیا ۔ ۲ ۔ جو ائمہ خمسہ کے شرائط پر ہو ۔ ۳ ۔ جس کو معتبر علماء بیان کرتے اور اس پر عمل کرتے رہے ہوں ۔ ۴ ۔ طبقہ چہارم کے عمدہ رواۃ کی وہ روایات جو جانچ کے بعد صحیح ثابت ہوں ۔

ائمہ حدیث کی سخت تنقید کو مخالفین اسلام نے بھی تسلیم کیا ہے ۔ سر ولیم میور لکھتا ہے ۔ یہ تو ظاہر ہے ۔ کہ محدثین کسی قسم کی تنقید کو کام میں لاتے تھے ۔ اور وہ بھی اسی سختی سے ۔ (لائف آف محمد)

Marfat.com

# راویوں کے درجات

حدیث روایت کرنے والوں کے چار درجات قرار دئے گئے ہیں ان کی روایات پر درجہ کے اعتبار سے حکم لگایا جاتا ہے۔

درجہ اوّل۔ وہ لوگ جو نہایت متقی، متدین، متشرع، قوی الحافظہ ماہر علوم ذکی و فہیم عادل و ضابط تھے۔ بدعتی نہ تھے۔

درجہ دوم۔ وہ لوگ جو تمام اوصاف میں مثل درجہ اوّل کے تھے۔ مگر حافظہ میں ان سے کم تھے۔ اس میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو حدیثیں لکھ لیتے تھے۔ دوسرے وہ جو لکھتے نہ تھے۔ اگر کسی مقام پر بھول گئے تو اس کے مترادف لفظ لگا دیا۔

درجہ سوم۔ وہ لوگ جو متدین متشرع متقی تھے۔ مگر فہم و فراست میں نمبر ۱، ۲ کے برابر نہ تھے۔ جو یاد رہا رہا جو بھول گئے بھول گئے۔ اگر اپنی بھول چوک کا خیال آگیا۔ تو ؟ کی طرح جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

درجہ چہارم۔ وہ لوگ جو متدین و متشرع تھے۔ مگر کمی فہم و فراست کی وجہ سے ترغیب و ترہیب میں جو حدیثوں میں کمی و بیشی کرنا نئی حدیث بنانا جائز سمجھتے تھے۔ ان میں چار قسم کے آدمی تھے۔ ایک وہ جو دنیوی عز و جاہ کے لئے حدیثوں میں تغیر کرتے یا نئی حدیثیں بناتے۔ تاکہ لوگ ان کی طرف رجوع ہوں۔ دوسرے وہ جو اپنے فروعی مسائل کی تائید کے لئے اپنے اساتذہ کے الفاظ کو شامل حدیث کر لیتے تھے۔ تیسرے وہ جو کمی عقل

وہم کی وجہ سے شیخ کے الفاظ کو روایت بالمعنی سمجھ کر حدیث سمجھ لیتے تھے۔ چوتھے وہ دشمنان اسلام جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے حدیثیں گھڑتے تھے

ان تمام اقسام کے راویوں میں بھی تفاوت ہے۔ کیونکہ سب لوگ تمام صفات میں یکساں نہیں ہوتے۔ نمبرا کے راویوں میں کوئی کسی سے اتقا میں کم ہے۔ کوئی کسی سے فہم و فراست میں زیادہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح ۲، ۳، ۴ میں اس تفاوت کی وجہ سے حدیث کے مختلف اقسام قرار دیئے گئے ہیں۔ جیسے صحیح کے اقسام صحیح لذاتہ اور صحیح مغیرہ۔ اس میں راوی تو نمبر ۱، ۲ کے ہوں گے۔ مگر ایک دوسرے سے مدارج میں کم و بیش ہوں گے۔

راویوں میں اظہار اوصاف کے لئے الفاظ مقرر ہیں۔ جو اس کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس درجہ کا راوی ہے۔ اس کے چھ درجے تعدیل مقرر کئے گئے ہیں۔ اور چھ جرح ہیں۔ اور ان الفاظ میں بھی تین درجے ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اشد، اوسط، اضعف جس راوی میں اوصاف بدرجہ کمال ہیں۔ اس کے لئے جو لفظ ہوگا۔ اس میں مبالغہ اور شدت ہوگی۔ جو اس سے کم ہوگا۔ اس میں توسط ہوگا۔ جو اس سے کم ہوگا۔ اس کے الفاظ میں ضعف ہوگا۔

# الفاظ تعدیل

ا۔ متقی فہیم قوی الحفظ ماہر علوم صحیح العقیدہ کے لئے اوثق الناس، اضبط الناس لا اعرف لہ نظیرا، امام الدنیا، جبل الاتقان، الیہ المنتہی فی التثبت وغیرہ ہا۔

۲۔ جن میں پہلے مرتبہ کے اوصاف اس مرتبہ والوں سے کم پائے جائیں لا یُسأل عنہ وغیرہ

۳۔ مرتبہ دوم سے کم والوں کے لئے ثقۃ ثقۃ۔ حجۃ حجۃ۔ حافظ عالم۔ فقیہ فاضل وغیرہ۔

۴۔ مرتبہ سوم سے کم والوں کے لئے ثقۃ۔ ثبت۔ عدل وغیرہ۔

۵۔ نمبر چار سے کم والوں کے لئے صدوق۔ لاباس بہ۔ صدوق یہم لہ اوہام۔ یخطی تغیرہ باخرہ۔ لیس بہ باس۔ وغیرہ۔

۶۔ پانچویں سے کم والوں کے لئے۔ صدوق ان شاء اللہ۔ ارجو لاباس۔ صالح۔ صالح الحدیث۔ مستقارب الحدیث۔ حسن الحدیث۔ روی عنہ الناس۔

# الفاظ جرح

۷۔ چھٹے مرتبہ سے کم والوں کے لئے۔ ما نیکرہ فیہ۔ فیہ مقال۔ فیہ ضعف۔ یعرف ینکر۔ ہو لیس کذالک۔ لیس بقوی۔ سیئ الحفظ۔ مستور مجہول الحال۔ لیس بالحافظ۔ لیس بثقۃ۔ لیس بحجۃ وغیرہ۔

۸۔ ساتویں سے کم والوں کے لئے۔ لا یحتج بہ۔ مضطرب۔ منکر الحدیث

Marfat.cc

وغیرہ

۹۔ آٹھویں سے کم والوں کے لئے۔ رد حدیثہ۔ مردود الحدیث۔ لا یکتب حدیثہ وغیرہ۔

۱۰۔ نویں سے کم والوں کے لئے۔ یسرق الحدیث۔ متہم بالکذب۔ ساقط۔ متروک۔ ذاہب الحدیث وغیرہ۔

۱۱۔ دسویں سے کم والوں کے لئے کذاب۔ دجال۔ وضاع۔

۱۲۔ گیارہویں سے کم والوں کے لئے۔ اکذب الناس۔ رکن من ارکان الکذب۔ معدن الکذب وغیرہ۔

## رموز

ثنا۔ نا۔ یہ لفظ جہاں حدیث میں داخل ہوگا وہ مخفف حدثنا کا ہوگا۔

انا یہ مخفف اخبرنا کا ہے۔

ح۔ یہ حرف جہاں ہوگا اس سے مراد تحویل ہے۔ (تحویل اس کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک متن حدیث کے دو اسناد ہوں یا زائد ہوں اور ایک سند سے دوسری سند کی طرف نقل کی جائے۔)

قال۔ یہ لفظ حدثنا یا اخبرنا یا انبانا یا حدثنی یا اخبرنی یا انبانی کے پہلے کہا جانا ضروری ہے۔ مگر جو لفظ الفاظ مذکورہ سے ابتدائے اسناد میں واقع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہنا ضروری نہیں (حدثنا یا حدثنی) کے ساتھ اس وقت روایت کی جاتی ہے جبکہ الفاظ شیخ کی زبان سے سنے ہوں۔

Marfat.com

اخبرنا یا اخبرنی کے ساتھ اس وقت روایت کی جاتی ہے۔ جبکہ شیخ کو حدیث سنائی گئی ہو۔

صیغہ جمع۔ متکلم مع الغیر جیسے اخبرنا اکثر سمع مع المخبر پر دال ہے اور کسی لفظ پر۔

یتمی جہاں آئے وہاں حدیث کے مرفوع ہونے کا یقین ہے۔

عن ابیہ عن جدہ جہاں کہیں حدیث میں آئے وہاں ضمیر راوی کی طرف راجع ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ ابیہ کی طرف راجع ہو۔

مثلہ سے اس وقت تعبیر کی جاتی ہے۔ جبکہ متابعت لفظاً اور معناً ہو۔

نحوہ سے اس وقت تعبیر کی جاتی ہے۔ جبکہ متابعت صرف لفظاً ہو۔

قراءۃ علیہ جہاں کہیں اسناد میں واقع ہوتا ہے۔ وہاں شیخ کو سنانا مراد ہوتا ہے۔

لا اصح فی ہذا الباب جہاں واقع ہوتا ہے۔ وہاں ضعف حدیث یا حدیث کا موضوع ہونا مراد ہوتا ہے۔

ہذا حدیث مسند سے مرفوع صحابی مراد ہے۔

اصح ما فی الباب جہاں کہیں آتا ہے۔ وہاں اس سے ارجح واقل ضعف مراد ہوتا ہے۔

اعتبار جس سے متابع شاہد منکر شاذ وغیرہ کی معرفت ہو جائے۔

غیر مرۃ یا غیر واحد جہاں کہیں آتا ہے وہاں کئی بار یا کئی شخصوں سے مروی ہونا مراد ہوتا ہے۔

arfat.com

من السنۃ کذا سے موقوف صحابی مراد ہے۔

## فوائد

۱۔ تمام حدیثیں دو قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک وہ جن کو قرآن سے کوئی اور کسی قسم کا سروکار نہیں۔ دوسرے وہ کہ جن کا تعلق قرآن مجید سے وابستہ ہے۔ اس قسم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک احکامی اور دوسرے غیر احکامی۔ جو حدیثیں غیر احکامی ہیں۔ ان کا تعلق قرآن مجید سے صرف اس قدر ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے استعارے کنایہ تشبیہ تعریض ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی تشریح فرمائی ہے۔ جیسے بخاری و ترمذی کی۔

باب تفسیر کی حدیثیں احکامی وہ کہ جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے۔ عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے ہوں۔ یا عبادات سے یا معاملات سے ہوں۔ غرض یہ کہ قرآن مجید کی ان لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہیں۔ کہ جو قرآن مجید میں بطور اسم یا بطور اجمال کے بیان ہوئے ہیں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ مگر ان کی ہیئت کذائیہ ان کے اجزاء ان کے مقادیر ان کے سب اوقات کا بیان نہیں ہے اگر کچھ بیان ہے۔ تو محض الفاظ دلانے کے لئے ہے۔ حضور نے ان کو کرکے یا کرائے یا فرما کے بتا دیا۔

۲۔ ڈھائی سو اصحاب ایسے تھے۔ جو سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہتے تھے

۳۔ جن اصحاب کی عدم موجودگی میں کوئی حدیث بیان ہوئی تو وہ دوسرے دن

سے پوچھ کر یاد کر لیتے تھے۔

۴۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ضروری و نظری ضروری وہ علم ہے۔ جو بلا نظر حاصل ہو۔ اس لئے یہ علم جس میں صلاحیت نظر نہ ہو۔ اس کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ نظری وہ جو بذریعہ نظر حاصل ہو۔

۵۔ جو مقبول ہیں۔ وہ مفید ظن غالب ہیں۔ لیکن جب ان کے ساتھ اور قراین منضم ہوں۔ تو مفید علم یقینی نظری ہوتے ہیں۔ ان قراین کے چند اقسام ہیں۔

۱۔ صحیحین کی وہ حدیثیں جو جرح و تعارض سے محفوظ ہیں مفید علم نظری ہیں۔

۲۔ وہ حدیث مشہور جس کے متعدد اسناد مختلف طرق سے ثابت ہوں۔ اور وہ ضعف علل سے محفوظ ہوں۔ مفید علم نظری ہیں۔

۳۔ وہ حدیث جو غریب نہ ہو۔ اور اس کے سلسلہ کے رواۃ میں تمام ائمہ حفاظ ہوں۔ مفید علم نظری ہے۔

۶۔ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اگر کسی دوسرے طریق سے اس کی تائید مل جائے۔ تو مقبول ہے۔ امام احمد حنبل کے نزدیک اگر ارسال کرنے والا تابعی غیر معتبر روایات بیان کرنے کا عادی نہیں تو مقبول ہے۔

۷۔ مدلس روایت کا راوی اگر معتبر روایات کرنے کا عادی ہے۔ تو اس کی یہ روایت قبول کی جائے۔

۸۔ تزکیہ۔ تعدیل ایک شخص کا بھی معتبر ہے۔

۹۔ اگر ایک حدیث بکر نے خالد سے سنی اور پھر وہی حدیث بکر نے زید سے سنی تو یہ دو حدیثیں شمار ہوں گی۔

۱۰۔ محدثین اور فقہا نے لکھا ہے۔ کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا اگر موضوع نہ ہو۔ تو فضائل میں مستحب ہے۔ لیکن احکام حلال و حرام بیع و نکاح و طلاق میں نہیں۔ بسا اوقات ناکارہ راویوں سے ترغیب و ترہیب، و فضائل اعمال اور قصص کی حدیثیں نیز زہد اور مکارم اخلاق اور ان کی مشتمل ایسی حکایتیں جن کا تعلق حلال و حرام اور دیگر تمام احکامات سے نہیں ہے۔ روایت کی ہیں۔ اور یہ اس قسم کی حدیثیں ہیں۔ کہ محدثین کے نزدیک ان میں تساہل کرنا جائز ہے۔ ماسوا موضوع کے (خلاصۃ الخلاصہ)

۱۱۔ جملہ احادیث مرفوعہ معتبرہ جو از روئے روایت و درایت صحیح ثابت لائق حجت ہیں۔ وہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے دو قسموں پر منقسم ہیں۔ جو حدیثیں اپنی سند روایت کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ تمام اس سے کہ وہ متواتر ہوں یا احاد اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت ہیں۔

جو حدیثیں اپنی روایت کے اعتبار سے حسن لذاتہ ہیں۔ وہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے ظنی الثبوت ہیں۔

۱۲۔ تمام حدیثیں اپنے مدلول پر دلالت کرنے کے اعتبار سے دو قسم پر ہیں۔

قطعی الدلالۃ۔ جو کسی مدلول پر اپنی عبارت النص کے اعتبار سے صاف صاف بلا تاویل صریح لفظوں میں دلالت کرے۔

Marfat.com

ظنی الدلالۃ۔ جو اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں تاویل کی محتاج ہو۔
اس طرح قسمیں بن گئیں۔

اگر حدیث صحیح صریح ہے۔ تو قطعی الثبوت قطعی الدلالہ ہے۔
اگر حدیث صحیح غیر صریح ہے۔ تو قطعی الثبوت ظنی الدلالہ ہے۔
اگر حسن لذاتہ صریح ہے تو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہے۔
اگر حسن لذاتہ غیر صریح ہے۔ تو ظنی الثبوت اور ظنی الدلالہ ہے۔

۱۳۔ اوّل درجہ کے رواۃ اور تمام رواۃ میں بھی فرق مراتب ہے۔ یہ فرق زیادتی علم و حسن عمل و فہم و ذکا کے اندازہ سے قائم کیا گیا ہے۔ جیسے حسن بصری کے شاگرد ایوب سختیانی اور اشعث الحمرانی ہیں۔ لیکن ایوب کا مرتبہ اشعث سے زیادہ مانا گیا ہے۔ اس لئے اگر اشعث کی روایت ایوب کی روایت کے خلاف ہوگی تو نہیں مانی جائے گی۔

۱۴۔ تمام احادیث کا اس وقت صحیح شمار نہیں ہو سکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بارہ لاکھ حدیثیں ثابت ہوئی ہیں۔ کیونکہ امام علی بن المدینی کا قول ہے۔ کہ شیخ یحیی بن معین نے بارہ لاکھ حدیثیں لکھیں۔ اور مجھے معلوم نہیں۔ کہ کسی نے اتنی حدیثیں لکھی ہوں۔ (تہذیب الاسماء ۔ اللغات نووی) امام سیوطی کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حدیثوں کی تعداد دو لاکھ ہے۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ مجھ کو دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں۔ اگر میں اس سے زیادہ پاتا۔ تو محفوظ کر لیتا امید ہے۔ کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ حدیثیں نہیں (لواقح الانوار امام عبدالوہاب شعرانی)

arfat.com

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ہمچنیں از احادیث صحاح و حسان و ضعیف بضعفیکہ محتمل است در استدلال فی الجملہ بآن توان نمود آن ہمہ تقریباً دس ہزار متن است معتبر تکرار و معتبر اعتبار سند بسبب تعدد روات از صحابہ و تابعین و اگر باملاحظہ ایں تعداد بشمریم زیادہ از الوف الوف باشد (قرۃ العینین)

شاہ صاحب نے صرف تین اقسام کی تعداد بیان کی ہے۔ امام علی بن مدینی کا قول باعتبار تعدد روات معلوم ہوتا ہے۔ امام سیوطی کا تخمینہ اوسط اندازے میں صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۱۵۔ امام بیہقی کا قول ہے۔ احکام کی روایتوں کی اسناد کو سختی سے جانچا گیا ہے۔ فضائل و ثواب و عذاب کی حدیثوں کی جانچ میں نرمی سے کام لیا گیا ہے۔ (المدخل)

۱۶۔ شیخین نے ان راویوں کی روایتیں لی ہیں جن کو پہلے سے قبول کرتے چلے آئے ہیں۔ امام نسائی نے ان حدیثوں کو بھی لیا ہے جن کے راویوں کے قابل اعتبار ہونے پر اتفاق نہیں تو ناقابل اعتبار ہونے پر بھی اتفاق نہیں امام ابو داؤد نے اس باب میں ان کو قوی حدیث نہیں ملی ضعیف کو بھی لیا ہے۔

۱۷۔ جب محدثین کہتے ہیں رواہ الجماعہ وہاں ائمہ ستہ مراد ہوتے ہیں جہاں کہتے ہیں رواہ الاربعہ وہاں اصحاب سنن اربعہ ترمذی نسائی ابو داؤد

Marfat.com

ابن ماجہ۔

۱۰۔ صحاح میں ۵۰۰ اصحابہ کی روایتیں ہیں۔ اور مسند ابو داؤد طیالسی میں ۲۵۰ کی۔

# بعض اصطلاحات وغیرہ

صحابی۔ وہ مسلمان جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے ہوں۔ اور ان کا خاتمہ اسلام ہی پر ہوا ہو۔

تابعی۔ وہ مسلمان جنہوں نے کسی صحابی کو دیکھا ہو۔ اور ان کا خاتمہ اسلام ہی پر ہوا ہو۔

تبع تابعی۔ وہ مسلمان جنہوں نے کسی تابعی کو دیکھا ہو۔ اور ان کا خاتمہ اسلام ہی پر ہوا ہو۔

مخضرمین۔ وہ مسلمان جنہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں زمانے دیکھے مگر حضور کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے۔ بعض نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے۔ کہ یکبار تابعین میں ہیں۔

مسند عالی۔ جس میں راوی سے حضور تک رجال کم ہوں۔

علو مطلق و نزول مطلق۔ اگر ایک حدیث کی کئی مسندیں حضور تک پہنچتی ہوں۔ مگر ان میں سے ایک میں وسائط کم ہوں۔ تو اس کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اور مقابل کو نزول مطلق۔

علو نسبتی و نزول نسبتی۔ اگر ایک حدیث کی کئی مسندیں ہوں۔ اور وہ

Marfat.cc

سندیں کسی مشہور امام حدیث تک پہنچتی ہوں۔ جیسے شعبہ و مالک وغیرہ۔
تو ان سندوں میں سے جس سند میں آدمی کم ہوں گے اس کو علو نسبتی اور
مقابل کو نزول نسبتی کہیں گے۔

موافقت۔ کسی مصنف کے شیخ تک ایسی اسناد چلا دینا جو مصنف
کے شیخ کو مصنف تک پہنچتی ہے۔ مغایر ہو۔ اور تعداد رجال بھی اس میں کم
ہو۔ کسی مصنف کے شیخ الشیخ تک ایسی سند چلا دینا جو مصنف کے
اسناد کے مغایر ہو اور تعداد رجال بھی اس سے کم ہو۔

مساوات۔ ایک حدیث کی سند کسی مصنف کی عالی ہو دوسرا
مصنف بھی اس حدیث کو دوسری سند سے روایت کرے اور دونوں
کی تعداد رجال برابر ہو۔

مصافحہ۔ ایک حدیث ایسے اسناد سے جو دوسری سے عالی تھی
روایت کی گئی جو کسی مصنف کے شاگرد کی اسناد کے ساتھ تعداد رجال
میں مساوی ہو۔

روایت الاقران۔ دو معصروں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا۔

روایت الاکابر عن الاصاغر۔ چھوٹے سے بڑے کا روایت کرنا۔ جیسے
باپ کا بیٹے سے روایت کرنا۔ یا استاد کا شاگرد سے اس کے خلاف کو
روایت اصاغر عن الاکابر کہتے ہیں۔

روایت سابق ولاحق۔ اگر دو آدمی ایک ہی شیخ سے روایت کریں اور
ایک دوسرے سے پہلے مر گیا۔ تو مرنے والے کی روایت کو سابق اور

Marfat.com

دوسرے کی روایت کو لاحق کہیں گے۔

مسلسل۔ اگر ایک مسند کے عام روات نے ایک ہی لفظ۔ مثلاً حدثنا وغیرہ سے ایک حدیث روایت کی یا سب کے سب ایک قول پر متفق ہو گئے۔ اس کو تسلسل کہتے ہیں۔

مسلسل بالاشارہ۔ حضور نے جو کچھ بیان فرماتے ہوئے کوئی اشارہ کیا ہے۔ مثلاً انگلی اٹھائی یا ہاتھ اٹھایا۔ یا اور کوئی اس قسم کا اشارہ کیا۔ ان اشارات کو محدثین نے آج تک محفوظ رکھا ہے۔ اور حدیث بیان کرتے وقت وہ اشارہ ضرور کرتے ہیں۔ ایسی حدیث کو مسلسل بالاشارہ کہتے ہیں۔

اجازت۔ روایت حدیث کے لئے کسی محدث سے اجازت لینا ضروری ہے۔

اجازت بالمشافہ۔ اگر کسی شیخ نے کسی کو مخصوص حدیث اپنی طرف سے روایت کرنے کی زبانی اجازت دے دی۔ تو اس کو مجازاً اجازت بالمشافہ کہتے ہیں۔

اجازت بالمکاتبہ۔ شیخ نے روایت حدیث کی اجازت مکتوبی دی ہو۔

اجازت معینہ۔ شیخ کسی کتاب معین غیر حاضر کی نسبت طالب سے کہے۔ کہ تم مجھ سے اس کی روایت کرو

مناولہ۔ شیخ اپنا اصل نسخہ یا اس کی نقل طالب کو دیدے۔

وجادہ۔ طالب کو کوئی کتاب ایسی مل گئی جس کا کاتب کوئی محدث ہو۔ تو اُسے وجادہ کہا جاتا ہے۔ جب تک کاتب سے اجازت حاصل نہ کرے

اس وقت تک اخبرنی فلاں کہہ کر روایت نہیں کر سکتا۔

وصیت بالکتاب۔ محدث نے بوقت وفات وصیت کی کہ میری یہ کتاب فلاں شخص کو دے دی جائے۔ لیکن موصیٰ بہ اس کی معتبر اجازت روایت نہیں کر سکتا۔

اعلام۔ کسی شیخ کا یہ کہنا کہ فلاں کتاب فلاں شیخ سے روایت کرنا۔

اجازت مجہول۔ اگر شیخ نے یہ کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن کو اجازت دی تو یہ اجازت مجہول ہے۔ صاف کہے کہ میں نے تجھ کو اجازت دی۔

متفق و مفترق۔ اگر چند راویوں اور ان کے باپ دادوں کے نام نسب و کنیت ایک ہی ہوں۔ تو ان کو متفق و مفترق کہا جاتا ہے۔

مؤتلف و مختلف۔ اگر متعدد اسماء خط میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں (یہ اختلاف کبھی نقطوں سے ہوتا ہے۔ جیسے بنی و نبی کبھی شکل سے ہوتا ہے۔ حفص و جعفر)

متشابہ۔ راویوں کے نام خط و تلفظ میں متفق ہوں۔ مگر ان کے آباء کے نام بلحاظ تلفظ مختلف و بلحاظ خط متفق ہوں۔ جیسے محمد بن عقیل بفتح عین و محمد بن عُقیل بضم عین

طبقہ رواۃ۔ ہم عصر اشخاص اور وہ اشخاص جو ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں (اسناد میں) یہ باقی رہ سکتا ہے۔ (ہم درس)

تذکیہ۔ کسی راوی کے اوصاف کو اس طرح بیان کرنا کہ اس پر جرح باقی نہ رہے۔

Marfat.com

امر۔ جو حکم قرآن یا حدیث میں دیا گیا ہے۔ (امر کے خلاف اگر کوئی فعل حضور کا ہے۔ تو امر اس سے منسوخ نہیں ہوتا کیونکہ فعل عذر و تخفیض وغیرہ کو محتمل ہے)

تخریج۔ تلاش کرکے کسی حدیث کی سند صحیح نکالنا اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

مستملی۔ شیخ کے درس میں طلباء کا اکثر ہجوم ہو۔ اور شیخ کی آواز سب کو پہنچ سکتی ہو۔ تو شیخ کسی قابل طالب علم کو درمیان میں کھڑا کر دیتا ہے۔ جو شیخ کے الفاظ کو دہرا کر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

مقری۔ پڑھنے والا۔

تعلیق۔ سقوط راوی۔

نص۔ آیت قرآن و حدیث

سنت۔ قول و فعل رسول و اصحاب۔ سنت کی دو قسمیں ہیں۔ عادی اور عبادی۔ عادی وہ افعال جو دنیوی مصلحت یا وقتی و ذاتی ضرورت سے کئے گئے۔ عبادی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اکیدی جس کو موکدہ بھی کہتے ہیں۔ دوسرے سنت الزوائد جس کو مستحبہ بھی کہتے ہیں سنت موکدہ جس کو لازمی طور پر کیا گیا۔ اس کا ترک کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ سنت مستحبہ جس کو کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ اس کے ترک کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔

تعامل۔ عملدرآمد

توارث۔ قدامت عمل

arfat.com

طرق سلسلہ روایت

وحدان - وہ راوی جن سے ایک ہی راوی نے روایت کی ہو

سیر - وہ علم جس میں تاریخی حدیثیں ہوں۔

مستدرک - استدراک کے معنی ہیں کہ کسی مصنف سے جو رہ گیا ہو اس کو جمع کر دیا جائے جو کرتا ہے۔ اس طرح جمع کی گئی ہو اس کو مستدرک کہتے ہیں

محدث - جو شخص علم حدیث کے درس و تدریس و تصنیف و تالیف کے شغل میں مشغول ہو۔

اخباری - جو فن تاریخ کے شغل میں مشغول ہو۔

روایت - حدیث اور اثر - یا خبر -

راوی - روایت بیان کرنے والا -

مروی عنہ - جس سے روایت بیان کی جائے

متن - حدیث کی روایت -

اصول الروایت - اصول جن سے سند حدیث کی جانچ کی جاتی ہے

تعدیل - اوصاف بیان کرنا -

جرح - خامیاں بتانا -

حفظ صدر - حفظ قلبی یا داشت ذہنی

حفظ کتاب - تحریر کا ذریعہ روایت محفوظ رکھنا

متروک الحدیث - جس آدمی کی حدیث اس کے جھوٹ کی وجہ سے ترک کر دی جائے۔

اصح الاسانید۔ جس روایت کے تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ اصح الاسانید امام زین العابدین ہے۔ جبکہ وہ اپنے والد ماجد امام حسین سے یا اپنے جد امجد حضرت علی سے روایت کریں۔ بعض کا قول ہے کہ نافع ہیں جبکہ وہ عبداللہ بن عمر فاروق سے روایت کریں۔ بعض نے کہا ہے کہ امام زہری ہیں۔ جبکہ وہ سالم سے اور سالم ابن عمر سے روایت کریں۔ یا محمد بن سیرین روایت کریں عبیدہ بن عمر سے۔ اور وہ حضرت علی سے۔ یا ابراہیم نخعی کہ وہ روایت کریں علقمہ سے اور وہ ابن مسعود صحابی سے۔

سلسلۃ لذہب۔ امام مالک کی سند جس کو وہ نافع اور نافع حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق سے روایت کریں۔

ثلاثیات۔ وہ روایتیں جن میں راوی اور حضور کے درمیان میں واسطے ہوں۔

شیخین۔ امام بخاری و امام مسلم۔

ائمہ ستہ۔ امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ۔

امام۔ جو حدیث و فقہ اور تمام علوم دینیہ میں صاحب کمال ہو۔

حافظ۔ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

حجت۔ جس کو تین لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

حاکم۔ جس کو تمام حدیثیں مع متن و سند و جرح و تعدیل و تاریخ معلوم ہوں۔

مجتہد۔ جو قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتا ہو۔

Marfat.com

امّ الاحادیث ۔ سنت، مباح، گناہ، مکروہ وغیرہ ان تمام حقائق کی حدیثیں محکمات اور امّ الاحادیث کہلاتی ہیں۔

مکثرین ۔ سلف صالحین نے باعتبار تعداد روایات صحابہ کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔

مکثرین ، متوسطین ، مقلین ، اقلین

مکثرین وہ صحابہ جن کی روایات کی تعداد ہزار یا اس سے زیادہ ہے یہ سات اصحاب ہیں۔ ان میں اوّل نمبر حضرت ابوہریرہ کا ہے۔ ان کی روایات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔

متوسطین ۔ جن کی روایات کی تعداد پانسو یا اس سے زیادہ ہے۔ یہ ۔۔ ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات ہیں جن کی تعداد ۸۴۸ ہے۔

مقلین ۔ جن کی روایات پانسو سے کم ہیں۔ یہ ۹۵ صحابہ ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ ام المومنین حضرت ام سلمہ ہیں ان کی روایات ۳۷۸ ہیں۔

اقلین ۔ جن کی روایات چالیس سے کم ہیں۔ یہ چالیس صحابی ہیں۔ ان میں اوّل نمبر حضرت زبیر کا ہے۔ ان کی روایات ۳۸ ہیں۔

تعداد روایات خلفائے اربعہ ۔ حضرت علی ۵۸۶ ، حضرت عمر ۵۳۷ ، حضرت عثمان ۱۴۶ ، حضرت ابوبکر ۱۴۲

تعداد روایات امہات المومنین ۔ حضرت عائشہ ۲۲۱۰ ، حضرت ام سلمہ ۳۷۸ ، حضرت ام حبیبہ ۶۵ ، حضرت حفصہ ۶۰ ، حضرت میمونہ ۴۶ ،

Marfat.com

حضرت زینب بنت جحش ۱۱ حضرت صفیہ ۱۰ حضرت جویریہ ۷ حضرت سودہ ۵۔

تعداد روایات اولادِ رسولؐ۔ حضرت فاطمہ ۱۸ امام حسن ۱۳ امام حسین ۸

متفق علیہ۔ وہ حدیث جس کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہو۔

افراد بخاری۔ جس کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو۔

افراد مسلم۔ جس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

اصح الاسانید۔ جس طرح روایت کے تمام راوی ہر طرح اعلیٰ درجہ کے ہوں بعض ائمہ کا قول ہے۔ کہ اصح الاسانید امام زین العابدین ہیں۔ جبکہ وہ اپنے والد ماجد امام حسین سے اور وہ اپنے والد حضرت علی سے روایت کریں۔ بعض کا قول ہے۔ کہ امام زہری ہیں۔ جبکہ وہ امام سالم سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق سے روایت کریں۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ محمد بن سیرین ہیں۔ جبکہ وہ عابیدہ بن عمر سے اور وہ حضرت علی سے روایت کریں۔ بعض کا قول ہے۔ کہ ابراہیم نخعی ہیں۔ جبکہ وہ علقمہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کریں۔

شرائط شیخین۔ شیخین نے قبولِ حدیث کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں۔

## علوم تدوین حدیث

علم حدیث کی تکمیل و ترتیب و تدوین و حفاظت و نصرت کے لئے جو

علوم ایجاد ہوئے۔ وہ کم و بیش سو ہیں

علامہ حازمی نے کتاب العجالہ میں لکھا ہے کہ علم حدیث میں بہت سے انواع ہیں جو سو تک پہنچتے ہیں ان میں سے ہر نوع مستقل فن ہے۔

(تدریب الراوی)

ان تمام علوم کا ذکر اس مختصر میں مشکل ہے۔ خاص خاص علوم کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

علم اسماء الرجال۔ اس میں راویوں کے حالات سے بحث ہوتی ہے ان کی صحت عمر، سلسلہ نسب، سکونت، تلامذہ، تقدیم، صحبت، حافظہ، اخلاق و عادات سب کا بیان ہوتا ہے۔ اس فن میں سب سے پہلے شیخ یحییٰ بن سعید القطان ۱۹۸ھ نے تصنیف کی (میزان الاعتدال)

علم الروایت۔ اس میں روایت اور نقل حدیث پر نظر ہوتی ہے۔

علم الدرایت۔ اس میں نفس حدیث کی جانچ ہوتی ہے

علم تدوین الحدیث۔ اس میں تدوین حدیث پر بحث ہوتی ہے۔

علم الناسخ والمنسوخ۔ اس میں یہ بحث ہے کہ کونسی حدیث ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے۔ اور کیوں منسوخ ہے۔ اس کے لئے حدیث کے علل و اسباب اور متعلقہ وقت اور شان نزول کا جاننا ضروری ہے

علم النظر فی الاسناد۔ اس میں حدیث کی سند پر بحث کی جاتی ہے

علم الکیفیۃ الروایت۔ یعنی راوی نے حدیث کو کس طرح روایت کیا ہے اور اس سے نتائج لیے ہیں

علم الفاظ الحدیث۔ یعنی محدثین کی اصطلاحیں کیا ہیں۔ اور جن الفاظ میں حدیث مروی ہے۔ وہ الفاظ رسول کے ہو سکتے ہیں۔ یا نہیں۔

علم المؤتلف والمختلف۔ بعض صورتوں میں واقعہ ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر دو شخصوں کے لئے دو مختلف احکام ہوتے ہیں یا دو واقع ہوں۔ دونوں کے لئے ایک ہی طرح کی روایت ہو۔ اس کی بحث ہوتی ہے۔ اس فن کے متعلق سب سے پہلی تصنیف علامہ عبدالغنی ازدی ۴۰۹ھ کی ہے۔ مولوی شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے۔

علم طبقات الحدیث۔ یہ حدیث کس درجہ کی ہے اور اس کے راوی کس طبقہ کے ہیں۔ اس میں اس پر بحث ہوتی ہے۔

علم غریب الحدیث۔ یعنی نامانوس الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ اور وہ حدیث میں کس مطلب کے لئے آئے ہیں۔ اس زمانے کے محاورات میں ان کا کیا مفہوم تھا۔ اس فن میں پہلی کتاب ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ (قرن ثانی) کی ہے۔ ان کے بعد ابوعبید قاسم بن سلام ۲۲۵ھ نے ایک کتاب چالیس سال کی محنت سے تیار کی ہے۔

علم الجرح والتعدیل۔ راویوں کے اعتبار و بے اعتباری کے وجوہ۔

علم طرق الاحادیث۔ بعض حدیثیں کئی کئی طریق سے مروی ہیں۔ اور معنوی مناسبت کے اعتبار سے ان کے ٹکڑے مختلف فصلوں میں لاتے ہیں۔ ایسی حدیثیں صحیح بخاری میں بہت ہیں۔

علم الموضوعات۔ موضوع حدیثوں کی شناخت کا علم۔

Karfat.com

علم علل الحدیث۔ یہ علم بہت غامض اور ادق ہے۔ اس میں وفیات موالید مساکین القاب و اسماء و نقائص آداب پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر ہر راوی کے الفاظ حدیث اور حدیثوں کا احاطہ ضروری ہے۔ حدیث کی تعلیل میں کم از کم تین مجموعی قوتوں کا کمال درکار ہے۔ حفظ، فہم، معرفت۔

علم المصحف اسماء۔ مشتبہ ناموں کی تشریح کا علم۔

علم الوحدان۔ قلیل الحدیث راویوں کا بیان

علم روایت الآباء عن الابناء۔ باپ کے بیٹوں سے روایت کرنے کا علم۔

علم روایت الصحابہ عن التابعین۔ صحابہ کا تابعین سے روایت کرنا

علم موضح الاوہام الجمع والتفریق۔ مجہول راویوں کا بیان

علم معرفت علوم حدیث۔ علوم حدیث کی حقیقت کا علم۔

علم اسباب۔ جن میں حدیث کا سبب بیان کیا گیا ہو

اسماء المدلسین۔ یعنی حدیث میں تدلیس کرنے والوں کے نام اس پر پہلی کتاب شیخ حسین بن علی بن زید کرابیسی البغدادی صاحب الشافعی م ۲۴۵ھ نے تصنیف کی۔

علم علت حدیث۔ یعنی متن یا سند حدیث میں جو علت ہو اس کو ظاہر کر دیا جائے۔ اس فن کے موجد امام مسلم ہیں۔ کشف الظنون

الاسماء والکنی۔ راویوں کے نام اور کنیتیں امام مسلم کی ایجاد ہے اس پر

پہلی کتاب انہی کی ہے۔ جو کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ اس فن میں ایک کتاب ابو محمد بن احمد الاولالی ۳۲۱ھ نے لکھی یہ کتاب کتب خانہ مولوی شمس الحق عظیم آبادی میں ہے۔

اغلاط المحدثین۔ ابی سلیمان احمد بن الخطابی ۳۸۸ھ کی ایجاد و تصنیف ہے۔

اصول حدیث۔ ابو محمد حسن بن عبد الرحمٰن رامہر مزی ۳۶۰ھ نے کتاب المحدث الفاصل لکھی ہے۔ یہ کتاب علوم حدیث پر پہلی کتاب تھی۔ یہی فن مرتب مہذب ہو کر فن اصول حدیث لکھ دیا۔

القاب الرواۃ۔ راویوں کے القابات کا بیان اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی بکر احمد بن عبد الرحمٰن شیرازی ۴۰۷ھ کی ہے۔

علم موضوعات۔ علامہ ابن جوزی ۵۹۶ھ نے پہلی کتاب لکھی۔

انساب المحدثین۔ حافظ محمد الدین محمد بن محمود ۶۴۳ھ۔

## علم روایت

وہ علم کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ راوی کیسا آدمی ہے۔ ذی علم و ذی فہم ہے۔ کم سادہ لوح یا بے علم یا کم علم ہے۔ صحیح العقیدہ ہے یا بدعتی ہے۔ صحیح الدماغ ہے۔ یا امراض دماغی میں مبتلا ہے۔ سچ بولنے والا ہے۔ یا جھوٹا مشہور ہے۔ صالح ہے۔ یا بد اعمال ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس علم کی بنیاد تو قرآن مجید نے قائم فرمائی ہے۔ یاایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینو۔ یعنی خبر دینے والے کو تکھ لیا کرو۔ صحابہ کرام کا اس پر سختی سے

Marfat.co

عمل تھا۔ لیکن اس پر کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ اس علم کی خدمت و توسیع کے لئے راویوں کی تاریخ مرتب کی گئی اور علم اسماء الرجال کی بنیاد پڑی۔

## اسماء الرجال

یہ علم راویانِ حدیث کی سوانح عمریاں کا نام ہے۔ اس کے ذریعہ سے صحیح و غیر صحیح روایت کی شناخت میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس میں رواۃ کے نام، لقب، حسب نسب، پیشہ، وطن، ولادت، وفات، علم و فضل، زہد و تقویٰ، حفظ و ذکاوت، مرض و صحت وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے ائمہ حدیث نے مراتب حدیث و رواۃ متعین کیا اور بہت سے نکات و مشکلات کو حل کیا ہے۔ محدثین علیہم الرحمۃ نے احادیث اور روایات کی جانچ پڑتال کرتے وقت راویوں کی کثرتِ عبادت یا قائم اللیل یا صائم الدہر ہونے یا ان کے تبحر علمی یا ان کے زہد و تقویٰ و طہارت، امارت و ریاست بلکہ ان کے جاہ و جلال و شکوہ سے مرعوب نہ ہوتے ہوئے اور اکثر نامور مجتہدین کے اجتہاد کا لوہا مانتے ہوئے بھی اکثر امور میں ان کی عظمت و شان کو تسلیم کرنے کے باوجود اصول و قواعد اور صداقت کے معیار قائم کئے اور مذہبی دنیا میں آزادی رائے کا سنگ بنیاد رکھا۔ فی الحقیقت نظام اشخاص دین کا تاریخ میں یہ ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ مشہور محقق ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے۔ کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری نہ آج تک موجود ہے جس نے

مسلمانوں کی طرح اسمار الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (انگریزی مقدمہ اصابہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء)

اس فن میں صحت و مرض تک کے حالات اور ان کی سال و سن روایت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اگر کسی راوی کو ساٹھ برس کی عمر سے نسیان کا عارضہ لاحق ہوا۔ تو اس کے حالات میں لکھا ہوا ہے۔ کہ "یہ شخص جید الحفظ تھا۔ مگر ساٹھ سال کی عمر سے اس پر نسیان طاری ہوا۔ اس لئے اس کی عارضہ کے بعد کی روایت قبول نہ کی جائے گی"۔

محدث شیخ عبد اللہ بن مبارک شیخ عباد بن کثیر کے زہد و تقویٰ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے تھے۔ کہ ان سے حدیث روایت نہ کی جائے۔ امام عبد اللہ بن حاکم سے ایک شخص نے ایک حدیث بیان کی۔ امام نے اس سے دریافت کیا کہ یہ حدیث تم نے کس سے سنی ہے۔ اور کب سنی ہے۔ اس نے کہا فلاں سن میں عبد بن حمید سے سنی ہے۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ ان کو دیکھو ان سے یہ حدیث عبد بن حمید نے اپنے مرنے سے سات برس کے بعد بیان کی ہے۔ خلیفہ کے دربار میں یہودیوں نے ایک دستاویز پیش کی۔ جو رسول کریمؐ کی لکھائی ہوئی تھی۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ یہود خیبر کو جزیہ اور بیگار معاف ہے۔ اس دستاویز کو پیش کر کے یہود نے ان دونوں باتوں کی معافی کا مطالبہ کیا۔ عمال حکومت کو تجزیر تسلیم کے کوئی

چارہ نظر نہ آیا جب یہ دستاویز محدثین کے سامنے پیش ہوئے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ یہ جعلی ہے۔ کیونکہ اس پہ سعد بن معاذ کی گواہی ہے۔ اور وہ غزوہ خیبر سے پہلے وفات پا چکے تھے دوسرے یہ کہ اس دستاویز پہ کاتب کا نام معاویہ بن ابی سفیان لکھا ہے معاویہ اس وقت تک مسلمان ہی نہ ہوئے تھے۔ تیسری یہ کہ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نازل نہ ہوا تھا۔ چوتھے یہ کہ رسول کریم کے عہد میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔ پانچویں یہ کہ جزیہ ان کو معاف ہوتا ہے۔ جو اسلام کے دوست ہوں یہود خیبر تو اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ان کو جزیہ کیوں معاف ہوتا۔

یہ تنقید اسی علم کا ثمرہ ہے۔ اس علم کی بنیاد تو قرآن نے قائم کی صحابہ اس کے پابند رہے۔ لیکن اس کو فن کی صورت امام شعبہ ۱۶۰ھ نے دی۔ انہوں نے اس کے اصول مقرر کئے۔ مگر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ شیخ یحییٰ بن سعید القطان محدث ۱۹۸ھ نے اس پہ سب سے پہلے کتاب لکھی۔ ان کے بعد بہت سے مصنفین نے اس فن کی ضخیم مجلدات تصنیف کیں۔ اور اس میں طرح طرح کی تنقیدات کیں۔

## اصول درایت

اصول روایت سے چونکہ روایت کی جانچ ہوتی ہے۔ اس کا اثر صرف سند تک محدود ہے۔ اس سے متن حدیث کی غلطی کا انکشاف نہیں ہوتا۔ اس لئے متن حدیث کی جانچ کے لئے اصول درایت قائم کئے گئے

درایت کی رو سے جب کسی حدیث کی جانچ کی جاتی ہے۔ تو راوی پر نظر نہیں کی جاتی۔ خارجی عوارض و اسباب پر نظر کی جاتی ہے

اصول درایت سو سے زیادہ ہیں۔ جو قرآن و حدیث و تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں۔ ائمہ نے ان کی تشریح و توسیع کی ہے۔ صحابہ کرام کے عہد میں اصول درایت کے مدارج قائم ہو گئے تھے۔ کیونکہ اختلاف مدارج کا جو اثر احکام پر پڑتا ہے۔ وہ ان کی اجتہادی راویوں سے ثابت ہے صحابہ اصول درایت کے سختی سے پابند تھے۔

قرآن مجید میں حکم ہے۔ کہ طلاق بائن دینے کے بعد ایام عدت کے گذرنے تک عورت کو گھر سے نہ نکالا جائے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ طلاق کے بعد عورت کو سکنیٰ کا حق ہے۔ یا نہیں۔ فاطمہ بنت قیس نے کہا۔ کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دی۔ تو رسول کریمؐ نے مجھ کو حق سکونت سے محروم کر دیا۔ چونکہ یہ امر قرآن و حدیث کی خلاف تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے خدا کی کتاب اور اپنے رسول کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ خدا جانے یہ عورت بات کو سمجھی یا نہ سمجھی یا بھول گئی۔ حضرت عائشہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا۔ کہ حضورؐ نے اس کو اس لئے گھر سے منتقل ہونے کا حکم دیا تھا۔ کہ اس کا گھر سنسان مقام پر تھا۔ اندریں صورت اس کا وہاں رہنا مناسب نہ تھا۔ (ابوداؤد)

ہم یہاں بعض خاص خاص درایت کے اصول لکھتے ہیں ۔۔۔!

Marfat.co

۱۔ جو حدیث قرآن کی عبارت النص کے خلاف ہو قابل تسلیم نہیں۔

۲۔ جو حدیث کسی متواتر حدیث کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔

۳۔ جو حدیث کسی ایسے تاریخی واقعہ کے خلاف ہو جو صحت کے ساتھ متواتر ثابت ہو صحیح نہیں۔

۴۔ جو حدیث شہادات کے خلاف ہو قابل اثبات نہیں۔

۵۔ جو عقل کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔ عقل سے یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کی عقل کے خلاف ہو بلکہ علماء و ماہرین فن اس کو خلاف عقل قرار دیں۔

۶۔ جو اجماع قطعی کے خلاف ہو۔

۷۔ جس حدیث کو ایسا راوی بیان کرے جو اس کے مضمون کا مدعی یا طرفدار ہو یعنی دوسرے کے خلاف اپنے خیال و عقاید کی تائید کے لئے پیش کرے۔

۸۔ جس حدیث میں معمولی نیکی پر غیر معمولی وعدہ ہو یا ایسے ہی بڑے بڑے امور خیر کے برابر ثواب ملنے کا ذکر ہو اور معمولی گناہ پر بڑے سے بڑے عذاب کی دھمکی ہو۔

۹۔ جو حدیث مختلف فیہ مسئلہ کی ایسی تشریح کرے جو تقاضائے وقت اور قرینہ حالیہ کے خلاف ہو یا اس کی تائید نہ کرے۔

۱۰۔ جس حدیث میں ایسا عظیم واقعہ بیان کیا جائے کہ اگر وہ واقع ہوتا تو اس کو عام لوگ جانتے اور دیکھتے اور بیان کرتے لیکن بیان کرنے والے ان راویوں

Marfat.com

سکے اور کوئی بیان نہیں کرتا۔

۱۱۔ کوئی حدیث کسی ایک واقعہ یا مضمون واحد سے تعلق رکھتی ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے۔ مگر وہ متعدد طرق سے موصول شدہ روایات کیا۔ باعتبار لفظوں کے اور کیا باعتبار معنی کے آپس میں مغایر ہیں۔ کہ جس سے کوئی ایک امر متعدد یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔

۱۲۔ جس حدیث میں رکاکت لفظی ایسی ہو۔ کہ قواعد عربیہ کی رو سے منتج نہ ہو۔ اور رکاکت معنی ایسی ہو کہ وقار نبوت کے خلاف ہو۔

۱۳۔ جس حدیث میں کسی امر معقول کو محسوس اور محسوس کو منقول میں بیان کیا گیا ہو۔ اس طرح سے وقوع اسی طرح ہوا نہ بطور تنزیل کے۔

۱۴۔ جو حدیث کسی ایسے علوم متعارفہ کے مخالف ہو کہ جن کے اصول مشاہدوں اور بے شمار تجربوں کے بعد قائم ہوں۔ اور ان سے ہمیشہ ایک ہی نتیجے برآمد ہوتے ہوں کہ جن میں غلطی نہیں ہوتی۔

۱۵۔ جس حدیث کا راوی اس کے موضوع ہونے کا خود اقرار کرے۔

۱۶۔ جس حدیث میں دنیا سے اس قدر بے رغبتی بیان کی گئی ہو۔ اور آخرت کا اس قدر خوف بیان کیا گیا ہو۔ کہ انسان اس پر عمل کرنے سے فطرتاً معذور ہو۔ اگر کوئی شخص بمشکل اس پر کاربند ہو۔ تو خود بخود تمام دنیا اور اس کے اسباب کا درہم برہم ہونا لازم آئے۔

۱۷۔ تمام اسرائیلیات کا انبار خواہ دلیل سلبی کے طور پر ہو۔ خواہ معقولات و ملفوظات کے طریق پر قابل حجت نہیں۔

Rekhta.org

۱۸۔ جو حدیث حسیات کے خلاف ہو۔

مگر تمام اصولوں کے ساتھ یہ شرط ہے کہ ایسی حدیثوں کے لفظوں اور جملوں اور عبارتوں میں قواعد مسلمہ متعارفہ یا اس کے علاوہ دیگر علوم کے ذریعے تاویل کر کے تطابق دینا ناممکن ہو تو ناقابل حجت ہیں اور اگر تطابق ممکن ہے تو قابل حجت ہیں۔ وہ لوگ جن کو علم حدیث کا ذوق ہے اور ان کی تحصیل علم کافی ہے۔ ان کو اس فن شریف کی ممارست سے ایک خاص ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ حدیث کو سنتے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ یہ حدیث ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کس درجہ کی ہے۔ جیسے تجربہ کار صراف کی نظر سونے کو دیکھ کر کسوٹی پر لگانے سے پہلے ہی تاڑ جاتی ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہے۔ بعض شاعر اساتذہ کو ایسا ملکہ ہوتا ہے۔ وہ کسی شعر کو سن کر یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ شعر میر کا ہو سکتا ہے۔ یا سودا کا ایسا کہہ سکتا ہے۔ یا داغ کا۔ مقدس امام ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے۔ جس حدیث کا نور دن کی طرح ہے تو اسے پہچان لے گا۔ جس کی تاریکی رات کی طرح ہے تو اس سے خود انکار کرے گا۔

ایک شخص نے شیخ ابو حاتم محدث سے کئی حدیثوں کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بعض کو صحیح بعض کو منکر بعض کو موضوع بتایا۔ سائل نے ان سے پوچھا آپ کو کیونکر معلوم ہوا کیا راوی آپ سے کہہ گئے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں کہہ گئے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ پھر سائل نے کہا کیا آپ علم غیب کے مدعی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں کسی ماہر فن سے دریافت

Marfat.com

کیا۔ اس شخص نے شیخ ابوذرعہ محدث سے جاکر ان حدیثوں کو دریافت کیا۔ انھوں نے بھی ایسا ہی کہا۔ (فتح المغیث)

## موضوعات

ہمارے ائمہ نے بڑی بڑی جانکاہ کوششوں سے اور مدتوں کا پتہ لگایا ہے۔ کتابوں میں ان کے حالات لکھ دیئے ہیں۔ احادیث موضوعہ کے مجموعے بھی علیحدہ تیار کردیئے ہیں۔ امام ابویوسف کو بیس ہزار موضوع حدیثیں یاد تھیں۔ موضوعات کا اثر مستحبات و اکل و شرب اور بعض معاشرتی امور طب اور مناقب و مثالب و واقعات گذشتہ و واقعات آئندہ میں ہے۔ ارکان و احکام میں ان کا دخل نہیں معلوم ہوتا۔ ہمارے ائمہ میں ایسے ایسے ماہر فن تھے۔ کہ ان کی بصیرت کی شہرت تھی جو اصلی و مصنوعی کی شناخت میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ خلیفہ کے سامنے ایک وضاع پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اس نے کہا امیر المومنین مجھے تو آپ قتل کردیں گے۔ مگر ان چار ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے۔ جو میں نے وضع کرکے رائج کردی ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو شیخ عبداللہ بن مبارک محدث اور شیخ ابواسحاق فزاری محدث کو بھی جانتا ہے۔ وہ موضوعات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔ (موضوعات کبیر ملا علی قاری)

امام محمد اسحاق بن خزیمہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب تک شیخ ابوحامد

arfat.com

ابن المقری محدث ۲۲۵ھ زندہ ہے۔ کوئی جھوٹی روایت نہیں کر سکتا۔
(لالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ)

محدث ابن جوزی ۵۹۷ھ نے موضوعات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور اس میں ایسی شدت کی کہ بعض حسن حدیثوں کو بھی موضوع قرار دے دیا۔ اور بڑے بڑوں پر ہاتھ صاف کر گئے۔

## وضع و تدلیس حدیث اور اس کے موجد

حدیث کے صحیح مفہوم میں تدلیس کی بنیاد تو آخر عہد عثمانی سے شروع ہو گئی تھی۔ باقی خلافت راشدہ کے بعد حدیثوں کے الفاظ و اسناد بدلنے اور نئی حدیثیں گھڑنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے بانی حضرت عثمان اور حضرت علی کے مخالفین تھے۔ اس عہد میں جو حدیثوں میں تغیر اور تحریف ہوئی۔ وہ سیاسی اختلاف پیدا کرنے والی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ عقائد و اعمال تک پہنچا۔

## وضع و تدلیس حدیث اور اس کی غرض

حدیث کی وضع اور تدلیس کئی اغراض کے تحت ہوئی۔

۱۔ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے حقوق و فضائل اہلبیت کے لئے۔

۲۔ حضرت عثمان کی خلافت کو [illegible] کرنے کے لئے

Marfat.com

۳۔ حضرت علیؓ کو (نعوذ باللہ) گنہگار ثابت کرنے کے لئے۔

۴۔ صحابہ کے بعد آنے والی نسل کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال معلوم کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے جہاں کوئی حدیث جاننے والا جاتا تھا۔ لوگ اس کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اور ایسی قدر و منزلت کرتے تھے۔ کہ امراء کو ان پر رشک ہوتا تھا۔ محلات شاہی بھی محدثین کی قلمرو سے خارج نہ تھے۔ اس لئے لوگوں کو خیال پیدا ہوا۔ کہ حدیثیں جمع کریں۔ تاکہ مرجع خلائق بنیں۔ اس زمانے میں حدیثوں کا کثیر ذخیرہ ضبط تحریر میں تھا۔ اور ائمہ ہدیٰ بھی ہر جگہ موجود تھے۔ اس لئے وہ لوگ نے جو جاہ طلب یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ بعض نے اصل حدیثوں میں کچھ تصرف کر کے جدت سے بیان کرنا شروع کیا۔ بعض نے نئی نئی حدیثیں بنائیں۔

۵۔ جدید فرقے کے زعماء نے اپنے عقاید و اعمال کی تائید کے لئے حدیثیں گھڑیں۔

۶۔ بعض عابد و زاہد صوفیوں نے ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ امام یحییٰ بن شمس الدین نودی دمشقی نے لکھا ہے۔ کہ یوں تو واضعین حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر زیادہ ضرر ان لوگوں سے پہنچا جو زاہد و عابد مشہور تھے۔ (التقریب۔ والتیسیر) اس لئے محدث ابن جوزی نے اہل تصوف کی روایتوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ میسرہ ابن عبد ربہ نے کہا۔ کہ میں نے حدیثیں اس لئے وضع کیں۔ کہ لوگ ڈر کر زہد

Karfat.com

کی راہ اختیار کریں۔ (تدریب الراوی)

۸۔ بعض اہل حق نے باطل فرقوں سے نفرت دلانے کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ مہلب ابن ابی صفرہ عابد زاہد آدمی تھے۔ مگر خوارج کے خلاف حدیثیں وضع کرتے تھے۔

۹۔ بعض باطل فرقے والوں نے بھی ترغیب وترہیب کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ جیسے فرقہ کرامیہ کے لوگ (تدریب الراوی)

## وضع وتدلیس حدیث کا طریقہ

۱۔ یا تو وضاع اپنے مقصد کو بہترین الفاظ و عبارت میں بطور امر یا نصیحت کے ظاہر کرتا تھا۔

۲۔ یا کسی بزرگ یا حکیم کے قول یا اسرائیلیات کو حدیث کہہ کر بیان کرتا تھا۔

۳۔ کسی حدیث میں اپنے مقصد کے موافق الفاظ کم وبیش کر دیتا تھا

۴۔ یا ضعیف حدیث کی سند کو صحیح حدیث کی سند سے بدل دیتا تھا۔

۵۔ یا حدیث کا اصل لفظ بھول جاتا تھا تو اس کے مرادف کوئی لفظ لگا دیتا تھا۔

Marfat.com

# علم حدیث پر حکومت کا اثر

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ کہ خلفار بنی امیہ و بنی عباس وغیرہ نے اپنی موافقت و منافقت میں حدیثیں وضع کرا کر رائج کرائیں یہ خیال ایک خفیف حد تک صحیح مانا جا سکتا ہے۔ اور بعض اس قسم کی حدیثیں ہیں لیکن ان کو ہمارے آئمہ نے موضوعات اور ضعاف میں شامل کیا ہے۔ کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث اس قسم کی آج تک روایت نہیں ہوئی۔ ہمارے آئمہ امام زہری شیخ سلیمان بن یسار امام اوزاعی طاؤس بن کیسان سالم بن عبداللہ یحیٰ بن معین حکام اور سلطنت سے نفوذ تھے۔ اور انہوں نے کبھی ان کے عطیات کو قبول نہیں کیا۔ تہذیب التہذیب وغیرہ کتب میں اس قسم کے واقعات کثرت سے مذکور ہیں۔ بلکہ حجاج بن یوسف جیسے ظالم کو سر دربار شیخ یحیٰ بن معین محدث نے کہا۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ ابو البختری نے خلیفہ ہارون رشید کے خوش کرنے کو ایک حدیث وضع کر کے سنائی تو شیخ یحیٰ بن معین اور معافی تمیمی شاعر نے اسی وقت اس کو جھٹلایا۔ (ابن خلکان) اور ابو البختری کو متروک الحدیث قرار دیا۔

امام مالک امام اعظم امام احمد حنبل کو خلفاء نے سخت تکلیفیں دیں۔ مگر وہ امر حق سے نہ ہٹے قاضی معاذ بن معاذ نے شیخ عثمان بن مسلم محدث کو دس ہزار اشرفیاں اس لئے دینی چاہئیں کہ وہ فلاں راوی پر جرح نہ کریں انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا میں حق کو باطل نہ کروں گا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

الغرض ہمارے محدثین نہ طامع تھے۔ نہ جاہ طلب تھے۔ نہ مرعوب ہونے والے تھے۔

بلکہ خلفاء نے وضاعوں کو سخت سزائیں دی ہیں ہارون رشید خلیفہ نے ایک وضاع کو قتل کرایا۔ (موضوعات کبیر ملا علی قاری) مقاتل بن سلیمان نے خلیفہ مہدی سے کہا کہ میں تمہارے لئے حدیثیں وضع کردوں خلیفہ نے کہا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں۔ (تدریب الراوی) خلیفہ مہدی عباسی کو کبوتر اڑانے کا شوق تھا ایک دن غیاث بن ابراہیم آیا اور اس نے خلیفہ کے خوش کرنے کو کہا کہ ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ گھوڑدوڑ اونٹوں کی دوڑ کے سوا کسی چیز میں دوڑ جائز نہیں۔ اصل روایت میں کبوتر کا نام نہ تھا۔ یہ اس نے خلیفہ کے خوش کرنے کو اپنی طرف سے بڑھایا۔ خلیفہ نے کہا تو جھوٹا ہے کبوتر تو نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء) ابن ابی العوجا عبدالکریم کو محمد بن سلیمان نے بوجہ وضع حدیث کے بصرہ میں قتل کرایا (طبری جلد ۹ و ابن الاثیر)

## تصدیق حدیث

حدیثوں میں بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جو عہد رسالت سے صدیوں کے بعد پوری ہوئیں۔ ہم یہاں ان چند پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جو تیسری صدی ہجری کے بعد پوری ہوئیں تاکہ کسی نادان کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ مصنفین کتب حدیث نے گزشتہ واقعات کے متعلق پیشین

Marfat.com

گھڑی ہیں۔

۱۔ حدیث میں ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مہر تیار کرائی تھی۔ اس پر محمد رسول اللہ اس طرح کندہ تھا۔ کہ اللہ اوپر وسط میں رسول نیچے محمد۔ یہ مہر آپ نے خطوط پر ثبت فرما کر سلاطین کو بھیجے۔ ان خطوط کی عبارتیں بھی محدثین نے نقل کی ہیں۔ ایک خط مقوقس فرمانروائے مصر کے نام بھی تھا۔ وہ خط بعینہٖ مصر کی ایک نصرانی خانقاہ میں محفوظ تھا۔ جو تقریباً تیرہ صدی کے بعد ایک فرانسیسی سیاح کے ہاتھ لگا۔ اور اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع ہوئے۔ اس خط کی تمام عبارت اور مہر وہی ہے۔ جو حدیثوں میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حضور کی تحریرات موجود ہیں۔ جن کا ذکر آچکا ہے۔ وہ سب حدیث کے موافق ہیں۔

۲۔ حدیث میں ہے۔ کہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضے میں آئے گا۔ اور ایک زمانے میں ان کے قبضے سے نکل جائے گا۔ جس وقت حدیث کی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ قسطنطنیہ میں زبردست نصرانی حکومت قائم تھی۔ ۸۵۳ھ ہجری میں ترکی سلطان فاتح نے اس کو فتح کیا۔ پیشین گوئی کا یہ پہلا حصہ تو تصنیف کتب حدیث سے کم و بیش پانسو برس کے بعد پورا ہوا۔ دوسرا حصہ جنگ عظیم ۱۹۱۹ء میں تصنیف کتب سے گیارہ سو برس کے بعد صحیح ثابت ہوا۔

۳۔ حدیث میں ہے۔ کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر تباہی آئے گی۔ امیر معاویہ کے ایک جنرل نے اطلاع دی۔ کہ میری ترکوں سے جنگ

ہوئی اور میں نے ان کو شکست دی۔ اس پر امیر معاویہ نے لکھا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر تباہی آئے گی۔ لہٰذا میں ترکوں سے لڑنا نہیں چاہتا۔ یہ پیشین گوئی تصنیف کتب حدیث سے پانسو برس کے بعد چنگیز خاں کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ اس فتنہ میں چوبیس ہزار عالم شہید ہوئے۔

۴۔ فتح مکہ کے دن ۸ھ ہجری میں حضورؐ نے شیبہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ کو بیت اللہ کی کنجیاں دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہمیشہ تمہارے گھر رہیں گی۔ مگر ایک ظالم چھینے گا۔ آج چودہ صدیوں سے یہ کنجیاں اسی گھر میں ہیں۔ یزید نے اپنے عہد میں ضبط کر لی تھیں۔

۵۔ ابو ستور صحابی سے روایت ہے۔ کہ حضور نے فرمایا۔ کہ آخر زمانے میں عیسائیوں کا زور ہوگا۔ یہ پیشین گوئی تصنیف کتب حدیث سے گیارہ سو برس کے بعد پوری ہوئی۔

۶ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور جب اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی۔ تو وہ اس سے انکار کرے گا۔ اور کہے گا کہ قرآن موجود ہے۔" یہ پیشین گوئی تیرہویں صدی ہجری کے ربع چہارم میں پوری ہوئی۔ بانی فرقہ اہل القرآن منکرین حدیث عبد اللہ چکڑالوی اسی طرح بیٹھتا تھا (رسالہ میزان شوکت میرٹھ)

# حدیث غیروں کی نظر میں

۱۔ مشہور یورپین مورخ ایڈورڈ گبن نے لکھا ہے۔ ہر ایک بانی کی سیرت سے اس کے تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد کی حدیثیں امر حق کی جامع نصیحتیں اور ان کے افعال مجسم نیکی کے نمونے ہیں۔ (تاریخ زوال روم جلد پنجم باب ۵۰)

۲۔ مشہور روسی فیلسوف ٹالسٹائی نے اپنی ملک و قوم کی اصلاح کے لئے احادیث کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ اپنی زبان میں شائع کرایا۔

۳۔ ایک مسیحی فاضل نے اخبار وطن مصر میں لکھا ہے۔ "مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کریں گے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے۔

۴۔ ہاسٹنگر نے ایک لمبی چوڑی فہرست ان اخلاقی احکام کی دی ہے۔ جو مسلمانوں میں بطور حدیث کے رائج ہے۔ ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدن عرب ڈاکٹر لیبان)

سر ولیم میور لکھتے ہیں۔ ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ پر جوش گفتگو کا مضمون سوائے اوّل شخص کے اقوال و افعال کے اور کیا ہو سکتا تھا۔ جو اس فاتح قوم کے وجود میں آنے کا باعث ہوا۔ اور

جس نے ان کے ہاتھ میں دنیا اور بہشت دونوں کی کنجیاں دے دی تھیں۔
اس طرح پہ محمد کے پیرووں کی گفتگو زیادہ تر انہی کے متعلق ہوتی تھی۔ یہ وہ مواد
تھا جس سے حدیث نے خوب ترقی کی (لائف آف محمد)

یہ تو ظاہر ہے کہ محدثین کس قسم کی تنقید کو کام میں لاتے تھے۔ اور وہ
بھی ایسی سختی سے کہ بحساب اوسط انہوں نے فیصدی ننانوے کو ناقابل
اعتبار ٹھہرایا۔ (لائف آف محمد)

مسٹر میور نے یہ لکھا ہے کہ ننانوے فیصدی حدیثوں کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا
صحیح نہیں۔ وہ اگر محدثین کے اصول سے واقف ہوتے تو ایسا نہ کہتے
ان کو یہ گمان اس سے ہوا کہ بخاری کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چھ لاکھ حدیثوں میں
امام صاحب نے اپنی صحیح کو وہ چھ لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا ہے۔ ان
کو معلوم نہیں کہ امام صاحب نے خود فرمایا ہے کہ میں نے بہت سی
صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا۔ اس بنا پر مسٹر میور نے سمجھا کہ ناقابل اعتماد
قرار دیا۔ اگر وہ ان کو ناقابل اعتماد سمجھتے تو کیوں نہ لکھتے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر
مصنف ہر مضمون سے جو مواد اپنی کتاب کی ضرورت کے مطابق لیتا ہے
اور باقی جو مواد رہ جاتا ہے۔ وہ چونکہ اس کے مقصد سے زائد ہوتا ہے اس
کو ترک کر دیتا ہے۔ اس ترک سے یہ سمجھنا کہ اس نے اس مواد کو غلط خیال
کیا۔ ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔ اور میور صاحب کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ حدیثوں
کا شمار کس طرح ہوتا ہے۔ اگر زید نے ایک روایت عمر اور بکر دونوں سے
بیان کی اور عمر و بکر دونوں نے خالد سے بیان کی تو خالد کی یہ دو حدیثیں

Marfat.com

ہو ں۔ اب اگر خالد ایک کو لکھنا کافی سمجھے تو یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس نے دوسرے کو قابل اعتماد قرار نہیں دیا۔ اس لئے یہ معلوم نہیں۔ کہ امام بخاری کے چھ لاکھ میں اصل سرمایہ کتنا تھا۔

## حدیث پر غیر مسلموں کے اعتراضات

ڈاکٹر اسپرنگر لکھتے ہیں جن اصول وقواعد کی پیروی اس نے (امام بخاری) نے کی۔ ان پر تنقید کا نام چسپاں نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف یہ دیکھتا تھا۔ کہ راویوں کا سلسلہ پورا ہے۔ یعنی منقطع نہیں ہو جاتا۔ اور ان راویوں کے چال چلن کو دیکھ لیتا تھا۔ اور چونکہ ایک قاعدہ اس نے یہ بھی مقرر کیا ہوا تھا۔ کہ جو حدیث اس کے متعصبانہ خیالات کے موافق نہ ہو۔ اسے رد کر دیتا تھا۔ اس لئے اس کے کسی حدیث کو رد کر دینے سے یہ نتیجہ کسی صورت میں نہیں نکل سکتا۔ کہ وہ حدیث واقعی ناقابلِ اعتبار ہے۔ مگر اس کی جامع دوسری مسندوں میں یہ امتیاز ضرور رکھتی ہے۔ کہ کسی خاص مذہب کا پیرو نہ تھا۔ وہ راویوں کی راستبازی ہی پر دار و مدار رکھتا تھا۔ (منقول از لائف آف محمدؐ)

اس بیان پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نہ حدیث کی اصطلاحات سے واقف ہیں۔ نہ محدثین کے حالات پر ان کی نظر ہے۔ نہ وہ علم حدیث کی شرائط کو جانتے ہیں۔ محدثین سب سے پہلے حدیث کو اصول درایت سے جانچتے تھے۔ یہ اصول قرآن وحدیث و

تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں۔ اور سب کے لئے ضروری اور لازمی ہیں۔ چونکہ عام اور مروج اصول ہیں۔ اس لئے محدث کو اس امر کی ضرورت ہی نہیں۔ کہ اس کا اظہار کرے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ محدث نے ان اصولوں پر تو جانچ کی ہی ہوگی۔ اب اگر اس کی اس جانچ میں کوئی غلطی ہے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ محدث کو اپنے سلسلہ کی درستی کا ضرور دیکھنا ہے۔ اور اس کا ظاہر کرنا اس پر ضرور ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس حد تک قابل اعتماد ہے۔ اس لئے ہر محدث راویوں کی تاریخ کر کے اپنا سلسلہ رواۃ قائم کرتا ہے۔ اور اس کو لکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ صحیح بخاری جامع ہے۔ یا مسند ہے وہ اس کو مسندوں میں شمار کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے امام بخاری پر تعصب کا الزام عائد کیا ہے۔ امام صاحب ایسے غیر متعصب تھے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں شیعہ رواۃ کی بھی روایات لی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔ اور ان کی کتاب میں ایسی روایات بھی ہیں جو مسلک امام شافعی کے خلاف ہیں۔

سر ولیم میور لکھتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک کسی حدیث قابل اعتبار ہونے کے لئے اس حدیث کے نفس مضمون کو نہ دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ صرف ان ناموں کو دیکھا جاتا تھا جو اس حدیث کے بیان کرنے والے ہوتے تھے (لائف آف محمد)

یہ تمام بیان ثابت کرتا ہے کہ سر ولیم حدیث کی اصطلاحات اور

اصول سے کے واقف نہیں ہیں۔ حدیث کی جانچ کے لئے اصول درایت و روایت مقرر ہیں۔ اور یہ ایسے اصول ہیں کہ ان سے بہتر اور سخت تر اصول نہیں ہو سکتے۔ درایت سے نفس حدیث کی جانچ ہوتی تھی۔ اصول روایت سے سلسلہ رواۃ کی جانچ کی جاتی تھی۔

میور صاحب نے یہ بھی اعتراض کیا ہے۔ محدثین کو ایک دوسرے کی تحقیق پر اعتماد نہ تھا۔ کیونکہ ہر محدث نے اپنے طریق سے تخریج احادیث کی ہے۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا جو علوم اسلامیہ سے بیخبر ہو۔ یا جس نے ہٹ دھرمی پر کمر باندھی ہو۔ میور صاحب اختلاف اجتہاد و رائے کو عدم اعتماد سمجھے۔ آئمہ میں اختلاف اصول اجتہاد کی بنا پر ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے خاطی یا غلط نویس سمجھتے ہوں۔ امام مسلم نے امام بخاری پر اعتراضات کئے ہیں۔ مگر ان کو سید المحدثین کہا کرتے تھے۔ تخریج کی ضرورت تو اختلاف رائے سے اکثر واقع ہوتی ہے۔ مثلاً امام بخاری راوی و مروی عنہ کی ملاقات کے ثابت ہونے اور طول ملازمت کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ امام مسلم صرف معاصرت کو کافی جانتے ہیں۔ امام بخاری صرف ان رواۃ کی روایت لیتے ہیں۔ کہ جن کی ثقاہت پر اتفاق ہے۔ امام نسائی ان کو بھی لیتے ہیں۔ کہ جن کی عدم ثقاہت پر اتفاق نہیں۔ یہ صورت آپس میں عدم اعتماد کی نہیں۔ بلکہ اختلاف رائے ہے۔ محدثین مابعد کے اگر کسی روایت رواۃ کا جدید سلسلہ کتب سیر و تواریخ و اسماء الرجال وغیرہ سے مل گیا ہے۔ تو انہوں نے آئمہ ستہ

Karfat.com

میں سے کسی ایک امام کے اصول کے موافق اس کی تخریج کی ہے۔ یہ صورت وسعت معلومات کی ہے۔

# منکرین حدیث کے اعتراضات

# اور

# ان کے جوابات

جہاں تک غور کیا گیا ہے منکرین حدیث کے خاص اعتراضات یہ بارہ ہیں۔

۱۔ حدیث کی روایت عہد خلفائے راشدین میں ممنوع تھی عہد عباسیہ سے سلسلہ روایت شروع ہوا۔ اس میں اکثر بادشاہوں کی سیاسی اغراض کا دخل ہے۔

۲۔ حدیثوں کا لکھنا اور اس پر تالیفات دوسری صدی کے بعد شروع ہوا

۳۔ بعض حدیثوں سے رسول کریم اور اسلام پر اعتراضات قائم ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض حدیثوں سے نزول وحی حسب خواہش رسول ثابت ہوتا ہے۔

۵۔ بعض حدیثوں سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔

۶۔ اگر حدیثیں خدا اور رسول کے نزدیک واجب العمل ہوتیں تو قرآن کی حفاظت کا سامان بھی مثل قرآن ہوتا۔

۷۔ بعض مسائل کے متعلق مختلف حدیثیں ہیں۔

۸۔ قرآن مجید کے متعلق خود قرآن میں ارشاد ہے۔ کہ تفصیلا لکل شئی و تبیانا لکل شی۔ پھر حدیثوں کی کیا ضرورت ہے۔

۹۔ حدیث کو زیادہ سے زیادہ مثل علم تاریخ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ بجز متواتر روایات کے جو بہت قلیل ہیں، اکثر احادیث اخبار احاد ہیں، اخبار احاد سے علم و یقین حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ ظن پر مذہب کا مدار رکھنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔

۱۱۔ بعض حدیثوں سے رسول کریمؐ سے سہو و نسیان ثابت ہوتا ہے۔ وحی الٰہی میں سہو و نسیان کا دخل نہیں مانا جا سکتا۔

۱۲۔ قرآن کامل کتاب ہے۔ وہ کسی چیز کی محتاج نہیں۔ حدیث کو ماننا گویا قرآن کو محتاج قرار دینا ہے۔

## جوابات

۱۔ گزشتہ مضامین میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ تحریر و روایت حدیث کا سلسلہ عہد رسالت سے باجازت حضورؐ ہے۔ خلیفہ اول و ثانی نے غیر احکامی حدیثوں پر روک ٹوک کی ہے۔ اور یہ دونوں خلفاء رواۃ حدیث میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ مقلین میں سے ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد ۱۴۲ ہے۔ حضرت عمرؓ متوسطین میں سے ہیں۔ ان کی مرویات ۵۳۹ ہیں

Karfat.com

امر خلافت کا فیصلہ سقیفہ میں ابوبکر و عمر نے حدیث ہی کے ذریعہ کرایا۔ اسی طرح تدفین رسول کریم کا فیصلہ بھی حدیث ہی سے ہوا۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حدیث کی روایت اور اس پر عمل عہد عباسیہ سے شروع ہوا۔ اور اس سے پہلے حدیث کوئی چیز نہ تھی۔ تو لازمہ آتا ہے۔ کہ رسول کریم کے بعد تمام امت مرحومہ گمراہ ہو گئی۔ اور دنیا میں ایک بھی مسلمان نہ رہا۔ ایسی ناکامیاب نبوت تو انبیاء سابقین میں سے بھی کسی کی نہیں ہوئی ختم المرسلین کی نبوت ختم ہو گئی۔ اور ان سے زیادہ وہی شخص کامیاب رہا جس نے امت مرحومہ کو خدا اور رسول کے حکم سے خلاف اتباع حدیث پر آمادہ کر دیا۔ اس کامیابی کی نظیر دنیا کے کسی مذہب کسی قوم کسی ملک میں نہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک خیال پر قائم ہو گئے۔ نہ اس کامیاب لیڈر کا نام کسی کو معلوم ہے۔ نہ اس انقلاب عظیم کا ذکر صفحات تاریخ میں ہے۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ ایک بوند بھی خون کی نہ گری اور ساری دنیا کے مسلمان صراط مستقیم سے منحرف ہو کر ایک امر غیر مشروع پر متفق ہو گئے۔

جس کامیاب ہستی نے یہ انقلاب کرایا ہے۔ بلا شبہ یہ اس کا معجزہ ہے۔ اور ایسا معجزہ ہے کہ تمام انبیاء و رسل کے معجزات اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ خلفائے بنی امیہ نے سب کچھ کیا۔ مگر یزید کے گلے سے طوق لعنت نہ نکلوا سکے۔ خلفاء عباسیہ نے مسئلہ خلق قرآن کو رائج کرنا چاہا۔ جس سے بڑے بڑوں کو دار کے گھاٹ اتار دیا۔ مگر اس باطل عقیدے کو رائج نہ کر سکے۔ نادر شاہ نے کوشش کی کہ مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی یہ چاروں مل کر ایک مذہب ہو جائے۔ مگر نہ ہوا۔ اس

Marfat.com

لئے امر حدیث پر مسلمانان عالم متفق کر دینا ان سلاطین کے بس کی بات تو نہیں معلوم ہوتی۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی ایسی قوت تھی۔ جو خدا اور رسول سے بھی زیادہ صاحب قدرت و اثر تھی۔ باقی علم حدیث پر سلطنت کے اثر کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔

۲۔ کا جواب ایک اور مضامین سابقہ میں آگیا۔

۳۔ کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں جس سے ذات گرامی حضرت ختمی مرتبت یا قرآن مجید پر اعتراض ہو سکتا ہو۔ اگر کوئی غیر صحیح حدیث اس قسم کی ہے۔ تو اس کی ذمہ داری محدثین پر نہیں۔ کیونکہ جو چیز ان کے اصول سے گر گئی۔ وہ ان پر حجت نہیں۔ باقی اعتراضات کا روکنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ پنڈت دیانند نے بسم اللہ الرحمن الرحیم جیسے پاک وصاف جملے پر اعتراضات کئے ہیں۔ ایسے معترضوں اور اعتراضوں پر متوجہ ہونا اہل علم و اہل حق کا کام نہیں۔ قرآن مجید پر قصہ افک ہے۔ اور ام المومنین حضرت زینب کے نکاح کا ذکر ہے۔ ان دونوں واقعات پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ منکرین حدیث کو چاہئے۔ کہ قرآن کے اس جزو سے انکار کر دیں۔ ورنہ جو جواب ان کے لئے تجویز کریں۔ وہی حدیث کے لئے سمجھ لیں۔

۴۔ نزول وحی اگر حضورؐ کی آرزو یا خواہش کے موافق ہوا۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ وزراء کے حسب تجویز و رائے اکثر سلاطین فرامین نافذ کر دیتے ہیں۔ اور حضورؐ کی رائے کے موافق تو خود قرآن سے نزول وحی ثابت ہے۔ حضورؐ کی آرزو تھی۔ کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آپ کی یہ آرزو پوری کی گئی۔

قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء الخ "ہم دیکھتے ہیں پھر جانا تیرے منہ کا آسمان میں. سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔"

رسول کریم نے چند اصحاب کی دعوت کی وہ کھانا کھا کر باتوں میں مشغول ہو گئے آپ کو یہ امر گراں تھا. مگر شرم کی وجہ سے نہ کہہ سکے. اس پہ وحی نازل ہوئی. ان ذالکم کان یوذی النبی. الخ "تمہاری اس بات سے نبی کو تکلیف تھی. وہ تم سے شرماتا تھا. اللہ حق بات میں شرم نہیں کرتا" اس قسم کے اور چند واقعات ہیں۔

۵. کسی صحیح حدیث سے تحریف قرآن ثابت نہیں. حدیثیں ہر قسم کی ہیں صحیح بھی. ضعیف بھی. موضوع بھی. رد و قبول کا مدار ان کے درجہ پر ہے. کانٹوں کے خوف سے پھولوں کو نہیں چھوڑا جاتا۔

۶. قرآن کلام خدا ہے. حدیث کلام عبد ہے. اس کی حفاظت سب سے زیادہ ضروری تھی. اور وہی اصل شریعت ہے. اگر وہ محفوظ ہے. تو کچھ زیادہ خطرہ نہیں. قرآن ایک مختص و معین کتاب ہے. اس کے حرف حرف کی حفاظت ہو سکتی ہے. حدیث میں یہ بات نہیں. قرآن کے ایک حرف کے بدلنے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے. کسی کے امکان میں نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ بنا کر اس موقع کے لحاظ سے اس کے مفہوم کے موافق دوسرا لفظ رکھ دے. حدیث میں مترادف الفاظ کے آنے سے اس قدر اثر نہیں پڑتا۔

حدیث حضرت کے خواب و خور، سفر و حضر، خلوت و جلوت کے حالات کا مجموعہ ہے. اور حالات ایسے بھی ہیں کہ جن میں تغیر واقع ہوا ہے. اس نے

حدیث کی وسعت لفظ لفظ کو محفوظ رکھنے میں مزاحم ہوتی ہے۔ خداوند ذوالجلال کے علم میں تھا۔ کہ اس کے ایسے بزرگ وباہمت بندے بھی ہوں گے۔ کہ جو باوجود سعی مخالفین دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھائیں گے۔
حدیث کی تاریخ پر نظر کرنے سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ باقی حفاظت حدیث کا بھی خداوند ذوالجلال نے ایسا سامان کرایا جس سے زیادہ انسانی عقل تجویز نہیں کر سکتی۔ تاریخ پر مفصل نظر اور غور کرنے سے معقول پسند کو اطمینان ہو سکتا ہے۔

۸۔ کتاب مفصل اور ہر شئے کے بیان سے یہ مطلب ہے۔ کہ حصۂ ایمانیات توحید و رسالت سزا وجزا حشر ونشر کا مفصل مذکور ہے۔ باقی معاملات وغیرہ کے متعلق ایسے اصول ہیں۔ جن سے استنباط ہو سکتا ہے گا۔ یہی مطلب بزرگان سلف سے منقول ہے۔ اور اسی کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ الواح موسیٰ کے متعلق بھی جن کی تعداد سات یا دس بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں تفصیلا لکل شئی ہی آیا ہے۔ ان لوحوں کے متعلق بائبل کا بیان ہے۔ کہ احکام عشرہ ان میں تھے۔ کیا کوئی عقل باور کر سکتی ہے۔ کہ دس تختیوں میں دنیا کی تمام جزئیات و فروعات آگئی تھیں۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی ہو ہی نہیں سکتی جس میں تمام جزئیات محصور ہوں۔ تجربہ شاہد ہے۔ کہ قرآن موجود ہے۔ حدیث و تفسیر و فقہ کی ہزاروں مجلدات موجود ہیں۔ لیکن یہ سب سے مل کر تمام فروعات کو حاوی نہیں۔ ان چودہ صدیوں میں اگر صرف ان مسائل کو جمع کیا جائے جو طہارت و غسل و وضو کے متعلق پیش آئے تو قرآن مجید کے برابر ضخیم جلد

Marfat.co

تیار ہو جائے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ کتا۔ بلی۔ بھنگ کی حرمت قرآن کی کس آیت میں ہے۔ بیوی کے ساتھ اس کی خالہ پھوپھی کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت سمجھانا ہے۔ قاتل کا مقتول کے مال سے محروم ہونا کس جگہ مذکور ہے۔ فرقہ اہل قرآن اور منکرین حدیث کے امام الطریقہ عبداللہ چکڑالوی نے لکھا ہے۔ کہ قرآن میں ہر بات مفصل ہے۔ اور نماز کتاب اللہ کی تعلیم سے مشروح ہے۔ (برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن) لیکن انہوں نے اسی نماز کی جس کو صلوٰۃ القرآن کہتے ہیں۔ جو ترکیب لکھی ہے۔ اس کو قرآن سے ثابت نہ کر سکے۔

چکڑالوی اذان سے منکر تھے۔ مگر ان کے خلیفہ حشمت علی نے ایک اذان تصنیف کر لی مگر نہیں بتا سکے۔ کہ یہ تعین کس آیت سے ہوا ہے۔ چکڑالوی کو نماز پنجگانہ اور تعداد رکعت دو تین چار ثابت ہوئی۔ خلیفہ کو دو وقت کی نماز اور دو رکعت ثابت ہوئیں۔ یہ کیسی کتاب مفصل ہے۔ جو بیچ دم میں نماز کا فیصلہ نہ کر سکی۔ چکڑالوی نے یہ تو کہہ دیا کہ قرآن مفصل ہے اس کو کسی تشریح کی حاجت نہیں۔ مگر جب خود تشریح کرنے لگے تو اقیموا الصلوٰۃ کی تشریح میں چار سو صفحے رنگ دئے۔ ایک فقرے کے سمجھانے کے لئے ضخیم کتاب برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن کی ضرورت ہوئی۔ اگر ان حدیثوں کو جمع کیا جائے۔ جو نماز کے تمام احکام سے متعلق ہیں تو اس سے کم ضخیم کتاب تیار ہو۔ چکڑالوی نے قرآن مجید میں نماز و کنایہ کو ثابت تسلیم کیا ہے۔ اس صورت میں اور بھی زیادہ حدیث کی ضرورت ہے۔ کہ مجاز و کنایہ کی تشریح وہی شخص کرے جو کتاب لایا ہے۔ قرآن مجید میں خود ارشاد ہے۔ کہ اس میں

Marfat.com

آیات محکمات ہیں۔ اور متشابہات ہیں۔ محکم یعنی واضح المعنی صریح الدلالۃ متشابہات
وہ کہ جن کے معنی واضح نہیں۔ اور جن سے تا قیامت استنباط ہوتا رہے گا۔ ان
کی توضیح اس شخص پہ چھوڑ دی جس کو کتاب دی گئی۔ فروع کی تشریح میں کتاب
حد تحمل بشری سے بڑھ جاتی ہے۔

۹۔ تاریخ کا مدار اول تو وہ قصص و حکایات ہیں جو نامعلوم زمانے سے ہر کہ ومہ
کی زبانی بیان ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور ان میں ایسا اختلاف ہے۔ کہ دو راویوں
کا ایک روایت پہ متحد ہونا مشکل ہے۔ پیدائش عالم کے بارے ایران میں اور ہی
روایت ہے۔ چین میں اس کے خلاف ہے۔ ہندوستان میں مختلف و متفرق
روایات ہیں۔ بقول ڈاکٹر سنولیس (تاریخ ملل قدیم میں قصداً و سہواً بہت کچھ تغیر و تبدل
کیا گیا ہے، ) ان قصص کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ راوی اول کون ہے۔ اور
جو راوی بعد کو ہوئے۔ وہ کیسے لوگ تھے۔ پڑھے لکھے تھے۔ جاہل تھے تندرست
تھے بیمار تھے۔ نیک تھے بد تھے۔ مروی عنہ کے راوی سے ملاقات بھی ہوئی
تھی ۔۔۔! مدار ثانی آثارات ہیں۔ یعنی کہیں سے پرانے برتن ملے کہیں سے
ٹوٹے ہوئے ہتھیار دستیاب ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ ان کو دیکھ کر قرائن و قیاس
سے رائے قائم کی گئی۔ کہ یہ سامان فلاں قوم کا فلاں زمانے کا ہو سکتا ہے۔
چونکہ سر تا پا گپوں اور دور دراز قیاسات پہ مدار کار ہے۔ اس لئے مورخین کے
بیانات متزلزل ہوتے ہیں۔ اور ان کے نظریئے بدلتے رہتے ہیں۔ حدیث
کے متعلق دنیا جانتی ہے۔ کہ اس کا موضوع ذات والا صفات سرور کائنات علیہ
السلام و الصلوات ہے۔ اور آپ کے اقوال کے ابتدا سے آج تک جو

روایت کرنے والے ہیں۔ ان کے مفصل ہر قسم کے حالات مجلدات میں محفوظ ہیں۔ اور ان کی ایسے قواعد سے جانچ کی گئی جن سے زیادہ مضبوط ضوابط تجویز نہیں کئے جا سکتے۔ آج چودہ صدیاں ہوئیں۔ ان روایات میں کوئی فرق نہیں آیا اور آج تک اس علم کے جاننے [illegible] اسناد محفوظ کرتے آئے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ا۔ بہت سے معاملات عدالتوں میں اخبار احاد سے پیش ہوتے ہیں اور تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اگر جج ہر گواہ کو جھوٹا سمجھے اور ہر معاملہ کی تفتیش حد تواتر تک کرے تو دنیا کا کام درہم برہم ہو جائے۔ ہر شخص صرف خبر واحد سے یعنی اپنی ماں کے بیان سے جانتا ہے۔ اور یقین کرتا ہے کہ فلاں شخص اس کا باپ ہے۔ اگر خبر واحد کو قوی قرینہ کی بنا پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا خبر واحد سے معلوم ہوا۔ رسول کریم کے صدق و راستبازی پر نظر کر کے تصدیق کو تکذیب پر ترجیح دی گئی۔ یہی صورت احادیث کی ہے۔ وہ شہادتیں جن کی بنا پر قانون ایک شخص کے خون کو مباح کرتا ہے۔ ان پر یقین ان ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدہ عقلی اور تجربہ حسی کے سوا دنیا میں کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جو شدید یقین ہو سکتا ہو۔ تواتر کو بھی محض اس بنا پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے اذہان کو جھوٹ پر متفق ہو جانا مستبعد ہے۔ یہ خیال بھی غلط ہے۔ کہ متواتر حدیثیں کم ہیں۔ کتب احادیث جو علماء کے درس میں متداول ہیں۔ ان کا انتساب ان مصنف کی طرف کیا جاتا ہے وہ ایک یقینی امر ہے۔ اور یہ مصنفین اگر انہیں کتابوں میں متفق ہیں کہ ایک حدیث کو اس قدر رواۃ سے روایت کریں کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہونا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا سرزد ہونا ممکن نہ ہو تو لاریب وہ حدیث متواتر ہوگی اور ضرور اس کا انتساب قائل کی طرف بالعلم یقینی سے ہوگا

Marfat.com

حدیثیں کتابوں میں بہ کثرت ہیں۔ (۱) وحی متلو اور وحی غیر متلو دونوں کا تعلق مسائل سے ہے۔
یہ تمام دنیوی امور سے رسول کریم سے کسی مسئلہ میں سہو و نسیان کا واقع ہونا ثابت نہیں دونوں
قسم کی وحی کا تعلق زیادہ تر مسائل و تعلیم سے ہے حضور نے صحابہ سے خود فرمایا۔ کہ تم اپنے دنیوی
امور کو مجھ سے اچھا سمجھتے ہو۔ اندریں صورت یہ سہو و نسیان کا اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔

(۲) یہ ایک مغالطہ ہے کہ قرآن مجید مکمل کتاب ہے۔ اس لئے اس کو کسی چیز کی احتیاج نہیں
ہم کو اس کے سمجھنے کے لئے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے۔ زبان عرب لغت عرب
صرف و نحو وغیرہ وغیرہ ان علوم پر دستگاہ پیدا کئے بغیر قرآن کس طرح سمجھ آسکتا ہے۔ اسی
طرح اس کے اصل منشا کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں اس مقدس ذات کے اقوال کی ضرورت ہے
کہ جس نے منجانب اللہ اس کلام کو پیش کیا ہے۔ کیونکہ اس سے بہتر کوئی منشاء الٰہی کا
سمجھنے والا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا علم و فراست باہم متفاوت ہے۔ اس لئے ہم کو درمیان میں ایک
حکم کی ضرورت ہے۔ اس اعتراض کی بنا پر کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خدا قادر مطلق نہیں کیونکہ وہ اپنا پیام
بندوں تک پہنچانے میں ملک و رسول کا محتاج بنا۔ اگر قادر مطلق ہوتا تو اپنے بندوں سے
ہر ایک کو اپنے احکام سے آگاہ کر دیتا۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ پاک کی طرف سے
جو کچھ انسان کو مرحمت ہوا ہے۔ وہ ایک ضابطہ اور قانون کے تحت میں ہے۔ خدا نے
جبرائیل کے واسطے سے قرآن رسول تک پہنچایا۔ یا رسول نے بندوں کو پہنچایا۔
چونکہ بندوں کی تعداد بہت تھی اور فہم و فراست میں متفاوت تھے۔ اس لئے
رسول کو حکم ہوا۔ کہ تشریح کر کے سمجھا دے۔ اس نے جو تشریح کی وہ حدیث ہے۔
اور کلام کے فہم کے لئے اس کی خاص ضرورت ہے۔

# انتخاب تاریخ الفقہ

٥

Marfat.co

# انتخاب

# تاریخ الفقہ

مصنفہ

قاضی ظہور الحسنؒ صاحب ناظم سیوہاروی

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز

۳۶ ریلوے روڈ — لاہور

تعداد طبع ———— ۱۰۰۰

سن اشاعت ———— ۱۹۵۹ء

طابع

دی سٹار پنجاب پریس لاہور

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۰ ریلوے روڈ لاہور

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | فقہ | ۷ | ۱۲ | امام احمد حنبل | ۳۶ |
| ۲ | فقہ کے متعلق بعض اصطلاحات و الفاظ | ۷ | ۱۳ | قرون ثلاثہ کے بعد | ۳۷ |
| ۳ | فقہ اور فقیہ | ۸ | ۱۴ | عہد رسالت | ۳۷ |
| ۴ | فقہ عہد رسالت میں | ۱۱ | ۱۵ | عہد خلافت راشدہ | ۳۸ |
| ۵ | فقہ عہد خلافت راشدہ میں | ۱۶ | ۱۶ | خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں | ۳۸ |
| ۶ | فقہ خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں | ۲۲ | ۱۷ | قرن ثانی ۱۵۰ھ تک | ۳۹ |
| ۷ | فقہ قرن ثانی میں | ۲۹ | ۱۸ | امام ابوحنیفہ کے متعلق محققین مذاہب غیر کی رائیں | ۴۱ |
| ۸ | امام اعظم ابوحنیفہ | ۳۰ | ۱۹ | استنباط مسائل کا طریقہ | ۴۳ |
| ۹ | امام مالک | ۳۴ | ۲۰ | ائمہ مجتہدین کے اختلاف کا وجہ | ۵۰ |
| ۱۰ | فقہ قرن ثالث میں | ۳۵ | ۲۱ | بعض مذہب | ۵۲ |
| ۱۱ | امام شافعی | ۳۵ | | | |

# عرض

میری تصنیف تاریخ الفقہ کو چونکہ ملک کے اہل رائے نے پسند فرمایا تھا۔ مگر وہ ضخیم تھی۔ لہذا میں نے عام فائدے کے لئے اس کا خلاصہ کر دیا ہے۔ تاکہ مختصر طور پر عام مسلمان فقہ کے متعلق کچھ ضروری باتوں سے واقف ہو جائیں۔

ناظم

# فقہ

فقہ کے متعلق قرآن و حدیث میں تاکید ہے۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے لئے دعا فرمائی۔ کہ یا اللہ اس کو تفقہ فی الدین عطا فرما۔ اور ارشاد فرمایا۔ ہر چیز کا ستون ہے۔ دین کا ستون فقہ ہے۔ (طبرانی)

## فقہ کے متعلق بعض اصطلاحات والفاظ

اجتہاد :۔ شارع علیہ السلام کے معتبر دلائل یعنی قرآن و حدیث سے حکم شرعی کا استنباط کرنا۔

مجتہد :۔ اجتہاد کرنے والا۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔

مجتہد فی الشرع :۔ اس کو مجتہد مطلق اور مجتہد مستقل بھی کہتے ہیں۔ جو قواعد واصول استخراج قائم کر سکتا ہو۔ اور کتاب و سنت سے استخراج احکام پر قدرت رکھتا ہو۔ آیات و حدیث و آثار کو خوب تلاش کر چکا ہو۔ اور متعارض دلیلوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ اور جو ان کے معانی و مطالب ہو سکتے ہوں۔ ان میں سے سب کو مدلل بیان کر سکتا ہو۔ احکام کے ماخذ

سے واقف ہو۔ جدید جواب طلب مسائل کا جواب ان مسائل سے نکال کر دے سکتا ہو۔ جن سے سلف نے جواب دئے ہیں۔ جیسے امام اعظم و امام مالک و امام شافعی امام احمد حنبل وغیرہ

مجتہد فی المذہب :۔ اس کو مجتہد منتسب بھی کہتے ہیں۔ جو کسی مجتہد مطلق سے نسبت رکھتا ہو۔ اور اپنے استاد کے اصول کی مدد سے دلائل کے ماخذ پر آگاہ ہو۔ اور انہیں اصول و قواعد سے استخراج مسائل پر قادر ہو۔ اگر فروعی مسئلہ میں استاد سے اختلاف کرے۔ تو اپنی رائے کو دلائل قوی سے استاد کے دلائل کے مقابل پیش کر سکے۔ جیسے امام ابو یوسف امام محمد وغیرہ۔

مجتہد فی المسائل :۔ جو دونوں مذکورہ مجتہدین کی تقلید کامل کے ساتھ مسائل کا استنباط کر سکتا ہو۔ اور اپنے امام اور اس کے مذہب کے دیگر ائمہ کے اقوال کا ماہر ہو۔ اور امر جدید پیش آنے پر ان سے بظاہر تلاش کر کے مدلل فتویٰ دے سکتا ہو۔ جیسے امام طحاوی و شمس الائمہ حلوائی وغیرہ۔

صاحب تخریج :۔ جو کسی قسم کا اجتہاد نہیں کر سکتا بلکہ کسی امام کے اتباع میں کسی قول مجمل ذو وجہتین کی تفصیل اور کسی حکم مبہم محتمل امرین کی تشریح کر سکتا ہو۔ جیسے امام رازی وغیرہ۔

صاحب ترجیح :۔ جو کسی امام کے اتباع میں بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی قدرت رکھتا ہو۔ جیسے ابو الحسن قدوری و صاحب ہدایہ وغیرہ۔

اصحاب الفتویٰ :۔ جو کسی امام کا متبع ہو۔ اور اس کے مذہب سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ فروعی پیش آمدہ مسئلہ میں مدلل رائے قائم کر سکتا ہو۔ جیسے

Karfat.com

عام علماء و فقہاء و محدثین۔

مجتہد کو کس قدر علم و معلومات ہونی چاہئیں۔ اس کے متعلق علامہ بغوی نے لکھا ہے۔ علم کتاب اللہ، علم حدیث، علم علماء سلف، علم لغت، علم قیاس ان کا ماہر ہو۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت مسلم ہے۔ اور بےنظیر ہے۔ اس کا سمجھنا آسان نہیں۔ علماء نے ایک ایک آیت کے کئی کئی معنے بیان کئے ہیں۔ ان معنوں کا سمجھنا بھی ہر شخص کا کام نہیں۔ اور جس طرح عبارت قرآن سے مسائل نکلتے ہیں۔ اسی طرح دلالت و اشارات و اقتضاء سے بھی استنباط مسائل ہوتا ہے۔ ناسخ و منسوخ آیتوں کا بعض قرائن حالیہ و مقالیہ سے تعلق ہے۔ یہی صورتیں احادیث میں ہیں۔ قرآن و حدیث میں جس طرح الفاظ معنی موضوع لہ میں مستعمل ہیں۔ اسی طرح معنی غیر موضوع لہ میں بھی مستعمل ہیں اس لئے قرآن و حدیث میں اس قدر دستگاہ ہو۔ کہ ان امورات کو بخوبی سمجھ سکتا ہو۔ علم لغت میں ایسا کمال ہونا چاہئے کہ الفاظ کے لغوی و اصطلاحی معانی اور محاورات زبان پر کامل عبور ہو۔ امام احمد حنبل سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک لاکھ حدیثیں فتویٰ دینے کے لئے کافی ہیں۔ فرمایا نہیں پھر دریافت کیا کہ پانچ لاکھ۔ تو فرمایا کہ مجھے امید ہے۔ کہ یہ اس کے لئے کافی ہو ——:
(غایۃ المنتہی)

اجتہاد کے لئے چار لاکھ حدیثیں حفظ ہونے کی قید ہے (اعلام الموقعین ابن قیم)، علم قیاس میں قیاس صحیح کے شرائط اور کیفیت نظر (مقدمات قیاس کو اس طرح مرتب کرنا کہ نتیجہ صحیح برآمد ہو۔) میں ماہر ہو۔ اور تعیین مناط

Marfat.com

(جب کسی اصل سے جو قرآن و حدیث میں ہو فرع پر حکم لگانا ہو۔ تو دونوں میں کوئی وصف مشترک دیکھ کر اس کو حکم کی علت قرار دینا۔) میں ملکہ حاصل ہو مذاہب سلف میں اس امر سے بخوبی آگاہ ہو کہ علمار سلف میں کس کس مسئلہ میں کس کس کو اختلاف ہوا ہے۔ اور کس کس کو اتفاق ہے۔ اور وجہ اتفاق و اختلاف کیا ہیں۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ان پانچوں علوم کا جامع ہو۔ اور خواہشات نفسانی و بدعات سے محترز ہو متقی ہو۔ کبیرہ گناہ نہ کرتا ہو۔ (الانصاف)

## فقہ اور فقیہ

فقہ اور فقیہ کی تعریف علامہ زمخشری نے ان الفاظ میں کی ہے۔ فقہ کے معنی شق و فتح کے ہیں۔ اور فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں۔ جو احکام میں موشگافیاں کر کے ان کے حقائق معلوم کرے۔ اور مشکل و مغلق امور کو کھول دے (فایق)

اعمال و افعال کے متعلق احکام کا بیان کرنا فقہ کا کام ہے۔ یہ علم قرآن و حدیث کے مقرر کردہ اصول اور مبادی احکام سے ماخوذ و مستنبط ہے یعنی جو احکام کتاب و سنت کے مبادی اصول سے نکالے جاتے ہیں۔ وہ فقہی کہلاتے ہیں۔

چونکہ کتاب و سنت میں تمام ضروریات کے لئے اصول موجود ہیں فقیہ کی حیثیت موجد یا مصنف کی نہیں وہ شارح اور مفسر ہے۔ فقیہ کو ایجاد و تصنیف کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ اس کو سب کچھ کتاب و سنت میں ملتا ہے۔ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے ہی۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ کہ کتاب و سنت

میں تمام مخلوق کی موجودہ اور آئندہ کے لئے اصول اور جزئیات موجود ہیں لیکن غیر مذاہب کے غیر متعصب فضلا کی بھی یہی رائے ہے۔ ایک مسیحی فاضل لکھتا ہے مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا۔ تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔ (تاریخ القرآن ص ۲۰۴ مطبوعہ جدید برقی پریس دہلی ۱۳۵۹ھ ہجری مصنفہ پروفیسر قاضی عبد الصمد صارم) قرآن ایک عام مذہبی تمدنی ملکی تجارتی دیوانی فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے۔ اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لے کر رات دن کے کاروبار روحانی نجات سے لے کر جسمانی صحت کے اصول حقوق سے لے کر حقوق افراد اخلاق سے لے کر جرائم اور دنیوی سزا سے دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے تمام احکام قرآن میں موجود ہیں۔ اس میں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بنا پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ (تاریخ القرآن مذکور بحوالہ ہسٹری آف دی ورلڈ)

## فقہ عہد رسالت میں

جب سے اسلام ہے تبھی سے فقہ اسلام ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ ۲۳ برس تک جاری رہا۔ ان کے علاوہ جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو حضورؐ اپنے اجتہاد سے حکم دیتے تھے۔ اسی کا نام فقہ ہے اور یہی

علم فقہ کا سنگ بنیاد ہے۔ حضورؐ کا اصول اجتہاد آیات قرآن اور قیاس تھا۔ وہ قرآن ہی پر غور کر کے قیاس قائم فرماتے تھے۔ آیت۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ صفا اور مروہ خدا کی نشانیاں ہیں۔ چونکہ اس آیت میں اوّل صفا کا نام ہے۔ اس لئے حضورؐ نے قیاس قائم کر کے حکم دیا کہ حج میں سعی کا آغاز کوہ صفا سے کیا جائے۔ وللہ المشرق والمغرب۔ خدا ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے۔ حضورؐ نے اس آیت سے استنباط کیا۔ کہ فرضیت استقبال قبلہ بحالت عذر ساقط ہو سکتی ہے۔

یاایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الخ حاصل یہ ہے۔ کہ اپنے پاکیزہ مال کو خرچ کرو جس طرح تم بری چیز کے لینے کو پسند نہیں کرتے اسی طرح دوسرا بھی اس کے لینے کو پسند نہ کرے گا۔ (سیپارہ سوم) اس آیت میں مال خبیث کے دینے کا قیاس اس کے لینے پر کیا گیا ہے۔ یہ قیاس خود کلام پاک میں ہے۔

ایک عورت نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ کہ میری ماں نے حج کی نذر کی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں اس کی طرف سے ادا کر دوں حضورؐ نے فرمایا ہاں اگر تیری ماں پر کسی کا قرض ہوتا۔ تو کیا تو ادا نہ کرتی۔ (بخاری)

حضورؐ نے نذر کا قیاس قرض پر فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صرف رضاعی چچا کے سامنے آنے کی اجازت دی تھی۔ (مسلم)

اس پر حضرت عائشہ نے قیاس کر کے فتویٰ دیا۔ کہ جو نسبتی رشتے حرام ہیں۔

Karfat.com

وہ رضاعی بھی حرام ہیں۔ (مسلم)

بعض مسائل و معاملات کے متعلق حضورؐ خود حکم دیتے تھے بعض میں صحابہ سے بھی مشورہ فرماتے۔ ہر صحابی اپنے اپنے فہم کے موافق رائے زنی کرتا تھا۔ جیسے اذان کے معاملہ میں یا اسیران جنگ بدر کے متعلق حضورؐ نے مشورہ کیا۔ شوریٰ کی عزت ہر صحابی کے لئے رکھی۔ حاضرباشی اور تقویٰ و طہارت پر اس کا انحصار نہ تھا۔ بلکہ ان حضرات سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ جن کا علم و عقل و تجربہ وسیع تھا۔

جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور بعض صحابہ صحبت و تعلیم رسول سے اچھی طرح مستفید ہو لئے۔ تو حضورؐ نے بعض عقل و ذی فہم اصحاب کو فتویٰ کا مجاز کر دیا۔ ان مجتہد صحابہ کے سوا اور کوئی صحابی فتویٰ نہ دیتا تھا۔ ان مجتہدین کا اصول اجتہاد کتاب و سنت و قیاس تھا۔ چونکہ قیاس و رائے کا معاملہ تھا۔ سب کا علم و عقل یکساں نہ تھی۔ اس لئے اختلاف رائے کا ہونا ضروری تھا۔ حضورؐ اس اختلاف کو سن کر بعض دفعہ فریقین کے اجتہاد کو پسند فرماتے تھے۔ کبھی ایک فریق کے استنباط کو قبول فرماتے تھے۔ صفوان بن سلیم کا قول ہے۔ لم یکن یفتی فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر عمر و علی و معاذ و ابو موسیٰ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چار آدمیوں کے سوا کوئی فتویٰ نہ دیتا تھا عمر۔ علی۔ معاذ۔ ابو موسیٰؓ۔ کون نہیں جانتا اور مانتا کہ ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں امین الامتہ ابو عبیدہ بن الجراح عثمان غنی۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف یہ اصحاب معاذ و ابو موسیٰ سے افضل ہیں لیکن اہل فہرست میں ان میں سے

کسی کا نام نہیں۔ جب مسلمانوں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اور ضرورتیں بھی زیادہ ہو گئیں۔ تو اس فہرست کی توسیع ہوئی۔ ابوبکر عثمان عبدالرحمٰن بن عوف عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب عمار بن یاسر حذیفہ بن الیمان زید بن ثابت ابوداؤد سلیمان فارسی بھی مجاز فتویٰ کئے گئے۔ (کشف الغمہ فی اغتراق الامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں) اس فہرست میں بدری صحابی ابوعبیدہ بن الجراح جن کو حضورؐ نے امین الامتہ خطاب دیا تھا۔ اور جن سے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر صدیق نے بیعت خلافت لینے کے لئے کہا تھا۔ اور سعد بن وقاص کہ یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں۔ اور خالد بن ولید جن کو حضورؐ نے سیف اللہ خطاب دیا۔ ان میں سے کسی کا نام نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شرف صحبت اور تقویٰ و طہارت کے علاوہ اس منصب کے لئے کسی اور قابلیت کی بھی ضرورت تھی۔ اور اسی کی کمی بیشی پر اس کا انحصار تھا۔ وہ عقل کے صحیح قیاس پر پہنچتا تھا۔ ضرورت پیش آنے پر مجتہد صحابی کی عدم موجودگی میں حکم غیر منصوص اور منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں بعض اور صحابہ رائے و قیاس سے کام لیتے تھے۔

طارق سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص کو احتلام ہو گیا۔ اس نے نماز نہ پڑھی۔ اور حضورؐ سے حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا اسی طرح ایک اور شخص کو احتلام ہو گیا۔ اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ اور حضورؐ سے حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے اس سے بھی یہی فرمایا کہ تو نے ٹھیک کیا اس روایت کی تخریج نسائی نے کی ہے۔ (تیسیر کتاب الطہارت)

حضرت معاذ بن جبل کو جب حضورؐ یمن کی حکومت پر روانہ فرمانے لگے تو اُن سے دریافت کیا۔ کہ اگر کوئی اہم مسئلہ پیش آگیا۔ تو کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا۔ کہ کتاب و سنت سے جواب دوں گا۔ اگر ان میں نہ پاؤں گا۔ تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ (بخاری و ترمذی)

ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ صحابہ کسی حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرتے تھے۔ اور ظاہر الفاظ حدیث پر عمل نہ کرتے تھے حضورؐ نے حضرت علی کو حکم دیا۔ کہ فلاں زانیہ لونڈی کے درے لگاؤ۔ جب حضرت علی اس کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا۔ کہ تھوڑے دن ہوئے کہ اس کے بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے اس کے درے نہ لگائے کہ کہیں مر نہ جائے۔ اور آکر حضورؐ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا کیا اس کو صحت ہونے تک رہنے دو۔ اس کی تخریج امام مسلم و امام ابوداؤد و امام ترمذی نے کی ہے۔ (تیسیر کتاب الحدود)

غرض حضورؐ کے عہد میں اجتہاد کے اصول کتاب و سنت و قیاس تھے۔ اور یہ خود حضورؐ کے ایجاد کردہ تھے۔ یہی فقہ کا پہلا دور تھا۔ فقہ حاصل کرنے کی قرآن مجید میں بھی تاکید ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کو جہاد میں جانا نہیں چاہئے۔ کچھ آدمی دین میں فقاہت حاصل کرنے کے لئے رہیں (سورہ توبہ)

حدیث میں ہے۔ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (ترمذی) شیخ وکیع محدث (امام بخاری کے شیخ الشیخ) فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگوں کو حدیث بغیر فقہ کے فائدہ نہ دے گی (مناقب الامام ملکیدی)

Marfat.com

معاذ آئے اور قاعدے ہی میں شریک ہو گئے۔ جب امام نے سلام پھیر دیا انہوں نے اٹھ کر باقی رکعتیں پوری کر لیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے۔ ایسا ہی کیا کرو۔ (مسند امام احمد حنبل) ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا۔ یا اللہ ابن مسعود میری امت کے لئے جو مسئلہ تجویز کرے میں اس پر راضی ہوں (کنز العمال)

## فقہ عہد خلافت راشدہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد میں اسلامی تمدن ابتدائی حالت میں تھا۔ اس تمدن کی بنیاد ایسے ملک و قوم میں واقع ہوئی تھی۔ جہاں کسی تمدن کا سایہ بھی نہ پڑا تھا۔ عرب کا ملک سادہ اہل عرب کا طرز معاشرت سادہ غیر قوموں اور غیر ممالک سے ان کے تعلقات بھی زیادہ وابستہ نہ تھے۔ نہ وہاں علوم و فنون کا چرچا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کی ضروریات محدود اور طرز زندگی سادہ تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ حالت تھی۔ کہ جس طرح حضورؐ کو کرتے دیکھتے تھے۔ اسی طرح کرنے لگتے تھے۔ نہ بحث نہ تکرار نہ سوچ نہ بچار۔ بس اتباع ہی اتباع تھا۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے دیکھا۔ کہ حضورؐ کے کرتے کا تکمہ کھلا ہوا ہے۔ تو انہوں نے عمر بھر تکمہ کھلا ہوا ہی رکھا۔ (ابو داؤد) اسی وجہ سے اس وقت تک احکام کے موجودہ اقسام پیدا نہ ہوئے تھے۔ فرض و واجبات سنن کی موجودہ اصطلاحات نماز و وضو میں بھی نہ تھیں۔ نہ فقہی احکام کی

Karfat.com

تدوین بصورت کتاب و فن ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ملکی فتوحات کیساتھ ساتھ تمدن و ضروریات میں وسعت پیدا ہوگئی۔ مختلف قوم کے مختلف مذہب کے مختلف ممالک کے لوگوں سے میل جول ہوا۔ معاملات بدلنے لگے اقوام عالم جوق جوق داخل اسلام ہونے لگیں۔ اس لئے نئی نئی قسم کے واقعات پیش آنے لگے بعض مسائل تو ایسے تھے جن کے متعلق آیات و احادیث صاف صاف اور واضح موجود تھیں۔ اور کوئی حدیث ان کے معارض نہ تھی۔ لیکن بہت سے مسائل ایسے تھے جن کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی حکم بہ تصریح موجود نہ تھا۔ یا ایک حدیث کے معارض دوسری حدیث تھی کیونکہ آنحضرت عادات و سنن و عبادات میں ایک ہی امر کے پابند نہ رہتے تھے۔ نہ ایسی پابندی کسی سے ممکن ہے۔ نہ قرین مصلحت ہے۔ یہ بھی نہ تھا کہ ہر وقت تمام صحابی موجود رہتے ہوں۔ اس لئے جس صحابی نے حضور کو کرتے دیکھا یا فرماتے سنا اس کو گرہ میں باندھ لیا۔ اس لئے اجتہاد و استنباط کی زیادہ ضرورت پیش آئی۔

چونکہ قرآن و حدیث میں تمام جزئیات مذکور نہ تھیں اس لئے ضروری ہوا کہ جزئیات کے فیصلے کے لئے اجتہاد اور اجتہاد میں قیاس شرعی سے کام لیا جائے۔ اول قرآن و حدیث ظاہر الفاظ سے استنباط کیا جائے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب یہ الفاظ اس حکم کے محل وقوع کو بھی شامل ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ قرآن و حدیث کے عقلی مفہوم سے کیا جائے۔ مثلاً نص قرآن نص حدیث کی کوئی علت ہو جو یا تو مصرح طور پر بیان کردی گئی ہو۔ یا استنباط کے ذریعہ سے

Marfat.com

نکالی گئی ہو۔ اور وہ محل حکم میں بھی پائی جاتی ہو۔ لیکن قرآن وحدیث کے الفاظ اس میں شامل نہ ہوں۔ اصطلاح میں اس کو قیاس کہتے ہیں۔ صحابہ کے سامنے جب ایسے مسائل پیش ہوتے تھے کہ جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہیں ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں ان کو مجبوراً قیاس کرنا پڑتا تھا۔ جس کو رائے سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ استنباط مسائل کے معاملہ میں خلفاء راشدین نے نہایت احتیاط سے کام لیا۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا۔ تو اول اس کو قرآن میں تلاش کیا جاتا ورنہ مجلس صحابہ میں پیش کر دیا جاتا۔ اگر کسی کو اس کے متعلق کوئی حدیث معلوم ہوتی تو وہ بیان کرتا۔ اس کے موافق عمل ہوتا۔ ورنہ جماعت کے مشورہ سے طے کیا جاتا۔ اس مجلس کے صدر خود خلیفہ ہوتے تھے۔ اور اس مجلس کے ارکان وہ صحابہ تھے۔ جن کا ادراک وفہم ضرب المثل تھا۔ عمر عثمان علی عبدالرحمٰن بن عوف معاذ ابی بن کعب زید بن ثابت — ! (طبقات ابن سعد) عہد خلافت اول میں عمر عثمان علی عبدالرحمٰن بن عوف معاذ ابی بن کعب زید بن ثابت اہل الرائے اہل فقہ تھے۔ ان کے فتوے خلیفہ اول کے بعد بھی ان کے فتوے چلتے رہے (کنزالعمال)

اگر کوئی قضیہ پیش آتا تو حضرت ابوبکر مطابق کتاب وسنت حکم کرتے اگر ان کو خود کوئی ایسی بات نہ معلوم ہوتی تو صحابہ سے دریافت کرتے اگر ان کو بھی نہ معلوم ہوتی تو اجتہاد کرتے۔ (کشف الغمہ مصنفہ نواب صدیق حسن خان) منصوصات کتاب وسنت پر غور کیا۔ (صحابہ نے بعد نبی کریم جب کوئی مسئلہ پیش آیا۔) اور اس کی علت کو دریافت کیا۔ اسی پر پیش آئے۔

کو قیاس کیا (تقلید و عمل بالحدیث مصنفہ نواب محسن الملک اہلحدیث)

سربرآوردہ لوگوں کو جمع کر کے (ابوبکر جب ان کو قرآن و حدیث میں مسئلہ نہ ملتا) ان کی رائے واجتہاد پر نظر کرتے۔ اگر سب کے سب ایک بات پر متفق ہو جاتے تو اسی کو کہتے اور خود بھی اجتہاد کرتے (سبیل الرشاد مصنفہ مولوی ابو یحیٰ محمد شاہجہان پوری اہلحدیث)

جب کوئی مسئلہ بغرض انفصال پیش ہوتا تو چونکہ سب کی عقلیں اور قیاس یکساں نہ تھے اور نہ ہونے ممکن تھے اختلاف آراء ہوتا چنانچہ جب استنباط و تفریع حمل النظیر علی النظیر سے کام لینا پڑا تو سب نے اپنی اپنی سمجھ کی موافق رائیں قائم کیں۔ صحابہ کرام میں اس اختلاف سے بہترین نتائج پیدا ہوتے تھے۔ کوئی بے لطفی یا رنجش پیدا نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ایک دوسرے کی رائے پر رواداری سے غور کرتے تھے۔ اس کی قدر کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے خدا کرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آ پڑے اور علی موجود نہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے جب ہم کو علی کا فتوےٰ مل جائے تو پھر کسی کی ضرورت نہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے بتا دیا۔ اس شخص نے وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا اور حضرت ابو موسیٰ کا جواب بھی سنا دیا۔ حضرت ابن مسعود نے ان کے خلاف فتوےٰ دیا۔ اس شخص نے حضرت ابو موسیٰ سے جا کر کہا۔ انہوں نے وہ جواب سن کر کہا۔ جب تک تم میں یہ عالم موجود ہے۔ مجھ سے مسئلہ نہ دریافت کرو۔ (بخاری)

Marfat.com

ابو داؤد۔ ترمذی) حضور کے عہد میں تو کتاب و سنت و قیاس اصول اجتہاد تھے۔ حضرت ابوبکر کے عہد سے اس میں شوریٰ یا اجماع کا اضافہ ہو گیا۔

حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں حضرت ابوبکر کے فیصلوں کو بھی تلاش کرتے تھے (سبیل الرشاد) گویا اس عہد سے اصول اجتہاد میں آثار سلف کا بھی اضافہ ہو گیا۔ جس طرح حضور کے عہد میں ہر صحابی مجاز فتوٰے نہ تھا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر کے زمانے میں بھی خاص خاص اصحاب مجاز فتوٰے تھے۔

حضرت عمر نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ اور سختی سے اس کی پابندی کرائی۔ اگر کسی صحابی نے فتویٰ دے دیا۔ تو حضرت عمر نے اس کو روک دیا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود کے ساتھ بھی واقعہ پیش آیا۔ (مسند دارمی)

حضرت عمر نے ہر کام کے لئے جدا جدا صحابہ کو نامزد کر دیا تھا چنانچہ سفر شام میں بمقام جابیہ جو خطبہ دیا اس میں فرمایا جو شخص قرآن سیکھنا چاہے وہ ابی بن کعب سے سیکھے جو فرائض سیکھنا چاہے۔ وہ زید بن ثابت سے سیکھے۔ جو فقہ سیکھنا چاہے وہ معاذ سے سیکھے۔

حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن معقل کو تعلیم فقہ کی خدمت پر مامور کیا۔ (اسد الغابہ) عمران بن حصین کو بصرہ میں (طبقات الحفاظ) عبدالرحمٰن بن غنم کو شام میں (طبقات الحفاظ) حبان بن ابی جبلہ کو بصرہ میں۔ (حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ امام سیوطی)

حضرت عمر نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ جو چیز تم کو قرآن اور حدیث میں نہ ملے۔ خوب غور کرو۔ اور اس کے ہم شکل مسائل و واقعات دریافت

Karfat.com

کر کے قیاس کرو۔ (دار قطنی)، یہی قاضی شریح کو لکھا۔ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں جس شہر میں جو صحابی ہوتا تھا۔ وہ موافق حدیث کے حکم کرتا تھا۔ ورنہ اس شہر کا امیر اپنے اجتہاد سے حکم دیتا تھا (کشف الغمہ) نصوص کا سمجھنا اور ان سے استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ اگر ظاہر الفاظ نصوص ہی کافی ہوتے تو مجتہد کی ضرورت ہی نہ تھی صحابہ اس کو خوب سمجھتے تھے۔ اگرچہ وہ خود قرآن و حدیث کو جانتے تھے۔ مگر مسائل مجتہد صحابی ہی سے دریافت کرتے تھے حضرت ابوایوب انصاری حج کو چلے راستے میں ان کی قربانی کی اونٹنیاں گم ہو گئیں۔ وہ حج سے فارغ ہو کر حضرت عمر کے پاس آئے۔ اور تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ جو عمرہ والا کرتا ہے۔ وہی تم کرو۔ تمہارا احرام کھل جائے گا۔ سال آئندہ حج و قربانی کرو۔ (تفسیر کتاب الحج) حضرت ابوایوب انصاری جلیل القدر اور قدیم الاسلام صحابی تھے۔ اور حضور کی صحبت سے بہت زیادہ مشرف ہوئے تھے لیکن مجتہد نہ تھے۔ اس لئے ایک مجتہد صحابی سے دریافت کیا اس قسم کے واقعات بہت سے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں اجتہاد کا منصب ام المومنین عائشہ و ام المومنین ام سلمہ طلحہ زبیر علی عثمان سعد ابن وقاص عبداللہ بن مسعود زید بن ثابت عبداللہ بن عمر فاروق انس بن مالک ابوسعید خدری ابوہریرہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سلمان فارسی جابر بن عبداللہ عبدالرحمن بن عوف عمران بن حصین ابوبکرہ عبادہ بن الصامت معاویہ بن ابی سفیان

Marfat.com

معاذ بن جبل ابی بن کعب ابو موسی اشعری کو حاصل تھا۔ یہ بھی ہوتا تھا۔ کہ ایک مجتہد کو لوگ مجتہد سابق کی تقلید کیطرف متوجہ کرتے تھے۔ حضرت عمر نے حضرت عثمان سے کہا کہ جد کی میراث کے معاملہ میں میں نے ایک رائے سوچی ہے۔ اگر تمہارے نزدیک مناسب ہو تو اس کا اتباع کرو۔ حضرت عثمان نے کہا۔ کہ اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں۔ تو بھی درست ہے۔ مگر آپ سے پہلے بزرگ (ابوبکر) آپ سے زیادہ ذی رائے تھے۔ ان کا اتباع بہتر ہوگا۔ (سنن دارمی)

اس عہد میں کتاب[1]، سنت[2]۔ قیاس[3]۔ اجماع[4]۔ آثار سلف[5] یہ پانچ اصول اجتہاد تھے۔ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ علم تین ہیں۔ یعنی علم دین ایک آیات محکم دوسرے سنت قائمہ یعنی مستند حدیثیں تیسرے فریضہ عادلہ یعنی اجماع و قیاس (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

## فقہ خلافت راشدہ کے بعد قرن اوّل میں

خلافت راشدہ کے بعد اپنی سیاسی الجھنوں کی وجہ سے خلفاء کو دینی امور کی طرف کم توجہ رہی اس لئے سابقہ نظام درہم برہم ہوگیا۔ جو صحابی جہاں تھا خود مجتہد تھا۔ اور اس شہر کے لوگ اسی کا اتباع کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن وحدیث کے جاننے والے اس زمانے میں ہر جگہ موجود تھے۔ صحابہ کی تعداد کم ہوتی جاتی تھی۔ ان کی جگہ ان کے تلامذہ تابعین مجتہد بنتے جاتے تھے۔ تابعین میں بعض ایسے عظیم المرتبت مجتہد تھے۔ کہ صحابہ بھی ان سے مسائل

دریافت کرتے تھے۔ جیسے علقمہ بن قیس نخعی تابعین مجتہدین میں زیادہ مشہور
مدینہ کے فقہائے سبعہ ابوبکر بن حارث سلیمان بن یسار خارجہ بن زید قاسم
بن محمد سعید بن مسیب عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سالم بن عبداللہ تھے۔
ان کے علاوہ تابعین میں مکہ مدینہ کوفہ بصرہ شام وغیرہ ممالک میں بہت
سے تابعی مجتہد تھے۔ ان میں زیادہ مشہور عروہ بن زبیر امام زین العابدین امام
حسن مثنی امام باقر امام جعفر صادق نافع بن ہرمز مولا عبداللہ بن عمر یحییٰ بن
سعید الانصاری مکحول بن عبداللہ طاؤس بن کیسان ابراہیم نخعی عطا ابن ابی رباح
امام شعبی امام زہری ربیعہ رائی امام حسن بصری اسود بن یزید نخعی محمد بن منکدر
خلیفہ عمر بن عبدالعزیز قتادہ شعبہ عبدالرحمن بن قاسم ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن
عوف اور بھی بہت سے بزرگ مجتہد تھے۔ مگر زیادہ نامور یہی حضرات تھے۔
خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ہر صوبہ کے گورنر کو یہ حکم بھیجا تھا کہ جن لوگوں نے
فقہ کی تعلیم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ ان میں ہر ایک کو سو دینار بیت المال
سے دئے جائیں۔ تاکہ وہ اس کو قائم رکھیں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

حدیث کی خدمت کرنے والوں کے دو گروہ تھے۔ ایک محدثین جو
تمام اقسام کی حدیثیں مواعظ و سیر قصص و فضائل کی روایات کا استقصار
کرتے تھے احادیث کی جمع و روایات کی تصحیح و تضعیف اتصال و انقطاع
رفع و ارسال کی توثیق و تضعیف وغیرہ مباحث میں من حیثیت الروایت
مشغول تھے۔ دوسرے مجتہد یہ زیادہ تر انہیں احادیث سے سروکار
رکھتے تھے۔ جن سے شرعی احکام مستنبط ہوتے تھے تضاد و تطابق

Marfat.com

نسخ وتطبیق اور ان سے احکام کا استنباط وتفریع ان کے فرائض وسنت واستحباب کی تقسیم غیر مصرح بالنص احکام کا قیاس صحیح احکام کے علل و مصالح معلوم کرتے۔ ضرورت انسانی کے موافق احکامات مرتب کرتے یہ فقہا اور اہل بالرائے کہلاتے تھے۔ فقہا کا عظیم الشان گروہ مثل امام مالک امام ابو حنیفہ امام سفیان ثوری امام اوزاعی اس ہی لقب سے مشہور ہوا۔ (کتاب المعارف محدث ابن قتیبہ) مدینۃ الرسول کے مفتی اعظم وصدر المدرسین امام مالک وامام حسن بصری کے استاد حضرت ابو عثمان ربیعہ رائی جو کبار تابعین میں سے تھے جن کی تعریف امام احمد بن حنبل وابن شعبہ محدث نے کی ہے۔ اس طرح اہل الرائے مشہور ہوئے کہ رائے ان کے نام کا جزو قرار پا گیا ربیعہ رائے کہے جاتے تھے۔ فقہا کا گروہ قیاس وعقل کی روشنی میں حدیث ومسائل پر غور کرتا تھا۔ اور حدیث کے جانچنے میں زیادہ سخت تھا جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی متشدد فی الروایت تھے۔ ایسے ہی یہ بھی تھے۔ ان لوگوں کا تشدد بیجا بھی نہ تھا۔ کیونکہ خلافت راشدہ کے بعد روز بروز حدیث کا چرچا عام ہونے لگا۔ جب تک حضور علیہ السلام حیات رہے۔ امت کو احکام وحی و الہام اور حضور کے اقوال وافعال کے ذریعہ سے پہنچتے رہے بعض ایسے موقعے بھی پیش آئے کہ حضور نے خود معاملہ کو قیاس سے طے فرمایا۔ بعض صحابہ نے قیاس سے کام لیا۔ اس کو حضور نے پسند فرمایا۔ لیکن اس عہد میں زیادہ رائے وقیاس کی ضرورت نہ تھی۔ حضور کے بعد یہ امر ناممکن ہو

Karfat.com

گیا۔ تو صحابہ نے ان امور کو جو کتاب و سنت میں صریح منصوص نہ تھے اپنے
مشورے و رائے و قیاس سے طے کیا۔ جب رائے و قیاس کا معاملہ ہوا تو
اختلاف لازمی ہوا۔ کیونکہ سب فہم و فراست میں برابر نہ تھے۔ ہر ایک
نے اپنے علم و عقل کے موافق استدلال کیا۔ اس استدلال پر نظر کرنے
سے صاف نظر آتا ہے۔ کہ وہ اشباہ کو اشباہ اور نظائر کو نظائر پر قیاس
کرتے تھے۔ اس لیئے آنے والی نسلوں کے لئے اجماع و قیاس بھی داخل
ادلہ شرعی ہو گیا۔ علماء کا اتفاق ہے۔ کہ کتاب و سنت و اجماع و قیاس
یہ چاروں احکام شرعیہ کے اصول ہیں۔ نواب محسن الملک لکھتے ہیں قیاس
جو شرعاً جائز ہے اور جو صحابہ اور تابعین میں جاری تھا۔ (تقلید اور عمل بالحدیث)

امام ربیعہ سے روایت ہے۔ کہ اللہ پاک نے کتاب مفصل نازل فرمائی
مگر حدیث کے لئے جگہ باقی رکھی۔ رسول نے حدیث بیان فرمائی مگر
رائے کے لئے جگہ باقی رکھی (در منشور)

کسی کو یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ بعض صحابہ و ائمہ سے رائے
کی مذمت منقول ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اہل رائے اعدائے
سنت ہیں۔ (کنز العمال)

امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے۔ دین میں کوئی بات رائے سے کہنا درست
نہیں۔ (فتوحات مکیہ)

امام حسن بصری نے فرمایا ہے۔ (کہ سب سے پہلے شیطان نے
قیاس کیا) ان اقوال پر معمولی طور سے نظر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

کہ جو بات یا جو حکم قرآن و حدیث سے صراحتاً ثابت ہو اس کے ابطال کے لئے جو قیاس کیا جائے وہ مردود ہے۔ جیسے ابلیس نے کہا خداوند ذوالجلال نے صاف و صریح حکم دیا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تاکہ آدم کی فضیلت ظاہر ہو ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اور یہ قیاس پیش کیا۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور آدم کو خاک سے آگ خاک سے افضل ہے۔ اس قیاس سے اس نے چاہا کہ سجدہ کے حکم اور آدم کی فضیلت کو باطل کر دے۔ یہ قیاس نص صریح کے مقابلہ میں تھا۔ اس لئے مردود ہے اس لئے امام حسن بصری کا مقصود قیاس شرعی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو حدیث و اقوال صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ امام کی مراد وہ قیاس و رائے ہے۔ جو نص قطعی کے مقابلہ میں ہو۔ یعنی نص صریح کے مقابلہ میں اپنی رائے سے اس کے خلاف حکم لگایا جائے۔ اور اپنے قیاس کو معارض و مقابل حکم شریعت کا بنایا جائے۔ جیسے ابلیس کا قیاس یا جس طرح جہم وغیرہ اہل مذاہب باطلہ رائے لگا کر حدیثوں کو رد کیا کرتے تھے۔ (جامع بیان العلم)

وہ رائے و قیاس جو کسی دلیل شرعی سے مستند نہ ہو۔ بلکہ محض شعور عقلی سے ہو۔ مردود ہے مجتہد ایسے اٹکل کے داؤں نہیں لگاتا۔ وہ علت نص کو دریافت کرتا ہے۔ کسی وجہ سے خواہ اشارت النص ہو یا عبارت و دلالت ہو۔ خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوائے کلیات شرع سے معلوم ہو۔ اور پھر یہ سبب اس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا۔ ظاہر میں تو ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے۔ کہ اپنی رائے پر عمل کیا اور نص

Karfat.com

کو چھوڑ دیا وہ آپ کو قیاس بمقابلہ نص سمجھتا ہے۔ یہ نہیں خیال کرتا۔ کہ نص کا ترک دوسری نص کلیہ کے حکم سے واضح ہوا ہے۔ نہ قیاس فاسد سے۔ لہذا یہ عمل بالنص ہے۔ نہ ترک نص۔ اس کے نظائر ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح آیۃ کریمہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ ظن افادہ حق میں ناکافی ہے۔ ظن سے مراد زعم باطل ہے۔ ظن مطلق مراد نہیں۔ اگر ظن مطلق مراد لیا گیا۔ تو اول تو یہ آیت ان احادیث سے معارض ہوگی جن سے جواز قیاس ثابت ہے۔ جو نقل کی جا چکی ہیں۔ دوم اکثر حدیثیں اخبار احاد ہیں۔ اور اخبار احاد مفید ظن ہوتے ہیں۔ اور بعض متواتر حدیثیں بھی متحمل وجوہ متعددہ ہیں۔ ان میں سے ایک کی تعیین و ترجیح ظنی ہوگی۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حدیث پر عمل جائز نہ رہے۔ اور یہ دونوں امر باطل ہیں۔

حضور کے عہد مبارک اور صحابہ کے زمانے کے واقعات رائے و قیاس سے لبریز ہیں۔ اور نہ کسی مذہب اور قانون کا کام بغیر رائے و قیاس کے چل سکتا ہے۔ اگر رائے و قیاس کا دخل نہ ہوتا۔ تو صحابہ میں استنباط مسائل میں اختلاف نہ ہوتا۔ حضور اسیران بدر اور اذان کے معاملہ کو صحابہ پر پیش نہ فرماتے۔ اور اس میں رائے زنی اور اختلاف رائے نہ ہوتا۔

حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا۔ انی اریٰ ان تامر بجمع القرآن میری رائے ہے۔ کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ (تفسیر کتاب تالیف القرآن) حضرت معاذ نے خود حضور سے عرض کیا۔ کہ میں قیاس کروں گا حضرت

عمر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو قیاس کرنے کا حکم دیا۔ سمت قبلہ کے صحیح نہ معلوم ہونے کی صورت میں قیاس ہی پہ مدار ہوتا ہے۔ تمام واقعات و دلائل پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رائے و قیاس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محمود دوسرے مذموم۔ مذموم وہ جو نص صریح کے مقابلہ میں ہو۔ محمود وہ جو دلائل شرعیہ سے مستند ہو علامہ شیخ عبدالعزیز بن رو داد و شیخ لیسین زیات نے صحیح فرمایا ہے۔ کہ اہل الرائے سنت کے دشمن ہیں۔ جیسے فرقہ حروریہ (خوارج) اور اہل ہوا (بدعتی) لیکن ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سنت پہ قیاس کیا ہے۔ (مناقب الامام ملکردری) حضور نے غضب کی مذمت فرمائی ہے۔

اب اگر غضب مطلق مراد لیا جائے اور قوت غضبی کو بالکل مستاصل کر دیا جائے۔ تو پھر انسان کو نصرت حق کی طاقت نہ رہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ و اعلائے کلمۃ الحق نا تمام رہ جائے۔ اس لئے ہم کو یہاں غضب کی وہی دو قسمیں کرنی پڑتی ہیں۔ محمود و مذموم الغرض جو قیاس کسی دلیل شرعی سے مستند ہو جیسے ائمہ مجتہدین کا قیاس اس کا استعمال قولاً و فعلاً حضور اور صحابہ سے ثابت ہے۔ یہ محمود محض ہے۔ اور نص قطعی الثبوت و قطعی الدلالت کو قیاس سے رد کرنا کفر ہے۔ ائمہ مجتہدین کا قیاس محمود تھا۔ امام محمد اس بحث میں کہ قہقہہ نماز ناقض وضو ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے استدلال کر کے لکھتے ہیں۔ (قیاس وہی ہے۔ جو اہل مدینہ کہتے ہیں۔ مگر حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی

چیز نہیں) امام اعظم نے خود بھی فرمایا ہے۔ (حدیث کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو۔ (الیواقیت والجواہر) امام شافعی نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ (اقناع)۔

اس دور میں ہر صحابی ہر تابعی کا درس تھا۔ ہر ایک مفتی تھا صحابہ اور تابعین مختلف ممالک میں منتشر تھے اپنے اپنے مقام پر ہر ایک مجتہد تھا۔ اس شہر کے لوگ اپنے ہی مجتہد کے فتوے پر عمل کرتے تھے۔ خود قرآن یا حدیث سے استنباط نہ کرتے تھے۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں پھر تابعین آئے وہ بھی بلاد متفرقہ میں تھے۔ انہوں نے تفقہ اسی صحابی سے کیا۔ جو اس شہر میں تھا۔ وہ اس صحابی کے فتوے سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ (کشف الغمہ) یہ امر اس لئے تھا کہ ہر عالم بلکہ بہت سے عالم بھی اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اجتہاد کر سکیں۔ اگرچہ ان کو قرآن وحدیث پر عبور ہو۔

# فقہ قرن ثانی میں

اس دور میں بہت سے فقہا اور ائمہ متبوعین تھے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک امام سفیان ثوری امام اوزاعی امام موسی کاظم۔

قرن اول میں اجتہاد کے اصول کتاب سنت قیاس آثار صحابہ۔ اجماع تھے۔ اس قرن میں مذاہب سلف علم لغت کا ضروری اور مفید اضافہ کیا گیا۔ یہ کل سات ہوئے۔ اکثر بزرگوں نے ان سات کو پانچ اس طرح قرار دیا ہے۔ قرآن۔ حدیث قیاس مذاہب سلف (اجماع اور آثار

Marfat.com

صحابہ وفتاوائے تابعین کو اس میں رکھا ہے ۔) لغت ۔ ائمہ مجتہدین استنباط مسائل میں تعامل سلف کی بھی رعائت کرتے تھے ۔ امام ابو حنیفہ کی اصطلاح میں اس کو عرف اور امام مالک کی اصطلاح میں مصلحت عامہ کہتے ہیں امام ابو حنیفہ کے اجتہاد میں استحسان بھی داخل ہے (یعنی مجتہد کا ایسی تجویز کو اختیار کرنا جو انسانی فلاح وبہبود کو خوبی سے پورا کر سکے)

امام مالک کے یہاں اس کے ہمشکل استدلال وصالح المرسلہ والاستصلاح ہے بغرض عرف ہو۔ یا مصلحت عامہ استحسان ہو یا استدلال یا تعامل ہو۔ یہ سب مذاہب سلف کے تحت میں آسکتے ہیں ۔اس لئے ان کو جداگانہ اصول اجتہاد میں ذکر نہیں کیا جاتا ۔

جو مذاہب مدون ومروج ہوئے ان میں اس دور کے مجتہدین میں سے دو کے مذہب جاری وباقی ہیں ۔ اور مذاہب کچھ دنوں مروج رہ کر معدوم ہو گئے ۔اس لئے انہیں دو کے متعلق کچھ مختصر لکھا جاتا ہے ۔

جو امام اعظم ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہیں وہ حنفی کہلاتے ہیں ۔

## امام اعظم ابو حنیفہ

نعمان بن ثابت نام ابو حنیفہ کنیت امام اعظم لقب ان کے والد حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔ حضرت نے ان کے خاندان کے لئے دعا فرمائی (تاریخ بغداد لابن جزلہ) امام ابو حنیفہ کے سن ولادت میں اختلاف ہے ۔ ۶۱ ھ ۶۳ ھ ۸۰ ھ یہ تین سال بیان کئے گئے

Karfat.com

ہیں ۸۰ھ پر زیادہ وثوق ہے۔ واقدی وسمعانی نے ابو یوسف سے نقل کیا ہے۔ کہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بعض نے ۶۱ھ کہا ہے لیکن پہلا قول زیادہ ثابت ہے (رحیق المختوم نواب صدیق حسن خاں)

ابو حنیفہ صحابہ کے زمانہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے ۶۱ھ بعض نے ۶۳ھ بھی کہا ہے۔ (حاشیہ تاج مکلل مصنفہ نواب نورالحسن خاں خلف نواب صدیق حسن خاں) امام صاحب ۹۶ھ میں اپنے باپ کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے۔ اور حدیث سنی۔ امام ابو حنیفہ تابعی تھے۔ خلاصہ والکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ نے ۲۶ صحابہ کو دیکھا اور بعض کتابوں میں اس سے زیادہ تعداد لکھی ہے۔ مولوی وحید الزمان اہلحدیث حیدرآبادی لکھتے ہیں۔ ابو حنیفہ بھی تابعی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ (ہدیۃ المہدی) علامہ جزری نے اسماء الرجال القراء میں حافظ امام توربشتی نے تحفۃ المسترشدین میں صاحب کشف الکشاف نے سورہ مومنون میں و صاحب مرآۃ الجنان نے امام ابو حنیفہ کو تابعی تسلیم کیا ہے۔ اور یہ سب شافعی المذہب ہیں اس لئے حمایت بیجا کا خیال نہیں ہو سکتا۔ (شرح الشرح نخبۃ الفکر ملا علی قاری) نواب نورالحسن صاحب خلف نواب صدیق حسن خاں نے بھی تاج مکلل میں لکھا ہے۔ کہ امام اعظم نے حضرت انس کو دیکھا تھا۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور بہت سے شافعی علما نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہ نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا۔ (شرح سفر السعادت)
امام ابو حنیفہ نے ستر حدیثیں براہ راست صحابہ سے روایت کی ہیں۔ اور ان کی کل مرویات کی تعداد ستر سو بیس ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

امام صاحب کی چالیس روایتیں برخوردار پروفیسر قاضی عبدالصمد صادم سلمہ نے اربعین اعظم میں نقل کی ہیں۔ شیخ وکیع بن الجراح محدث (امام بخاری کے شیخ الشیخ) شیخ مکی بن ابراہیم (بخاری و مسلم کے شیخ معزبن کدام (بخاری کے شیخ) شیخ عبداللہ بن مبارک (امام ترمذی کے شیخ) جیسے جلیل القدر محدثین نے امام ابو حنیفہ کے علم تقوئے وغیرہ کی مدح کی ہے۔ ائمہ ثلاثہ مع ائمہ متبوعین امام مالک و امام شافعی و امام احمد حنبل و ائمہ ستہ یعنی امام بخاری۔ امام مسلم امام ابو داؤد امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ ان سب کا سلسلہ تلمذ امام ابو حنیفہؒ سے ہے۔ اور متعدد طریقوں سے ہے۔ یہاں صرف ایک ہی سلسلہ لکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام محدثین عالم کا سلسلہ امام ابو حنیفہ سے وابستہ ہے۔

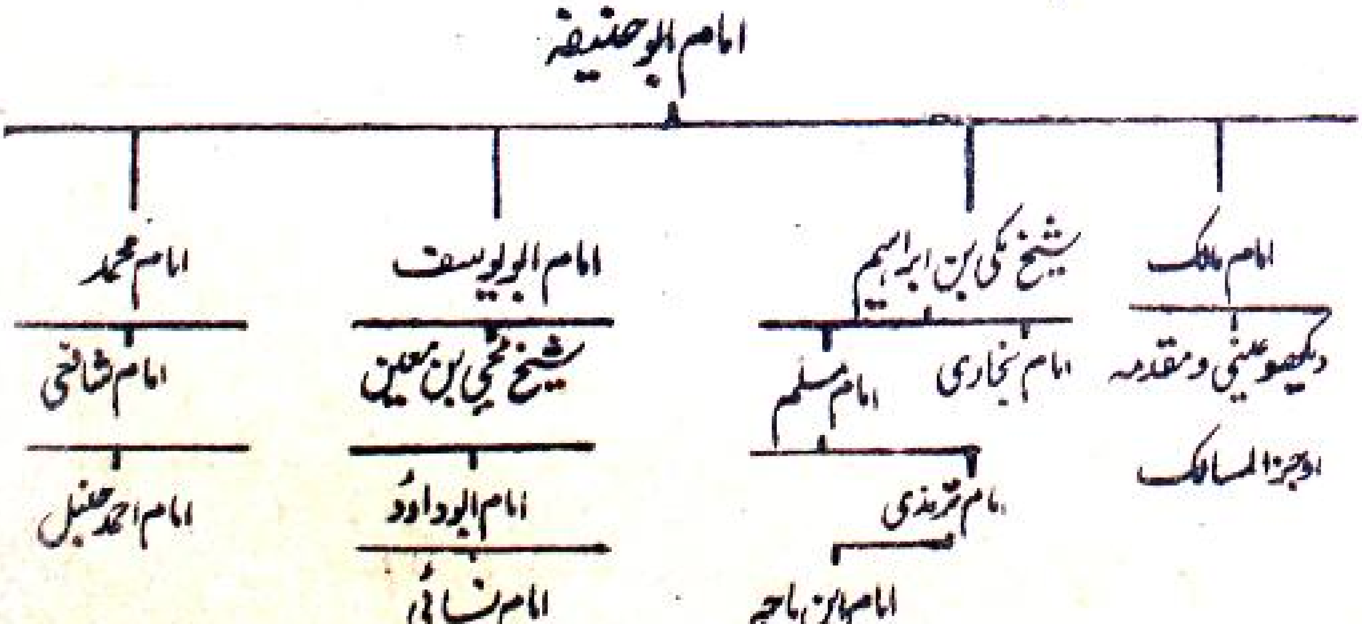

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ایک فارسی الاصل شخص اس کو حاصل کرے گا۔ اس حدیث کو بخاری نے وغیرہ بالفاظ مختلف نقل کیا ہے۔ فارس سے مراد عجم ہے۔ (خیرات الحسان) اس حدیث کے متعلق امام سیوطی شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایسی اصل صحیح ہے جس پر ابوحنیفہ کی بشارت و فضیلت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ (تبییض الصحیفہ) علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی نے لکھا ہے۔ کہ اس حدیث سے مراد ابوحنیفہ ہیں۔ اور ابنائے فارس میں کوئی بھی علم میں ابوحنیفہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ (حاشیہ علی المواہب)

امام ابن حجر تصریح کرتے ہیں ابوحنیفہ ابنائے فارس میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

خلیفہ منصور عباسی نے امام صاحب کو قاضی بنانا چاہا۔ امام صاحب نے انکار کیا۔ خلیفہ نے برہم ہو کر قید خانہ میں بھیج دیا۔ جب امام صاحب کے طرف داروں کی تعداد بڑھنے لگی تو خلیفہ کو خطرہ ہوا۔ اس نے قید خانہ میں ان کو زہر دلا دیا۔ اس کے اثر سے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ عالم اسلام میں ماتم ہوا امام طحاوی امام محمد بن احمد بن شعیب و امام عبداللہ بن محمد الحارثی و امام ظہیر الدین مرغینانی جیسے کبار ائمہ نے امام صاحب کی سوانح عمریاں لکھیں۔ امام صاحب کی اڑتالیس سوانح عمریوں کا علم تو ہمیں ہے۔ اور بھی ہوں گی۔ ائمہ متبوعین و محدثین میں اس قدر سوانح عمریاں کسی امام کی نہیں لکھی گئیں۔

# مالکی (امام مالک کے مقلد)

## امام مالک

مالک نام ابوعبداللہ کنیت امام دار الہجرت لقب ۹۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ تابعین میں سے ہیں۔ بہت سے شیوخ تابعین سے علم حاصل کیا۔ لیکن ان کے تلمذ کا زیادہ تعلق نافع بن سرجس مولا حضرت عبداللہ بن عمر فاروق سے ہے نافع نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ امام مالک ان کے جانشین ہوئے اسی سال سے ان کے فتوے چلنے لگے اور لوگ تقلید کرنے لگے۔ شیخ یحیٰ بن معین محدث (امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد کے استاد)

امام مالک کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر مالک سے بڑھ کر کوئی حدیث نبوی کا امانت دار نہیں۔ امام صاحب کثیر التصانیف تھے۔ ان کی بعض تصانیف موجود ہیں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خلیفہ ابوالعباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے۔ ان کے متعلق خلیفہ نے کہا۔ کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے ...... !

(زینۃ المجالس)

امام صاحب کے تلامذہ کی تعداد ایک ہزار تین سو ہے۔ جن میں بڑے

بڑے امُہر تھے۔ امام مالک نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ ان کے مقلد مالکی کہلاتے ہیں۔

# فقہ قرن ثالث میں

اس زمانے میں بھی بہت سے مجتہد تھے جن کے مذاہب کچھ چل کر معدوم ہو گئے۔ صرف شافعی و حنبلی دو مذہب باقی رہ گئے۔

## شافعی (امام شافعی کے مقلد)

## امام شافعی

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس نام ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام مالک وغیرہ بہت سے شیوخ سے جن کی تعداد اکیاسی بیان کی گئی ہے۔ (تاریخ الخلفاء) علم حاصل کیا۔ ان کے اساتذہ میں زیادہ مشہور امام مالک۔ فقیہ الحرم شیخ مسلم بن خالد الزنجی اور امام محمد (تلمیذ امام اعظم) ہیں۔ فقیہ الحرم نے ۱۶۶ھ میں ان کو مجاز فتوی کر دیا تھا۔ (ازالۃ الخفاء) ۱۹۵ھ سے ان کا اجتہاد اور تقلید و سلسلہ تالیف و تصنیف شروع ہوا۔ ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ امام صاحب نے بہ نسبت امام مالک کے حدیث کی تنقید میں سختی کی اور بہ نسبت امام مالک کے اجماع کو وسیع کیا۔ امام ابو حنیفہ کے مسئلہ استحسان کی جگہ امام مالک کے مسئلہ استدلال کو اختیار کیا۔ (المنخول)

# حنبلی (امام احمد بن حنبل کے مقلد)

# امام احمد حنبل

۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسف امام محمد امام زفر تلامیذ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی سے علم حاصل کیا ۱۹۸ھ ہجری سے انکار اجتہاد و تقلید شروع ہوئی۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے۔ کہ امام احمد حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ ان کے مسند میں تیس ہزار حدیثیں ہیں۔ جو ساڑھے سات لاکھ میں سے منتخب کی گئی ہیں۔ انہوں نے اجماع و قیاس کی حدود کو تنگ کیا اور حدیث کی تنقید میں نرمی کی (المنخول)

اصل یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد حنبل نے جو اپنے اصول اجتہاد قائم کئے ہیں۔ وہ امام اعظم اور امام مالک کے اصولوں میں سے کچھ ادھر سے ادھر سے لے کر اور کسی اصول میں وسعت اور کسی میں شدت کر کے قائم کئے ہیں۔ کوئی امر جدید نہیں ہے۔

# مسند امام احمد حنبل

اس مسند میں سات سو صحابہ کی روائتیں ہیں۔ یہ تمام مسانید میں جامع اور صحیح ہے۔ اٹھارہ مسندوں پر تقسیم ہے۔ امام صاحب نے ساڑھے سات لاکھ حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کر کے اسکو بطور یادداشت مرتب کیا

تھا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادہ عبداللہ نے اضافہ کیا۔ پھر ان کے پوتے ابوبکر قطیعی (قطیعہ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ ہندی لفظ کٹرہ اسی سے ماخوذ ہے۔) نے اضافہ کیا۔ اب اس میں بقول مورخ ابن خلدون پچاس ہزار حدیثیں ہیں۔ اور بعض فضلا نے چالیس ہزار لکھی ہیں علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔ کہ مسند ضعیف احادیث کا مجموعہ ہے۔ (سیر النبلاء) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ القوائد اور امام سیوطی نے ذیل المجتہد میں لکھا ہے۔ کہ مسند میں سوائے تین چار حدیثوں کے اور کوئی بے اصل نہیں ہے یہ تین چار بھی صاحبزادہ کے اضافہ کیے ہیں۔

# قرون ثلاثہ کے بعد

قرون ثلاثہ کے بعد فقہ اسلامی کوئی مجتہدانہ تو ضیح نہیں ہوئی۔ بعد کے تمام فقہا ائمہ و مجتہدین خیر القرون کے مجتہدین کی تالیفات کی تشریحات کے دائرہ میں محدود ہے۔ اور انہوں نے ضخیم ضخیم مجلدات بہ تعداد کثیر تالیف کیں۔ جن میں بکثرت آج تک موجود ہیں۔

# تدوین فقہ قرن اول میں سنہ ۱۱ تک

## عہد رسالت

حضور علیہ السلام نے نماز، زکوٰۃ، صدقہ، نکاح، طلاق وغیرہ کے

متعلق جو احکام صادر فرمائے جن کا استنباط حضور نے قرآن اور وحی خفی وغیرہ سے کیا۔ وہ حدیث بھی تھے اور فقہی بھی کہے جا سکتے ہیں۔ حضور نے کتاب الصدقہ اور بہت سے مختلف احکام لکھائے۔ حضور کے عہد کی ایک تحریر کے متعلق تو زاد المعاد میں لکھا ہے۔ (ہو کتاب عظیم)

## عہد خلافت راشدہ

حضور کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو پیش آمدہ ضروریات کے لئے وہ خود بھی استنباط کرتے تھے۔ اور ایک مجلس شوریٰ مقرر کی تھی اس میں بھی مسائل طے ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر کے یہ فیصلے لکھے جاتے تھے۔

حضرت عمر کے عہد خلافت میں بھی ان کے فیصلے لکھے گئے۔ اور مسائل لکھا کر بلاد متفرق کو بھیجے گئے۔ یہ فیصلے قرن اول کے آخر تک محفوظ تھے۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز ۱۰۱ھ نے حدیثوں کے ساتھ ان کو بھی لکھایا تھا۔ اسی طرح خلیفہ ثالث و خلیفہ رابع کے فیصلے اور قرار دادیں ضبط تحریر میں تھیں۔

## خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں

حضرت عبد اللہ بن عباس ۶۸ھ کا حضرت علی کے فیصلوں کو دیکھنا صحیح روایات سے ثابت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس کے فتاویٰ کو شیخ ابو بکر محمد بن موسیٰ نے بیس جلدوں میں مدون کیا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ۱۲۰ھ کے فقہی احکام مرتب کئے گئے۔
(اعلام المؤمنین)

# قرن ثانی سنہ ۱۷۰ھ تک

امام اعظم کا اجتہاد ۱۱۵ھ سے شروع ہوا۔ ان کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے لے کر اس وقت تک فتاویٰ کی تحریر و جمع کا رواج تھا۔ امام صاحب نے اس وقت سے دفتر فقہ کو ترتیب کرنا شروع کیا جو تیس برس میں مکمل ہوا۔ اس مجموعہ کی ترتیب اس طرح تھی باب الطہارت، باب الصلوٰۃ باب الصوم وغیرہ دیگر عبادات کے ابواب ان کے بعد معاملات سب سے آخر میں میراث یہ مجموعہ ایسا مقبول ہوا کہ جس قدر تیار ہوتا جاتا تھا۔ اسی قدر شائع ہوتا جاتا تھا۔ معاصر مجتہدین بھی اس سے استفادہ کرتے تھے۔ امام مالک نے اسی کی بنیاد رکھی موطا کی تالیف شروع کی۔ اس مجموعہ کے باب کتاب الرہن کی نقل امام سفیان ثوری نے حاصل کی امام اعظم نے تیرہ لاکھ مسائل مدون کئے۔ (قلائد العقود العقیان) امام موفق نے لکھا ہے۔ کہ امام اعظم نے تراسی ہزار مسئلے لکھے جن میں سے اڑتیس ہزار عبادات میں پینتالیس ہزار معاملات میں ہیں۔ امام مالک کا قول ہے۔ ابو حنیفہ کے ساٹھ ہزار اقوال ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ تیرہ لاکھ کی تعداد مع تمام جزیات کے ہے۔ تراسی ہزار میں اصل مسائل ہیں جزیات شامل نہیں۔ ساٹھ ہزار ان مسائل کی تعداد ہے۔ جو امام ابو حنیفہ کی رائے کے موافق ہوئے کیونکہ

Marfat.com

امام صاحب کے یہاں مسائل طے کرنے کے لئے ایک مجلس منعقد ہوتی تھی جس میں بعض مسائل امام صاحب کی رائے کے خلاف بھی طے ہوتے تھے۔

فقہ اکبر، العالم والمتعلم، مسند، امام صاحب کی تصانیف میں سے یہ کتابیں باقی ہیں، کوفہ میں امام صاحب کے درس میں سترہ سو طلبا شریک ہوتے تھے۔ سات سو مشائخ نے امام صاحب سے روایت کی ہے۔ (مناقب الامام) بعض محدثین نے آپ کے آٹھ سو شاگردوں کے نام معہ نسب وغیرہ لکھے ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)

حافظ ابن حجر نے بعض ائمہ سے روایت کی ہے۔ کہ اتنے شاگرد کسی امام کے نہیں ہوئے۔ (شامی)

سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کو تدوین فقہ کا خیال ہوا۔ شیخ ابو معاویہ حریر کا قول ہے۔ کہ ابو حنیفہ نے علم کے طریقہ کی بنیاد ڈالی۔ ایسا کون شخص ہے جو ان کے مبلغ علم تک پہنچا ہو۔ اور کس کو وہ راہ ملی جو ان کو ملی خدا کی ان پر منت ہے۔ (مناقب الامام للکردری) شیخ نصر بن شمیل کا قول ہے۔ کہ لوگ فقہ سے غفلت میں تھے۔ ابو حنیفہ نے ان کو بیدار کر دیا ——!

(تبییض الصحیفہ امام سیوطی شافعی وخیرات الحسان)

امام مالک نے فرمایا امام ابو حنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی۔ (حوالہ مذکور) پہلے پہل جس نے فقہ کو مدون کیا۔ اور ابواب رکعت کو ترتیب دی۔ وہ ابو حنیفہ ہیں۔ امام مالک نے موطا میں انہیں کا اتباع کیا۔ (خیرات الحسان

ابن حجر مکی شافعی) امام شافعی نے فرمایا کہ آدمی فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں
اکمال فی اسماء الرجال المشکوٰۃ۔

سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی پھر مالکی مذہب کی پڑی۔
(تقلید اور عمل بالحدیث مصنفہ نواب محسن الملک اہلحدیث)

مورخ ابن خلدون ۔۔ امام شافعی کے متعلق لکھتا ہے۔ اہل حجاز کا طریقہ (امام مالک کا مسلک) اور اہل عراق (مسلک ابو حنیفہ) ملا جلا کر اپنا مسلک قائم کر لیا۔ اور امام احمد حنبل کے متعلق لکھا ہے بڑے پایہ کے محدث ہونے کے باوجود حنفی فقہ کے خوشہ چین بنے (تاریخ)

امام صاحب کا اجتہاد و فتوی ۱۱۰ھ سے شروع ہوا جب کہ ان کے استاد امام قتادہ بن دعامۃ و شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ نے ان کو مجاز کر دیا تھا۔ ان کے تیسرے استاد امام حماد ۱۱۶ھ میں جب کوفہ سے باہر ہو گئے تو امام صاحب کو اپنا جانشین بنا گئے ۱۲۰ھ میں حماد نے وفات پائی۔ اب امام صاحب مستقل طور پر ان کے جانشین ہو گئے۔

امام ابو حنیفہ کے متعلق

## محققین مذاہب غیر کی رائیں

۱۔ ڈاکٹر چارلس ہملٹن لکھتے ہیں۔ وہ پہلا شخص ہی ہے جس نے مدلل طریقہ سے قانون کے پاٹنٹ پر بحث کی ہے۔ اور تمام دنیوی معاملات

Marfat.com

تو اس تحقیق و تفحص سے قانون کی رسی میں جکڑ دیا ہے۔ کہ ایک تعجب معلوم ہوتا ہے۔ (ہدایہ مطبوعہ لندن ۱۸۷۰ء)

۲۔ میجر رابرٹ ڈیوری آسیرن لکھتے ہیں آپ نے اپنے علم و قانون کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کر لی اور نہایت ذیرکی اور تیز فہمی سے اپنے قانون فقہ اور شریعت میں مطابقت کرنے کی کوشش کی ۔۔۔!
(بہاگر یفل ڈکشنری جلد اوّل)

امام مالک کا اجتہاد ۱۱۷ھ سے شروع ہوا۔ انہوں نے اپنے مذہب کو ۱۳۰ھ سے مدون کرنا شروع کیا۔ اور ۱۴۰ھ میں کتاب موطا مکمل کر لی یہ کتاب آج تک موجود ہے۔

# قرن ثالث ۲۲۰ھ

امام شافعی کا اجتہاد ۱۹۵ھ عراق میں شروع ہوا۔ امام صاحب نے بہت سی کتابیں املا کرائیں۔ ان کی چند تصانیف موجود ہیں۔

## امام احمد حنبل

امام صاحب کا اجتہاد ۱۹۵ھ سے شروع ہوا اور انہوں نے اپنا مذہب مدون کرنا شروع کیا۔ امام صاحب کی تصانیف موجود ہیں۔

قرون ثلاثہ میں اور بھی مجتہد ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً امام زفر و امام ابو یوسف ۱۸۳ھ و امام محمد ۱۸۹ھ تلامیذ امام

Karfat.com

ابو حنیفہ و امام عبداللہ بن وہب مصری ۱۹۷ھ شاگرد امام مالک۔

# استنباط مسائل کا طریقہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام الٰہی وحی جلی (قرآن) اور وحی خفی (حدیث) جس کو سنت بھی کہتے ہیں سے پہنچتے تھے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آتی۔ اور ان دونوں میں ان کے متعلق کوئی حکم نہ ہوتا۔ تو حضور اپنی رائے وقیاس سے حکم فرماتے بعض دفعہ اصحاب کبار سے بھی مشورہ فرماتے اس لئے حضور کے اجتہاد کے اصول کتاب وسنت وقیاس ومشورہ تھے۔

حضور کے عہد میں بعض صحابہ نے بھی استنباط مسائل کیا ہے۔ وہ کتاب وسنت وقیاس سے اجتہاد کرتے تھے۔

حضور کے بعد حضرت ابو بکر نے مجلس شوریٰ قائم کی اس لئے عہد خلافت اول میں بھی اصول اجتہاد وہی رہے۔ جو عہد رسالت میں تھے۔ شوریٰ میں بعد بحث ومباحثہ امور طے ہوتے تھے جس پر سب یا اکثر متفق ہو جاتے تھے یہی اجماع ہے۔

حضرت عمر نے اپنے زمانے میں ان چار کے علاوہ ایک یہ اصول بڑھایا۔ کہ حضرت ابو بکر کے زمانے کے عملدرآمد پر بھی غور کرتے تھے۔ ان کو آثار سلف کہنا چاہئے۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے عہد میں بھی پانچ اصول اجتہاد کے رہے خلافت راشدہ کے بعد سلاطین اپنی ملکداری و ملک گیری اور سیاسی

Marfat.com

الجھنوں میں منہمک رہے ان کو امور دینی پر کوئی خاص توجہ نہ رہی اس لئے مجلس شوریٰ قائم نہ رہ سکی ہر صحابی اور ہر تابعی جہاں کہیں تھا۔ وہ مجتہد تھا۔ اور وہ کتابؐ وسنتؐ قیاسؐ آثارؐ سلف۔ ان چاروں پر نظر کر کے حکم لگاتا تھا۔ قرن اول اور قرن ثانی کے عشرہ ثانی تک یہی چاروں اصول اجتہاد رہے۔

جب ۱۱۶ھ میں امام ابو حنیفہ مسند درس پر متمکن ہوئے۔ تو انہوں نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا یعنی اپنے شریک درس متبحر علما سے مجلس شوریٰ قائم کی۔ اس زمانے سے پھر وہی پانچوں اصول جو حضرت عمر کے زمانے میں تھے یعنی کتابؐ وسنتؐ، قیاسؐ، شوریٰؐ، آثارؐ سلف اصول اجتہاد قرار پاگئے

امام ابو حنیفہ کا یہ انداز تھا۔ کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اس کو کتاب وسنت و آثار سلف میں تلاش کرتے۔ جب ان تینوں میں نہ پاتے۔ تو مجلس شوریٰ میں پیش کر کے اپنا قیاس ظاہر فرماتے اس پر مباحثہ ہوتا۔ اس کے بعد جو معاملہ باتفاق ہوتا وہ دفتر فقہ میں درج ہوتا۔ اگر مسئلہ میں کسی کو اختلاف ہوتا۔ تو اس پر آزادانہ بحثیں ہوتی تھیں۔

اگر بحث وکثرت رائے کے بعد بھی کوئی صاحب اپنی رائے پر مصر رہے۔ تو وہ اختلاف بھی درج کر لیا جاتا تھا۔ جب تک تمام اہل مجلس جمع نہ ہوتے تھے۔ اس وقت تک کام شروع نہیں کیا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ امام زفر نے ایک مسئلہ میں شام سے بحث شروع کی اسی میں صبح ہوگئی۔ صبح ہوتے فیصلہ ہوا۔ شیخ ابن مبارک نے فرمایا۔ کہ ابو حنیفہ کی مجلس میں صبح وشام میں جایا کرتا تھا۔ ایک بار حیض کے مسئلہ

میں گفتگو شروع ہوئی۔ تین دن تک صبح و شام بحثیں ہوتی رہیں۔ تیسرے دن شام کو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا یعنی مسئلہ طے ہوگیا۔ اس پر اظہار خوشی کیا گیا۔

شیخ وکیع بن الجراح محدث (امام بخاری کے شیخ الشیخ) کے سامنے ایک شخص نے کہا۔ کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیونکر غلطی کر سکتے تھے۔ ابو یوسف و زفر قیاس میں یحیٰی و حفص و حبان و مندل حدیث میں قاسم بن معن لغت و عربیت میں داؤد طائی فضیل بن عباس زہد و تقویٰ میں ایسے کامل لوگ ان کے پاس جمع تھے جس کے پاس ایسے فضلا جمع ہوں وہ غلطی کر سکتا ہے۔ اور اگر کرتے تو یہ کب ان کو غلطی پر قائم رہنے دیتے۔

یہ بزرگ تھے۔ کہ ان میں سے ہر ایک اجتہاد کا درجہ رکھتا تھا پھر ان میں امام محمد بھی شامل ہو گئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام شعرانی نے لکھا ہے۔ کہ میں نے امام ابو حنیفہ یا ان کے مقلدین کے کسی قول کو ایسا نہیں پایا۔ کہ جو کسی آیت یا حدیث یا قول صحابی یا کسی ایسی حدیث سے جو ضعیف ہیں مگر اس کے طرق کثیر ہوں۔ یا قیاس صحیح سے مستند نہ ہو۔ (میزان شعرانی)

مولوی ابو یحیٰی محمد شاہجہان پوری اہلحدیث لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے مسائل بھی بکثرت صحیح ہیں۔ خواہ اس وجہ سے کہ امام صاحب نے ان کو کسی نص صریح سے فرمایا یا کہ قیاس و اجتہاد سے فرمایا۔ مگر وہ قیاس و استنباط صحیح تھا۔ اس کے خلاف میں کوئی حدیث رسول ثابت نہیں ہوئی (سبیل الرشاد)

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو رسول کریم نے تعلیم فرمائی کہ مذہب

حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے۔ (ریاض الحرمین) شیخ معاذرازی سے بھی حضور نے خواب میں ایسا ہی ارشاد فرمایا جس کو نواب صدیق حسن خاں نے اقتصاد میں نقل کیا ہے۔

شیخ عبداللہ بن مبارک محدث (امام ترمذی کے شیخ الشیخ) کہا کرتے تھے۔ ابوحنیفہ کو رائی۔ نہ کہو مفسر حدیث کہو۔ شیخ وکیع بن الجراح محدث (امام بخاری کے شیخ الشیخ) امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ مولوی ابویحیٰ محمد شاہجہان پوری اہلحدیث نے سبیل الرشاد میں اس کو قبول کیا ہے اسی طرح شیخ یحیٰ بن منظان محدث و شیخ یحیٰ بن آدم محدثین اور دیگر محدثین کے متعلق لکھا ہے۔ (تذکرہ الحفاظ۔ مناقب الامام کردری مناقب الامام موفق۔ تبیض الصحیفہ)

شوریٰ سے مسائل کو طے کرنا اور آثار سلف کا خیال رکھنا یہ اصول تمام مجتہدین امام مالک امام شافعی امام حنبل کا رہا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے وقت سے اصول اجتہاد میں علم لغت کا اور مفید و ضروری اضافہ ہوا۔

اکثر علماء نے ائمہ مجتہدین کے اصول اجتہاد میں تعامل سلف جس کو امام ابوحنیفہ کی اصطلاح میں عرف اور امام مالک کی اصطلاح میں مصلحت عامہ کہتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ کے اجتہاد میں استحسان (یعنی مجتہد کا ایسی تجویز اختیار کرنا جو انسانی فلاح و بہبود کو خوبی سے پورا کر سکے) امام مالک یہاں اس کے ہمشکل استدلال و مصالح المرسلہ واستصلاح ہے۔ میرے

نزدیک عرف ہو یا مصلحت عامہ یہ تو آثار سلف کی شاخیں ہیں۔ استحسان و استدلال ضرور علیحدہ چیز ہیں۔ لہٰذا ائمہ مجتہدین کے اصول اجتہاد قرآن، حدیث، آثار سلف، قیاس، لغت، استحسان یا استدلال، اجماع یہ سات تھے۔

ائمہ اربعہ کے مذاہب صرف امام اعظم و امام مالک و امام شافعی و امام احمد حنبل ہی کے مرتب کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک جماعت محدثین و فقہا کے مرتب کردہ ہیں۔ جو ان کے شریک کار تھے متقدمین و متاخرین سب میں فقہا کا امام صاحب ہی کے مذہب اور قول پر عمل نہیں ہے۔ بلکہ دیگر ائمہ کے اقوال اور فتوؤں پر بھی ہے۔ جو مذہب امام کی رائے کے خلاف ہیں مثلاً حنفیوں کا عمل امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف امام محمد کے فتوے پر آب مستعمل کے پاک ہونے پر ہے عصر و عشا کے اول وقت اور کھیتی باڑی کی بٹائی کے معاملہ میں حنفیوں کا عمل امام ابویوسف و امام محمد کے اقوال پر ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ سادات کو مال زکوٰۃ نہ دیا جائے۔ لیکن شوافع کا عمل اپنے مذہب کے دوسرے مجتہد امام رازی کے قول پر امام شافعی کے خلاف ہے۔ یعنی امام رازی کا فتویٰ ہے کہ دیا جائے۔ غرض مذاہب اربعہ کسی ایک امام کی محنت و طباعی کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ امت مرحومہ کے بہت سے اکابر خیر القرون کی جانفشانی کا ثمرہ ہیں۔ مسالک کے نام ان ائمہ کے نام پر ہیں۔ جو ان جماعتوں کے صدر اور بانی اجتہاد تھے۔ ان ائمہ متبوعین کے متعلق

Marfat.com

کسی کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ معصوم تھے۔ ہاں یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ خدا کے مقبول بندے اور رسول کے سچے متبع اور خیر خواہ اسلام و مسلمین اور حامل علم رسول تھے۔ اور انہوں نے نہایت دیانت کے ساتھ کام کیا ہے۔ انہوں نے خدا اور رسول کے احکام کو سعی اور محنت سے مرتب کر کے ہم پر پیش کیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ان کے اتباع کی طرف اشارہ ہے۔ ان کو اولی الامر کہا گیا ہے۔ حضرت جابر صحابی و حضرت ابن عباس صحابی و امام حسن بصری تابعی نے اس سے مراد فقہا ہی کی ہے۔ (تفسیر جریر و ابن کثیر)

امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ اگر آپ کا کوئی قول قرآن کے خلاف ہو تو فرمایا میرے قول کو چھوڑ دو۔ پھر دریافت کیا۔ کہ اگر حدیث کے خلاف ہو تو فرمایا میرے قول کو چھوڑ دو۔ پھر دریافت کیا۔ صحابہ کے قول کے خلاف ہو۔ تو فرمایا میرے قول کو چھوڑ دو۔ (روضۃ العلماء زندویسیہ)

امام شافعی نے بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر میرے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ (اقناع)

اس سے ان حضرات کی دیانت و تقویٰ و اخلاص کا ثبوت ملتا ہے اور یہ یقین ہوتا ہے کہ ان کا اجتہاد کتاب و سنت کے موافق ہے۔

## ائمہ مجتہدین کے اختلاف کی وجوہ

قرآن و حدیث سے جو مضامین معلوم ہوتے ہیں وہ پانچ قسم کی ہیں۔

اوّل۔ اعتقادیات۔ یعنی وہ امور جن کا علم راسخ دل میں بٹھانا۔ اور

ان پر اذعان قلبی حاصل کرنا مومن کے لئے لازم ہے۔ جیسے ذات و صفات باری تعالےٰ و رسالت وغیرہ۔

دوم وہ جن کا تعلق تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق سے ہے۔

سوم وہ بیانات جو بنظر عبرت امم سابقہ و انبیاء سابقین کے بیان ہوئے ہیں۔

چہارم احکام قطعیہ جن کا تعلق اصول عبادت و معاملات سے ہے۔

ان چاروں اقسام میں کسی کو اختلاف نہیں نہ ان میں تناقض و تعارض ہے۔ نہ ان میں رائے و اجتہاد کا دخل ہے۔

پنجم وہ ارشادات جن کا تعلق بیشتر کیفیت عبادت اور فی الجملہ معاملات سے ہے۔ ان کے بارے میں آیات قرآنی میں کم اور احادیث میں بظاہر اختلاف کا توہم ہوتا ہے یہی ابحاث ائمہ مجتہدین میں مختلف فیہ ہیں اور انہیں میں رائے و اجتہاد کا دخل ہے۔

ہر امام نے بیشمار مسائل جزئیہ کو آیات محتمل المعانی سے اس طور پر ثابت کیا ہے۔ کہ معانی محتملہ میں سے ایک معنی کو بقرائن و شواہد ارجح اور دوسرے معنی کو مرجوح قرار دے کر ارجح معانی پر بنائے مسئلہ قائم کی ہے اور مرجوح پر التفات نہیں کیا یا احادیث متعارضہ سے اس طور سے ثابت کیا ہے کہ اپنی تحقیق و تفتیش کے موافق حسب قواعد ترجیح ایک حدیث کو معمول بہ قرار دیا ہے۔ اور دوسری کو متروک ٹھہرایا ہے۔ ایسے نظایر صحابہ میں بھی ہوئے ہیں۔ اس طریقہ سے ہر امام کے نزدیک جو مسائل ثابت ہوئے

Marfat.com

ان کو مدون کرتے گئے۔ آخر ان مجموعہ مسائل کا نام مذہب و مسلک مشہور ہوا چونکہ انسان فطرتاً فراست و کیاست فقاہت و درایت میں مختلف المراتب ہیں۔ اور اسباب ترجیح خود محدثین کے نزدیک مختلف فیہ ہیں۔ کہیں قوت سند اور ضعف سند پر مدار ترجیح ہے۔ اور کہیں تقدم و تاخیر زمانہ پر۔ کہیں صحابہ کے تعامل و توارث پر ...... کہیں رواۃ کے صفات پر۔ چنانچہ انہیں وجوہ سے اکابر محدثین رواۃ کی جرح و تعدیل میں مختلف الخیال ہیں۔ جب اسباب ترجیح مختلف فیہ ہیں۔ اور ارباب علم مراتب علمیہ میں فطرتاً مختلف الاستعداد ہیں۔ تو اختلاف بھی لازمی ہے۔

علل کے اختلاف سے معلولات کا اختلاف نمودار ہوتا ہے۔ اسباب کے متباین الاثر ہونے سے مسببات متباین الثمر ہوتے ہیں۔ مقدمات دلیل کے متفاوت ہونے سے نتائج متفاوتہ پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا اختلاف جن کا منشاء اور مبنیٰ احسن نیت اور تلاش حق ہو عند اللہ مسعود ہے۔ اور خلائق کے حق میں موجب رحمت ہے۔ کہ مسائل پر عمل کرنے کے لئے چند صورتوں کا ہونا موجب تسہیل ہے۔ اسی اختلاف کو حضور نے فرمایا ہے۔ کہ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے"۔

تمام امور پر غور کرنے سے اختلاف مجتہدین کی پانچ صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ حدیثیں اور آثار صحابہ مختلف ہیں۔ ان کے مطابق کرنے یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اختلاف ہوا۔

۲۔ اصول اجتہاد کا اختلاف جیسا کہ امام سیوطی نے لکھا ہے۔ کہ اماموں

میں اختلاف واضح ہوا ہے۔ وہ تعبیر اجتہاد سے ہے۔

۳۔ ایک حدیث ایک امام کو قوی طریق سے پہنچی۔ دوسرے کو ضعیف طریق سے پہنچی۔ آخر الذکر نے اس پر بھروسہ نہ کیا۔

۴۔ ایک امام کے نزدیک ایک راوی مجروح ہے۔ دوسرے کے نزدیک نہیں ہے۔

۵۔ حدیثوں کی جانچ کے شرائط میں اختلاف ہے۔

ائمہ میں اختلاف اصولی مسائل میں نہیں ہے۔ فروعی میں ہے۔ مثلاً امام شافعی و امام احمد حنبل کے نزدیک عورت بالغہ بھی محتاج ولی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ذمی کافر بحصول اجازت مسجد میں داخل ہو سکتا ہے امام مالک و امام حنبل کے نزدیک اس کو اجازت ہی نہیں دی جاسکتی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح عتق طلاق میں عورت کی شہادت مثل مرد کے مقبول ہے۔ دیگر ائمہ عورت کی شہادت کو قبول نہیں کرتے اور اگر بعض معاملات و حالات میں عورت کی شہادت کو جائز رکھتے ہیں۔ تو اس کو اعداد کی قید سے مقید کرتے ہیں۔ کہ دو عورتوں سے کم نہ ہوں چار سے کم نہ ہوں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو میں چار فرض ہیں۔ امام مالک ایک موالات کا اضافہ کر کے پانچ اور امام شافعی نیت و ترتیب کو بڑھا کر چھ قرار دیتے ہیں۔ تکبیرات تشریق و تکبیرات عیدین کے متعلق صحابہ کے اقوال مختلف ہیں ائمہ نے کسی ایک قول کو ترجیح دے کر اختیار کر لیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت۔ لا

مستم النساء فلم تجد واماء فتیمموا اگر تم نے عورت کو مس کیا ہو۔ اور تم کو
پانی نہ ملے تو تیمم کرلو۔ امام ابو حنیفہ مس کرنے سے مراد جماع لیتے ہیں کیو
قرآن مجید کا عام طرز ہے۔ کہ اس قسم کے امور کو صریحاً تعبیر نہیں کرتا۔ مگر امام شا
چھونا ہی مراد لیتے ہیں۔

# بعض مذہب

حضور کی حیات میں سب حضور کا اتباع کرتے تھے۔ پھر حضور نے کچھ مف
مقرر کر دئے۔ ان کے سوا کسی کا اتباع نہ ہوتا تھا۔ یہی طرز عمل خلافت راشد
میں رہا۔ باوجودیکہ اس زمانے میں ہزاروں صحابی تھے۔ مگر صرف صاحب مجا
کے سوا کسی کا حکم نہ چلتا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد جو صحابی اور تابعی جس
مقام پر تھا۔ سب اسی کی تقلید کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم نواب صدیق حسن خا
صاحب کے حوالے سے لکھ چکے ہیں۔ کہ لوگ اپنے شہر کے مجتہد کے سو
دوسرے کا اتباع نہ کرتے تھے۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز ۱۰۱ھ جن کو محی السنۃ کہا جاتا ہے۔ انہوں نے
حکم دیا کہ لوگ فقہا کا اتباع کریں۔ (دارمی بروایت حمید) تقلید تو ایک ہی شخص
کی ہوتی تھی۔ مگر کسی مسلک کا کوئی خاص نام نہ تھا۔ لیکن مجتہدین اور مسالک کثرت
سے تھے۔ ۱۱۵ھ سے امام ابو حنیفہ کی تقلید و اجتہاد شروع ہوا۔ اس وقت
حضرت طارق بن شہاب بجلی صحابی متوفی ۱۲۳ھ زندہ تھے۔ (ارشاد الساری
اس لئے امام اعظم کی تقلید کے متعلق اگر یہ کہا جائے۔ کہ عہد صحابہ میں شرو

ہوئی۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ ورنہ کبار تابعین کے عہد میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ قرن ثانی ۲۲۰ھ تک ہے۔ امام ابو حنیفہ کے زمانہ اجتہاد میں کبار تابعین میں سے محمد بن منکدر ۱۳۱ھ نافع بن ہرمز ۱۱۷ھ ہشام بن عروہ بن زبیر ۱۴۶ھ قتادہ بن دعامۃ ۱۱۷ھ مکحول بن عبداللہ ۱۱۸ھ شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ عبداللہ بن دینار ۱۲۷ھ یحیی بن سعید الانصاری ۱۴۳ھ عبدالرحمن بن امام قاسم ۱۲۶ھ حماد بن سلیمان ۱۲۰ھ امام جعفر صادق ۱۴۸ھ اور بہت سے بزرگ موجود تھے۔

امام مالک کی تقلید ۱۱۷ھ سے شروع ہوئی۔ اس وقت بھی یہ سب حضرات زندہ تھے۔ امام شافعی کی تقلید ۱۹۵ھ سے شروع ہوئی۔ امام احمد حنبل کی تقلید ۱۹۶ھ سے شروع ہوئی۔ اس لئے یہ ائمہ اربعہ کے مذاہب خیر القرون کی پیداوار اور بزرگان خیر القرون کے پسندیدہ ہیں۔ آخر قرن ثالث میں جب فتنہ وفساد کی کثرت ہوئی۔ تو بزرگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں نااہل و مبتدع لوگ حدیث کی طرح فقہ پر بھی ہاتھ نہ ڈالیں اور بہت سے مجتہد و مجاز پیدا ہوکر اختلال پیدا نہ کردیں تو بزرگان امت نے ائمہ اربعہ کی تقلید پر اجماع کرلیا۔ یہ اجماع ۲۰۰ھ کے بعد ہوا۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ ممالک اسلام میں انہیں چاروں مذہبوں کی تقلید عام ہوگئی۔ باقی اور جتنے مذاہب تھے بھول بسر گئے اور خلاف کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس لئے کہ علوم میں اصطلاحات بکثرت قائم ہوگئیں جن کی وجہ سے اجتہاد تک پہنچنا مشکل تھا۔ اس وقت یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں نااہل فقہ پر ہاتھ ڈال کر بغیر

Marfat.com

بصیرت تامہ فقہ میں بیجا کاٹ چھانٹ اور اضافہ نہ کردیں۔ تمام امت
انہیں مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو اپنے اوپر واجب کر
(مقدمہ تاریخ) شیخ علی خواص سے جب کوئی پوچھتا۔ کہ آج کل تقلید مذہب
معین کی واجب ہے۔ یا نہیں تو فرماتے تھے۔ کہ واجب ہے پر
تک کہ تو شریعت اولیٰ (درجہ اجتہاد) تک نہ پہنچے۔ (میزان شعرانی)
مولوی ابو یحیی محمد شاہجہان پوری اہلحدیث لکھتے ہیں۔ کہ دو صدی کے
کا زمانہ ہے۔ کہ مذہب تقلید شروع ہوا۔ (سبیل الرشاد) تقلید تو ابتدا ہی
تھی۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔ کہ تقلید
چاروں مذاہب میں محصور کرنا اور جماعت مقلدین کے جدا جدا نام یہ
میں ہوا۔ گویا قرون ثلاثہ کے اندر یہ قرارداد مستحکم ہوئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب
نے لکھا ہے۔ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت
ہے۔ اور ان سب کے سب سے روگردانی میں بڑا فساد ہے۔ اور ہم
بات کو کئی وجوہات سے بیان کرتے ہیں۔ درجہ اول یہ کہ امت نے
بات پر اجماع کیا ہے۔ کہ شریعت کے معلوم کرنے میں سلف پر اعتماد
کریں۔ مثلاً تابعین نے اس بارے میں صحابہ اور تبع تابعین نے تابعین
پر اعتماد کیا۔ اور اسی طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے علما پر اعتماد کیا۔
اس امر کی خوبی پر بھی عقل دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ شریعت دو ہی باتوں
سے معلوم ہوتی ہے۔ ایک نقل دوم استنباط اور استنباط میں ضرور
بات یہ ہے۔ کہ مذہب پہلوں کے جاننے اس وجہ سے کہ ان

ل سے باہر نہ ہو جائے۔ ورنہ اجماع کا مخالف ٹھہرے گا اور دوسری وجہ
ندی کی یہ ہے۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی
چونکہ سب سچے مذاہب سوائے ان چاروں مذہب کے نیست ہو
ے۔ تو ان کی پیروی کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے۔ اور ان سے
ر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔ اور تیسری وجہ پابندی کی یہ ہے۔
ب عمدہ زمانہ گذرے بہت دن ہوئے اور عرصہ بعید پڑ گیا۔ اور
ین تلف کر دی گئیں۔ اب اعتماد نہیں ہو سکتا۔ علمائے سوء یعنی ظالم قاضیوں
ہوا پرست مفتیوں کے اقوال پر (عقد الجید) شیخ یحییٰ بن معین محدث
ستاد امام بخاری جن کے سامنے امام بخاری نے صحیح بخاری کو بغرض
صواب پیش کیا تھا) فرماتے ہیں کہ فقہ ابوحنیفہ کا فقہ ہے ہم نے
ں کو اسی پر دیکھا ہے۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ثالث)
شیخ یحییٰ ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اب اگر ان کی یاد آٹھ برس کی عمر سے
ی جائے تو گویا ۱۶۶ھ میں امام ابوحنیفہ کی تقلید انہوں نے دیکھی تو
ل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام صاحب کی تقلید ۱۶۶ھ سے قبل
ہوتی تھی۔

حق کو چاروں مذاہب میں دائر سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہر چہار
ب کے پیروی کرنے والوں میں باہم ارتباط ہے۔ ہر مذہب والا
ں ائمہ کو اپنا امام اور پیشوا سمجھتا ہے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔
ہر خر چہار اند گوہر چہار ○ فروشندہ را با فضولی چہ کار

Marfat.com

کی تو فرمایا میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یہ خوف ہے۔ کہ شاید کچھ کمی بیشی ہو جائے (شرح بزدوی) حضرت صہیب صحابی نے لوگوں سے کہا آؤ میں تم سے اپنے غزوات بیان کروں۔ لیکن رسول کریم سے روایت نہ کروں گا۔
(طبقات ابن سعد)

ایک صحابی نے وفات کے وقت ایک حدیث روایت کی اور کہا میں صرف حصول ثواب کے لئے روایت کرتا ہوں۔ (ابو داؤد)

## صحابہ کا عمل حدیث پر

۱۔ حضورؐ کی وفات پر جب دفن کے متعلق اختلاف ہوا تو حضرت ابوبکر نے حدیث بیان کی اس پر سب خاموش ہو گئے اور موافق حدیث کے عمل ہوا۔

۲۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضورؐ کی وفات کے بعد انصار نے جمع کیا اور اپنی حکومت قائم کرنی چاہی بلکہ سعد بن عبادہ کو امیر منتخب کرنے کی تحریک بھی ہو چکی تھی کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ پہنچ گئے۔ انہوں نے حدیثیں سنائیں اس پر سب نے ان کی خلافت کو قبول لیا یہ کوئی معمولی بات نہ تھی ایک قوم و قبیلہ اپنی حکومت کی بنیاد قائم کر رہا ہے۔ لیکن چند فقرات جو بیان کردہ نبیؐ ہوں وہ سن کر اس عظمت و جاہ سے دست بردار ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو اول وہ قرآن

انتخاب

# تاریخ القرآن

مُصنفہ

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور